حرارتِ ایمان

یعنی

ایمان

کو گرما دینے والے واقعات

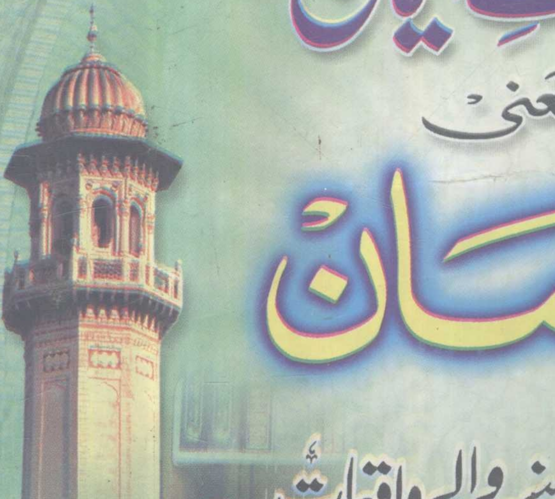

تالیف

مولانا ابو یاسر

قرآن وسنت کا داعی
مکتبہ محمدیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

125/-

30116

حرارت ایمان

یعنی

ایمان

کو گرما دینے والے واقعات

حرارتِ ایمان

یعنی

ایمان

کو گرما دینے والے واقعات

تالیف

مولانا ابو یاسر حفظہ اللہ

تخریج

مولانا عبد الغفار محمدی حفظہ اللہ

ناشر

مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور

Mob: 0300-4826023

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب ---------- ایمان کو گرما دینے والے واقعات
طابع ---------- عبدالرحمان عابد
طبع اول ---------- اگست 2007ء
تعداد ---------- 1100
قیمت ---------- 250 /- روپے

اسٹاکسٹ

دار الکتب السلفیۃ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور
Ph.: 0092-042-7237184
7230271- 7213032

مکتبہ اسلامیہ
غزنی سٹریٹ' اردو بازار لاہور
Ph.: 0092-042-7244973

دار الفرقان
الفضل مارکیٹ - اُردو بازار - لاہور
Ph:042-7231602

ملنے کے پتے

اردو بازار لاہور
نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ فون: 7321865 ⊛ کتاب سرائے الحمد مارکیٹ' غزنی سٹریٹ
اسلامی اکیڈمی الفضل مارکیٹ فون نمبر: 7357587 ⊛ مکتبہ قدوسیہ رحمٰن مارکیٹ - غزنی سٹریٹ،
محمدی پبلشنگ ہاؤس' ایوان علم پلازہ 7223046

فیصل آباد
مکتبہ اسلامیہ - بیرون امین پور بازار بالمقابل شیل پٹرول پمپ ⊛ رحمانیہ دار الکتب' امین پور بازار
مکتبہ اہل حدیث، بالمقابل مرکز جامع مسجد اہل حدیث امین پور بازار ⊛ ملک سنز - کارخانہ بازار

گوجرانوالہ
والی کتاب گھر اُردو بازار 233089 ⊛ مدینہ کتاب گھر اُردو بازار ⊛ مکتبہ نعمانیہ' اردو بازار

ملتان
فاروقی کتب خانہ بیرون بوہر گیٹ 541809 ⊛ مکتبہ دار السلام کنگھیاں والی مسجد تھانہ بوہر گیٹ 541229

اوکاڑہ
مکتبہ تفہیم السنہ شیر ربانی ٹاؤن - غازی روڈ 528621

چیچہ وطنی
اسلامی کتب خانہ' ڈاکخانہ بازار' نزد پانی والی ٹینکی چیچہ وطنی ضلع ساہیوال

فہرست

❀ پیش لفظ 21
❀ اللہ عظیم و برتر ہے 23
○ کائنات کو پیدا کرنے والا اور چلانے والا صرف اللہ ہے: 25
○ کیا نبی ﷺ نے اللہ کو دیکھا تھا؟ 25
○ اللہ تعالیٰ کافر کو منہ کے بل چلائے گا: 28
○ بیماری اللہ کے حکم سے لگتی ہے: 29
○ قسم کے لائق اللہ کی ذات ہے: 30
○ قیامت میں ابراہیم علیہ السلام کا والد جہنم میں: 30
○ تشہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ پر سلام بھیجتے تھے: 31
○ بارش ستارے نہیں بلکہ اللہ برساتا ہے: 32
○ نبی ﷺ سورج گرہن ہونے پر گھبرا گئے اور لمبی نماز پڑھی: 32
○ جنت جہنم اللہ کے اختیار میں ہے کسی کو یقین سے جنتی نہ کہا جائے: 33
○ جنگ خندق میں فرشتے بھی شامل تھے: 34
○ آپ ﷺ نے کافروں کو آگ میں جلانے کا حکم واپس لے لیا: 35
○ عبداللہ بن ابی جہنمی بنا، اسے سفارش نبوی کام نہ آئی: 35
○ آپ ﷺ کا نواسہ فوت ہوگیا آپ اللہ کی رضا پر راضی ہوگئے: 37
○ آپ ﷺ اپنی بیٹی کی قبر پر روئے: 38
○ حضرت جعفر اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی شہادت پر آپ ﷺ روئے: 38
○ آپ ﷺ کے بیٹے کا انتقال اور اللہ کی رضا پر رضا مندی: 39
○ نبی کریم ﷺ کوشش کے باوجود ابو طالب کی موت کفر پر: 39

○ نبی ﷺ نے اپنی بیٹی سے کہا میں اللہ کے ہاں تجھے کوئی فائدہ نہ دے سکوں گا .. 40

○ نبی ﷺ سوئے رہے اور سورج نکل آیا: 41

○ عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں اور نبی ﷺ کی اللہ کے آگے عاجزی: 42

○ جنات آسمان کی خبریں چرا لیتے ہیں: 43

○ آپ ﷺ نے شہد کو حرام کر دیا تو اللہ نے قرآن اتار دیا: 44

○ عائشہ رضی اللہ عنہا اور نبی ﷺ دونوں بیک وقت سر درد میں مبتلا ہو گئے: 45

○ گرہن کی نماز کے کے موقع پر آپ ﷺ کا اللہ کی طرف رجوع: 46

○ آپ ﷺ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے: 48

● **تصدیقات محمدیہ ﷺ** 49

○ ورقہ بن نوفل سے آپ ﷺ کی تصدیق: 49

○ ہرقل کے دربار میں تصدیق محمدی ﷺ: 51

● **رحمت الٰہی بے بہا اور بہت وسیع ہے** 59

○ لوگوں کو معاف کرنے والے ایک گناہ گار کو اللہ کریم نے معاف فرما دیا: 59

○ اپنے آپ کو آگ میں جلانے کا حکم دینے والے کو معاف کر دیا: 59

○ سو انسانوں کا قاتل بخش دیا گیا: 60

○ اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں: 61

○ اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحمت کرنا کسی اور پر نہیں: 62

○ اللہ تعالیٰ بہت صبر والا ہے: 62

○ اللہ رات کے آخری حصے میں رحمت کی آواز لگاتا ہے: 63

○ اللہ تعالیٰ سے اصرار کے ساتھ دعا کی جائے: 63

○ اللہ تعالیٰ نیکی کا ارادہ کرنے پر بھی نیکی دیتا ہے: 63

○ اللہ اپنے بندے کو بخشتا چلا جاتا ہے: 64

○ کتے کو پانی پلانے والی عورت بخش دی گئی: 64

○ سب سے آخر میں جنت میں جانے والا شخص انعامات الٰہی میں: 65

○ باپ کا صدقہ بیٹے کو مل گیا: 68

○ کتے کو پانی پلانے والا بخشا گیا: 69

○ اللہ مومن کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے گا: 69

○ اہل ایمان کو جنت عطا کر کے موت کو ذبح کر دیا جائے گا: 70

○ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے: 71

○ کوئی شخص اپنے عملوں کے بل بوتے پر جنت میں نہیں جائیگا: 72

○ مومن موت کے وقت اللہ کی بے پناہ رحمت کو دیکھ کر اللہ سے ملنا چاہتا ہے: ... 72

● جنت کے نظارے و دوزخ کی رسوائیاں 74

○ کامیاب صرف جنتی ہوگا: 74

○ جنت نیک عمل کرنے والوں کو ہی ملے گی: 74

○ جنت کی عظیم نعمتوں کا بیان قرآن کی روشنی میں: 75

○ جہنم کا عذاب قرآن پاک کی روشنی میں: 78

○ جنت میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ احادیث کی روشنی میں: 80

○ ستر ہزار لوگ بغیر حساب کتاب جنت میں جائیں گے: 81

○ جنت کی نعمتوں کا بیان: 82

○ جہنم میں کون جائیں گے؟، احادیث کی روشنی میں: 86

○ جہنم میں کیا کیا عذاب ہوں گے احادیث کی روشنی میں: 87

○ آدم علیہ السلام سب سے پہلے جنتی تھے: 88

○ جنتی شخص کھیتی کاشت کرے گا: 89

○ جنت و دوزخ کی شکایت: 90

○ عذاب قبر حق ہے: 90

○ قبر کے عذاب کے بعد قیامت کے دن غیر اللہ کے پجاری جہنم میں جائینگے: ... 97

● معجزات 100

○ مشکیزوں کا پانی بڑھ گیا: 100

○ قصہ معراج: 102

○ سخت چٹان آپ ﷺ کی چوٹ سے ریزہ ریزہ: 105

○ آپ ﷺ کے سامنے بیت المقدس: 108
❁ **دعا کی قبولیت** 109
○ ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی: 110
○ نبی ﷺ کی دعا سے صحابی ؓ کو تجارت میں بہت زیادہ نفع: 111
○ قبیلہ دوس کے لیے نبی ﷺ کی دعا: 111
○ جریر بن عبد اللہ ؓ بہترین گھوڑا سوار بن گئے: 112
○ کفار مکہ کو دھویں کے عذاب کا سامنا: 113
○ نبی ﷺ کی بد دعا سے مکہ میں قحط: 115
○ آپ ﷺ نے دعا کی تو مرگی کی مریضہ کا ستر نہیں کھلتا تھا: 117
❁ **اللہ کے چند نافرمان** 118
○ ابو جہل کو دو کم سن لڑکوں نے قتل کیا: 118
○ کفار مکہ کے سردار بدر کے کنویں میں: 119
○ کعب بن اشرف کا قتل: 121
○ ابو رافع یہودی کا قتل: 123
○ یمن میں ایک مرتد پر معاذ کا گزر اور اس کے قتل کرنے کا حکم: 125
○ قوم ثمود کا بد بخت ترین شخص: 126
❁ **تذکرہ انبیاء کرام اور ایمان افروز واقعات** 127
○ حضرت آدم علیہ السلام 127
○ حضرت نوح: 129
○ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان افروز تذکرہ: 129
○ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اہل کو جنگل میں چھوڑ دیا: 132
○ اللہ کے عظیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام 138
○ موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور نبی کریم ﷺ کی تواضع پسندی: 138
○ حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے: 138
○ موسیٰ علیہ السلام نے فرشتے کو تھپڑ رسید کر دیا: 139

○ حضرت خضر علیہ السلام کا عظیم مقام 140
○ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ: 140
○ حضرت سلیمان علیہ السلام 143
○ بچے کو بھیڑیا لے گیا اور سلیمان نے درست فیصلہ کیا: 143
○ حضرت سلیمان علیہ السلام میں جہادی جذبہ: 144
○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ: 145
○ حضرت عیسیٰ علیہ السلام: 151
○ جادوگر بچہ اور عیسائی راہب: 151
● فضائل النبی ﷺ 156
○ نبی ﷺ کی صفات تورات میں: 156
○ قبر میں آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جاتا ہے: 157
○ فضول سوالات کرنے پر نبی ﷺ کی ناراضگی: 158
○ آپ ﷺ نے جنت دوزخ دیکھی: 159
○ آپ ﷺ کا دل جاگتا تھا: 159
○ نبی ﷺ کا ایک اہم خواب اور آپ کا مقام: 160
○ نبی ﷺ پر وحی کے نزول کی حالت کا نظارہ: 163
○ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھو: 164
○ ابوالقاسم کنیت رکھنا ممنوع ہو گیا: 164
○ یہود کا آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال: 165
○ حضرت نوح علیہ السلام کی امت قیامت کے دن جھوٹ بولے گی: 166
○ آپ ﷺ قیامت میں سفارش کریں گے: 167
○ نبی ﷺ کا ایک نسخہ، شہد پلانے سے مریض ٹھیک ہو گیا: 170
● فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم 172
○ صحابہ کرام انبیاء کے بعد تمام لوگوں میں سے بہتر تھے: 172
○ صحابہ کرام کی نبی ﷺ سے محبت: ....

○ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاقہ کیا کرتے تھے: 173
○ صحابہ کو غربت کے بعد فراوانی ملی تھی: 173
✿ تذکرہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 174
○ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شروع سے ہی نبی ﷺ کی نبوت کو تسلیم کر لیا تھا: 174
○ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نبی ﷺ پر بے شمار احسانات تھے: 175
○ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو عقبہ کے ہاتھوں سے چھڑوایا: 175
○ نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تھی: 176
○ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ کا نبی ﷺ ذکر کیا کرتے تھے؟ 178
○ علی رضی اللہ عنہ کے ہاں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے: 178
○ زکوۃ کے منکرین سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا: 179
○ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کے اوصاف 180
○ ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل تھے: 180
○ احد پہاڑ کانپنے لگا: 181
○ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو دنیا سے نہیں بلکہ نبی ﷺ سے محبت تھی: 181
○ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے رازدان صحابی تھے: 182
○ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا: 183
○ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھایا ہوا کھانا قے کر دیا: 183
○ ابوبکر کے گھر کھانا بڑھ گیا: 183
○ تیمم کی آیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد کی برکت سے تھی: 185
○ حضرت ابوبکر ہر نیکی میں سبقت لے جایا کرتے تھے: 186
○ نبی کریم ﷺ کی مرض الموت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت: 186
○ نبی ﷺ کے بعد خلافت کے مستحق حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے: 189
○ نبی ﷺ کی وفات پر ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ اور سقیفہ بنو ساعدہ: 189
○ عمر رضی اللہ عنہ نے امت کو انتشار سے بچا لیا: 192
○ حضرت ابوبکر کا جرأت مندانہ فیصلہ: 198

○ حضرت ابوبکر ؓ نے نبی ﷺ کا ورثہ تقسیم کرنے سے انکار کردیا: 199

○ ابوبکر ؓ نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کا حکم دیا: 203

❁ تذکرہ حضرت عمر ؓ 205

○ حضرت عمر ؓ سے اسلام کو عزت ملی: 205

○ عمر ؓ کے پاس علم نبوی: 205

○ عمر ؓ میں دینداری کمال درجے کی تھی: 205

○ حضرت عمر ؓ کو الہام ہوا کرتے تھے: 206

○ شیطان بھی حضرت عمر ؓ سے خوف زدہ رہتا تھا: 206

○ حضرت عمر اور ابن عمر ؓ بیعت رضوان میں شریک تھے: 207

○ جنت میں بلال ؓ کے پاؤں کی آہٹ اور عمر ؓ کا محل: 207

○ حضرت عمر ؓ کو نبی کریم ﷺ سے محبت: 208

○ عمر ؓ کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں مقام 209

○ حضرت عمر ؓ کی خواہش پر پردے کا حکم اترا: 209

○ حضرت عمر ﷺ کی باتیں وحی بن کر نازل ہوئیں: 209

○ عبداللہ بن ابی کے جنازے پر اللہ اور عمر ؓ کی رائے میں موافقت: 210

○ حضرت ابوبکر و عمر ؓ پر نبی ﷺ کو پورا اعتماد تھا: 211

○ حضرت عمر ؓ نبی کریم ﷺ کے معتمد صحابی: 212

○ حضرت عمر ؓ کے اوصاف جمیلہ 213

○ عمر ؓ نے اپنا کل مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہا: 213

○ حضرت عمر ؓ کی بے نیازی: 214

○ عمر ؓ نے اپنی بیوی کو چادر نہ دی: 214

○ نبی ﷺ سے فضول سوالات اور آداب نبوی کا خیال: 215

○ عمر ؓ دین کی تعلیم میں حرص: 216

○ اللہ اور رسول کی اطاعت کا جذبہ 217

○ حضرت عمر ؓ پست آواز سے کلام کرتے تھے: 217

○ قرآنی آیت پر عمل کرنے کا عجیب وغریب نمونہ: 217
○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کمال تقویٰ اور دینی غیرت کا بیان: 218
○ عمر رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں میرے خلاف قرآن نہ نازل ہو جائے: 219
○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کا احترام کرتے اور کراتے تھے: 220
○ اپنی بیٹی حفصہ کو نبی ﷺ کے احترام کرنے کا حکم: 221
○ عبداللہ بن ابی منافق کی گردن اڑا دینے کی اجازت چاہی: 222
○ کسریٰ پر حملہ عمر رضی اللہ عنہ نے کروا دیا: 223
○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی قرابت کا احترام کیا: 224
○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں مرغ نے ٹھونگیں ماریں: 227
○ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کی پیش گوئی: 227
○ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملے کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تسلی دینا: 228
○ حضرت عمر کی شہادت کا واقعہ: 229
○ عمر رضی اللہ عنہ کی نعش قبر میں کئی برس بعد بھی سلامت تھی: 235
✿ تذکرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ 236
○ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آزمائشیں آئیں: 236
○ حضرت عثمان پر ایک حاسد کے اعتراضات: 238
○ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمن کو بد دعا دی: 240
○ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وسیع ظرفی: 240
✿ تذکرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ 242
○ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں نبی ﷺ نے لعاب مبارک لگایا: 242
○ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوتراب کا نام دیا گیا: 243
○ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین قابل رشک فضیلتیں: 243
○ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینے سے انکار کر دیا: 246
✿ تذکرہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ 248
○ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام: 248

○ حمزہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی کر علی رضی اللہ عنہ کی اونٹنیاں کاٹ ڈالیں: 248
○ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت: 250
✿ تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا 253
○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل 253
○ ازواجِ مطہرات دنیا کے مقابلے میں آخرت کی طلبگار تھیں: 253
○ شادی سے پہلے جبرئیل کا عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ریشمی کپڑے میں لانا: 254
○ عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں: 254
○ حضرت عائشہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی صلح کے بعد چالیس غلام آزاد کر دیے: ... 254
○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبرائیل علیہ السلام کا سلام: 255
○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کامل ایمان والی خاتون تھیں: 256
○ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اور عرش بریں سے ان کی پاکیزگی کا اعلان: 256
○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کی چاہت کا خیال رکھتے تھے: 265
○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بقیع الغرقد میں: 265
○ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوئی: 268
○ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کی باری پر سکون محسوس فرماتے تھے: 270
○ صحابہ کرام، عائشہ کی باری کے دن تحائف بھیجا کرتے تھے: 270
○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی وسعت اور شوق: 272
○ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن کے متعلق معقول اور جامع جواب دیتی ہیں: 274
○ ازواج مطہرات نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سمجھانے پر ورثہ مانگنا چھوڑ دیا: 275
✿ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا: 275
✿ تذکرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا 276
○ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کامل اور بہترین عورتوں میں شمار ہوتی ہیں: 276
○ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیرت: 276
○ خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کا سلام اور جنت میں محل کی بشارت: 277
○ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ سے محبت: 278

○ نبی ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں کوئی نکاح نہ کیا: 278
✿ تذکرہ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا 279
○ حضرت زینب سخاوت کیا کرتی تھیں: 279
✿ تذکرہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا 279
○ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا کمال درجہ صبر: 279
○ حضرت ابوطلحہ کے بیٹے کی وفات اور ام سلیم کا کمال صبر کا اظہار: 282
○ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی ﷺ کا راز کسی کو نہ بتانا: 282
○ حضرت اسماء کو نبی ﷺ نے سواری پر بٹھانا چاہا لیکن وہ شرمانے لگیں: 283
✿ تذکرہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ 284
○ نبی ﷺ نے چار قاری صحابہ سے قرآن سیکھنے کی ترغیب دی: 284
○ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہترین قاری اور حافظ تھے: 284
○ ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کے بڑے عالم تھے: 285
○ حضرت ابن مسعود کو نبی کریم ﷺ کے خادم ہونے کا اعزاز حاصل ہے: .. 285
○ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیرت نبوی کا نمونہ تھے: 286
○ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے گھر کے فرد محسوس ہوتے تھے: 287
○ حضرت ابن مسعود نبی ﷺ کے مقرب صحابی تھے: 287
✿ تذکرہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ 287
○ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایثار اور آیات کا نزول: 287
○ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کے راستے میں باغ قربان کردیا: 289
○ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے احد میں نبی ﷺ کا خوب دفاع کیا: 290
○ حضرت ابوطلحہ پر جنگ کے دوران سکینت کا نزول: 290
✿ تذکرہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ 291
○ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں: 291
○ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شہادت اور ان کا بنو قریظہ کے حق میں الٰہی فیصلہ: 291
○ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی وفات پر عرش لرز گیا: 294

● تذکرہ حضرت عباس ؓ 294
○ حضرت عباس کی دعا کے وسیلے سے بارش: 294
● تذکرہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ 295
○ حضرت عبدالرحمٰن کی دنیا سے بے نیازی اور برکت کا نزول: 295
● تذکرہ حضرت اسید اور عباد ؓ 296
○ دو صحابہ کے ساتھ نور چلتا رہا: 296
● تذکرہ حضرت ابی بن کعب ؓ 297
○ حضرت اُبی ؓ کا نام اللہ نے عرش پر لیا: 297
○ حضرت اُبی بن کعب ؓ ماہر قاری تھے: 297
● تذکرہ حضرت عبداللہ بن سلام ؓ 298
○ عبداللہ بن سلام ؓ کی موت اسلام پر: 298
● تذکرہ حضرت جریر بن عبداللہ ؓ 300
○ جریر بن عبداللہ ؓ نبی ﷺ کے مقرب تھے: 300
○ حضرت جریر ؓ نے نبی ﷺ کے حکم پر کعبہ یمانیہ جلا ڈالا: 300
● تذکرہ حضرت عروہ بارقی ؓ 301
○ حضرت عروہ ؓ مٹی کی تجارت کرتے تو نفع پاتے تھے: 301
● تذکرہ حضرت جعفر ؓ 302
○ حضرت جعفر ؓ مہمان نواز تھے: 302
○ حضرت جعفر ؓ جنت میں اڑ رہے تھے: 303
○ حضرت جعفر ؓ صورت اور سیرت میں نبی ﷺ کے مشابہ تھے: 303
● تذکرہ حضرت فاطمہ ؓ 304
○ حضرت فاطمہ ؓ کا نبی ﷺ کے مرض الموت میں رونا اور ہنسنا: 305
○ حضرت فاطمہ پر ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے پر نبی ﷺ کی ناراضگی: 306
● تذکرہ حضرت زبیر ؓ 307
○ حضرت زبیر ؓ نبی کریم ﷺ کے حواری تھے: 307

✿ تذکرہ حضرت طلحہ ؓ 308

○ حضرت طلحہ ؓ جنگوں میں نبی ﷺ کا خوب دفاع کرتے تھے: 308

✿ تذکرہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ 309

○ حضرت سعد ؓ مشکل حالات میں مسلمان ہونے والوں میں ہیں: 309

○ حضرت سعد ؓ کی ماں نے انھیں اسلام سے منع کیا لیکن...... 310

○ حضرت سعد ؓ نے مشکل گھڑی میں نبی ﷺ پر پہرہ دیا تھا: 311

○ نبی ﷺ نے حضرت سعد ؓ سے فرمایا میرے ماں باپ قربان ہوں: 312

○ حضرت سعد ؓ کو تلوار سے محبت ہوگئی: 312

○ حضرت سعد ؓ نے کثیر مال صدقہ کرنے کا ارادہ کیا: 313

○ شراب نوشی کا نقصان اور قرآنی آیت کا نزول: 313

○ حضرت سعد ؓ کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت: 314

○ سعد کی بد دعا سے کوفی کا دماغی توازن خراب: 315

✿ تذکرہ حضرت ابو العاص ؓ 316

✿ تذکرہ حضرت زید بن حارثہ ؓ 317

○ حضرت زید ؓ نبی ﷺ کو پیارے اور امارت کے لائق تھے: 317

○ نبی ﷺ نے زید بن حارثہ ؓ کو بیٹا بنایا ہوا تھا: 318

✿ تذکرہ حضرت اسامہ بن زید ؓ 318

○ حضرت اسامہ ؓ نبی ﷺ کے محبوب تھے: 318

○ نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی اور حضرت اسامہ ؓ ساتھ تھے: 319

✿ تذکرہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما 320

○ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تہجد گزار تھے: 320

✿ تذکرہ حضرت ابوعبیدہ ؓ 321

○ حضرت ابوعبیدہ ؓ کو امین الامہ کا لقب ملا: 321

✿ تذکرہ حضرت حسن ؓ 322

○ حضرت حسن ؓ نبی ﷺ کے پیارے تھے: 322

○ حضرت حسن ؓ نے مسلمان جماعتوں میں صلح کرا دی: 323
❁ تذکرہ حضرت حسین ؓ 324
○ حضرت حسن و حسین نبی ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہیں: 324
❁ تذکرہ حضرت بلال ؓ 325
○ حضرت بلال ؓ کے پاؤں کی آہٹ جنت میں: 325
○ بلال ؓ کو عمر ؓ اپنا سردار کہتے تھے: 326
○ حضرت بلال ؓ وفات نبوی ﷺ کے بعد: 326
❁ تذکرہ حضرت ابن عباس ؓ 327
○ حضرت ابن عباس ؓ کا طلب علمی کا شوق: 328
❁ تذکرہ حضرت خالد بن ولید ؓ 329
○ حضرت خالد ؓ کو اللہ کی تلوار کا لقب ملا: 329
○ ظہار کا کفارہ اور حضرت خولہ ؓ کی فضیلت 329
❁ تذکرہ حضرت عمرو بن عاص ؓ 333
○ حضرت عمرو بن عاص ؓ پر خوف الٰہی: 333
❁ تذکرہ حضرت ابی دجانہ ؓ 335
❁ تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرو ؓ 335
○ حضرت جابر کے والد عبد اللہ ؓ کی لاش چھ ماہ بعد سلامت تھی: 335
○ حضرت عبد اللہ پر فرشتوں کا سایہ: 336
❁ تذکرہ حضرت جلیبیب ؓ 336
❁ تذکرہ حضرت ابو ذر ؓ 337
○ حضرت ابو ذر ؓ کے مسلمان ہونے کا مفصل واقعہ: 337
○ ابو ذر ؓ کا حضرت معاویہ سے اختلاف: 345
❁ تذکرہ حضرت انس ؓ 346
○ حضرت انس ؓ کے لیے نبی کریم ﷺ کی دعا: 346
❁ تذکرہ حضرت ابن مکتوم ؓ 347

✿ تذکرہ حضرت حسان بن ثابت ؓ 347

○ حضرت حسان ؓ کو حضرت جبرائیل کی حمایت: 347

✿ تذکرہ حضرت ابو ہریرہ ؓ 350

○ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے ہر مومن محبت کرتا ہے: 350

○ حضرت ابو ہریرہ ؓ کا طلب علمی میں ذوق: 352

○ نبی ﷺ کی سفارش کا مستحق شخص کون؟ ابو ہریرہ ؓ کا سوال: 353

○ تکبیر تحریمہ کے بعد کی مسنون دعا کے متعلق ابو ہریرہ ؓ کا سوال: 353

○ ابو ہریرہ ؓ بھوک کے باعث بے ہوش ہو گئے: 354

✿ تذکرہ حضرت انس بن نضر ؓ 355

○ حضرت عامر ؓ افضل شہید ہوئے: 357

○ حبشہ کی ہجرت کرنے والوں کی دو ہجرتیں ہوئیں: 359

○ عمرو بن سلمہ ؓ بچپن میں امامت کراتے تھے: 360

○ حضرت ابو عامر ؓ کی شہادت کا واقعہ: 361

○ سمندر کے کنارے پر ایک بڑی مچھلی: 363

○ کعب بن مالک ؓ تبوک میں پیچھے رہ گئے: 364

○ مسجد میں پیدل چل کر آنے کی فضیلت: 373

✿ تذکرہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ ؓ 374

○ روضہ خاخ پر ایک جاسوسی کا خط: 374

○ حضرت حاطب ؓ جنتی ہے......!! 377

✿ تذکرہ حضرت خبیب ؓ اور ان کے ساتھی 378

○ حضرت عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب ؓ کی شہادت: 378

✿ تذکرہ حضرت عمرو بن عبسہ ؓ 381

✿ تذکرہ حضرت مصعب بن عمیر ؓ 384

✿ تذکرہ حضرت ثابت بن قیس ؓ 385

○ حضرت ثابت بن قیس کو جنت کا پروانہ: 385

❁ تذکرہ حضرت ربیعہ بن کعب ؓ 386
○ حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی فضیلت: 386
❁ تذکرہ انصار ؓ 387
○ انصار اللہ کا رکھا ہوا نام ہے: 387
○ انصار کا نبی ﷺ پر اعتراض اور آپ ﷺ کی ان سے محبت: 387
○ انصار نے کہا پہلے مہاجرین کو رقبہ دو بعد میں ہمیں دینا: 389
○ انصار کے بہترین چار محلے: 389
○ انصار حوض کوثر پر: 391
❁ تذکرہ بدری صحابہ ؓ 392
❁ فضائل قرآن 393
○ قرآن سے عزت ملتی ہے: 393
○ قرآن کو سمجھ کر اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے: 394
○ قرآن پڑھنے سے فضیلت ملتی ہے: 395
○ قیامت کے دن قرآن سفارشی ہوگا: 395
○ قرآن پڑھنے والا قابل رشک شخص ہے: 396
○ قرآن پڑھنے پڑھانے والا سب سے بہتر ہے: 397
○ قرآن کا قاری بلند مراتب کو پالیتا ہے: 397
○ قرآن کی ایک آیت بہترین اونٹنی سے بہتر ہے: 397
❁ قرآن مقدس کی سورتوں کے فضائل 399
○ سورہ فاتحہ سے مریض ٹھیک ہوگیا: 399
○ سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت: 400
○ فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت: 400
○ سورہ فتح کی فضیلت: 401
○ سورۂ کہف کی فضیلت: 402
○ سورۃ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾ کی فضیلت: 402

○ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے والے سے اللہ محبت کرتا ہے: 402
○ معوذتین کی فضیلت: 403
○ معوذتین سے دم: 404
❁ علم اور علماء کی فضیلت 405
○ دینی علم کے حصول کے لیے سفر کرنا: 407
○ دینی علم کے لیے باری مقرر کرنا: 410
○ دینی علم کے دنیاوی اور اخروی فوائد 411
○ قرآن کی وجہ سے لیلۃ القدر کو فضیلت 413
○ قرآن کی وجہ سے رمضان کا مہینہ افضل ہے: 414
○ صاحب قرآن رسول تمام رسولوں سے افضل ہے: 414
○ اوّلین قرآن کے حامل صحابہ افضل ہیں: 415
○ حامل قرآن امت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام افضل امت ہے: 416
○ حامل قرآن فرشتہ تمام فرشتوں سے افضل: 416
○ قرآن پڑھنے والا شخص سب سے بہتر: 417
○ علم اور اہل علم کی فضیلت اور نکتہ چین لوگ: 417
○ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کو جمع کر کے امت پر احسان کیا: 420
○ قرآن سن کر جنات مسلمان ہو گئے: 422

* * *

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس پرفتن دور میں انسان پریشان ہے کہ جنت کا راستہ کون سا ہے، کون سا مذہب اختیار کروں گا تو جنت ملے گی اور جہنم سے نجات پا سکوں گا؟

اس پریشانی کا علاج موجود ہے بشرطیکہ انسان دل پر پتھر باندھ کر اس علاج کی تلاش کرے اور اسے عمل میں لائے۔

وہ علاج یہ ہے کہ انسان قرآن اور حدیث کو اپنا لے اور باقی لوگوں کی وہ بات مانے جو قرآن اور حدیث کے مطابق ہو اور جو قرآن و حدیث کے مطابق نہ ہو اسے دل میں تنگی محسوس کیے بغیر ترک کر دے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ قرآن و سنت کا مطالعہ کرے، قرآن و سنت کی بات پر عمل کرے اور لوگوں کو بتائے، ہر سنی سنائی بات نہ سنائے اور نہ ہی اس پر عمل کرتا پھرے، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی صحیح باتوں کی جستجو کرے، مذکورہ اصول کا تعلق جہاں عام مسلمانوں سے ہے، تو وہاں علماء کا بھی فریضہ ہے کہ وہ اپنے دروس اور خطبات میں لوگوں سے وہ بات بیان کریں جو قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہو۔

اس وقت اگر چہ مسلمانوں میں بعض مسائل کا اختلاف ہے تاہم اس کا حل بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ دنیا میں تین کتابیں ایسی بھی موجود ہیں جن کی صحت پر سابقہ اور موجودہ دور کے مسلمانوں کا اتفاق ہے اور وہ ہیں قرآن کریم، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، ہمارے دینی مسائل کا اکثر ذخیرہ ان تین کتب میں موجود ہے اگر کوئی مسئلہ ان تین کتب سے حل نہ ہو تو بقیہ کتب حدیث کی اُن احادیث کو عمل میں لایا جائے جن پر علماء و محدثین نے صحت کا حکم لگایا ہے۔

چنانچہ آج تک حدیث پر بہت ریسرچ ہو چکی ہے اور یہ سلسلہ ابھی بھی جاری ہے، بعض کتب میں صحیح اور ضعیف احادیث کو الگ الگ درج کر دیا گیا ہے اور بقیہ کتب کے حاشیہ یا بین السطور صحت یا ضعف کا فیصلہ لکھ دیا گیا ہے اس لئے کسی حدیث کی صحت یا

ضعف کا حل کوئی مشکل امر نہیں رہا، یہ کام مکمل طور پر کیا جا چکا ہے صرف انسان اسے تلاش کرنے کی زحمت گوارا کر لے۔

اس پر فتن دور میں اکثر واعظین ضعیف حتیٰ کہ بے ثبوت واقعات بیان کر دیا کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی زمین پر تاریکی اور اختلاف وانتشار پیدا ہوتا ہے۔ لوگ سچا واقعہ سن کر آگے بیان نہیں کرتے لیکن اگر کوئی بے ثبوت واقعہ کانوں میں پڑ جائے تو اسے لوگوں میں سناتے چلے جاتے ہیں، یہ واردات شیطان کے اکسانے پر رونما ہوتی ہے، اس لئے علماء کو چاہیے کہ وہ بے ثبوت واقعات بیان نہ کیا کریں۔ اسی چیز کے پیش نظر ہم نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے واقعات کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور جب کہ صحاح ستہ کی بقیہ کتب پر کام ہو رہا ہے۔

اگر آپ اپنے خطبات و دروس میں صحیح واقعات بیان کرنے کے خواہش مند ہوں تو پھر ہماری کتاب ''صحیح بخاری کے منتخب واقعات'' کے ساتھ ساتھ زیر مطالعہ کتاب ''واقعات جو ایمان کو گرما دیں'' کا مطالعہ ضرور کریں کیونکہ یہ دونوں کتب صحیح واقعات کا مجموعہ ہیں۔

''واقعات جو ایمان کو گرما دیں'' میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے واقعات پیش کئے گئے ہیں، اور ان کا مکمل حوالہ بھی ساتھ دے دیا گیا ہے تاکہ اپنی تسلی اور حوالہ دریافت کرنے والوں کو مطمئن کیا جا سکے۔

اس کتاب میں ابتدائی عنوان اللہ تعالیٰ کی ہستی کے متعلق ہے اور وہ صحیح بخاری کے منتخب واقعات سے لیا گیا ہے۔ تاکہ کتاب کے ابتداء میں قاری اللہ تعالیٰ کے جاہ وجلال کا نقش ذہن میں رکھے جو کہ باعث برکت ثابت ہوگا۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر ہم سے بشری تقاضے کی رو سے کس قسم کی غلطی یا سہو ہو گیا ہو تو بندہ ناچیز کو مطلع کر کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کے مستحق ہوں۔

فقط والسلام

ابو یاسر

23-7-2007

اللہ عظیم و برتر ہے

کائنات کو پیدا کرنے والا اور چلانے والا صرف اللہ ہے:

١ ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة:٢٩)

”اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں موجود تمام چیزیں پیدا کیں پھر آسمان کی طرف بلند ہو گیا اور سات آسمان ہموار بنائے اور وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“

٢ ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ﴾ (البقرة:١٠٧)

٣ ﴿بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ (البقرة:١٠٧)

”کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ آسمان اور زمین کا ملک اللہ کا ہے اور تمہارے لیے اللہ کے علاوہ کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔“

آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اسے کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے:

٤ ﴿اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ لَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾(البقرة:٢٥٥)

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ہمیشہ زندہ اور (دنیا کائنات کا نظام) سنبھالنے والا ہے نہ وہ اونگھتا ہے اور نہ ہی سوتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب کچھ اسی کا ہے اس کے حکم کے بغیر کون ہے جو اس کے آگے سفارش کر سکے ان (لوگوں) سے پہلے اور بعد کی تمام چیزیں وہ جانتا ہے وہ اللہ کے علم میں سے وہی کچھ جانتے ہیں جس قدر وہ چاہتا ہے اس کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے زمین و آسمان کا سنبھالنا اسے تھکاتا نہیں ہے اور وہ بلند عظمت والا ہے۔“

۵ ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (آل عمران:٢٦)

”(اے محمد ﷺ) کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہتا ہے ملک عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عزت

سے نوازتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے ہر بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے تو ہی رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ نکالتا ہے اور جسے تو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔“

وہ سب کچھ جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے:

① ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ﴾ (آل عمران: ٥)

”کوئی چیز آسمان میں ہو یا زمین میں اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں ہے۔“

② ﴿ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾ (آل عمران: ٢٩)

”آپ کہہ دیں اگر تم کوئی بات اپنے سینوں میں چھپا لو یا اسے ظاہر کردو اسے اللہ جانتا ہے اور وہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر چیز کو جانتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔“

اللہ کے سامنے فرشتے، نبی اور ولی سب بے بس ہیں:

① ﴿ كَمْ مِنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْضٰى ﴾

(النجم: ٢٦)

”آسمانوں میں کتنے فرشتے ہیں ان کی سفارش کوئی نفع نہیں دے سکتی مگر اللہ کی اجازت کے ساتھ جس کے لیے وہ چاہے گا اور پسند کرے گا۔“

② ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا۝ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا۝ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا۝﴾

(الجن: ۲۰ تا ۲۲)

”کہہ دیں میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا، آپ ﷺ کہہ دیں میں تمہارے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں آپ ﷺ کہہ دیں کہ (اگر مجھے اللہ پکڑے تو) مجھے ہرگز کوئی نہیں بچا سکتا اور میں اس کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہیں پاؤں گا۔“

③ ﴿وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۝ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۝ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ۝﴾ (الحاقة: ٤٤-٤٧)

”اگر یہ (رسول) ہم پر کوئی بات اپنی طرف سے بنا لیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی بھی مجھ کو اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔“

الغرض قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت عظمت اور بڑائی کثرت سے بیان کی گئی اور اللہ کے سوا تمام مخلوق کو پست و بے بس ثابت کیا گیا ہے اللہ کے نبی اللہ سے دعا کرتے نظر آتے ہیں اگر کسی نبی سے کوئی ایسا کام ہو گیا جو نبوت کی شان کے لائق نہیں تھا تو انھوں نے اللہ سے ہی معافی مانگی، مثلاً آدم، نوح، وغیرہ کی دعائیں قرآن میں موجود ہیں۔

اس لیے ہمیں ہر چیز سے اللہ کو برتر سمجھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کو کسی نبی یا ولی کے سامنے بے بس ثابت کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

کیا نبی ﷺ نے اللہ کو دیکھا تھا؟

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا امی جان! یہ تو بتاؤ کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

« لَقَدْ كَفَّ شَعْرِيْ مِمَّا قُلْتَ »

”تیری بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔“

تین چیزیں ایسی ہیں جو ان میں سے ایک کہے گا تو وہ جھوٹ بولنے کا مرتکب ہوگا۔

① جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا تو اس نے جھوٹ بولا پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام:۱۰۳)

”اس کو کوئی آنکھ نہیں پا سکتی اور وہ سب نگاہوں کو پا سکتا ہے اور وہی باریک بین خبر رکھنے والا ہے۔“

﴿ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ﴾

”ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے سے گفتگو کرے مگر وحی کے ذریعے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی فرشتے کو بھیجے اور وہ اللہ کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کرے بے شک وہ بلند و حکمت والا ہے۔“ (الشوریٰ:۵۱)

② اور جو شخص کہے کہ محمد ﷺ کل کی باتیں جانتے ہیں تو وہ بھی جھوٹ بولتا ہے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَ مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا ﴾ (لقمان: ٣٤)

’’کہ کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا۔‘‘

③ جو تجھے بیان کرے کہ محمد ﷺ نے دین سے کچھ چھپا لیا تھا تو وہ بھی جھوٹ بولتا ہے، پھر یہ آیت تلاوت کی:

﴿ يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ﴾ (المائدہ: ٦٧)

’’اے رسول جو کچھ آپ ﷺ کی طرف نازل کیا گیا ہے اسے (من و عن) پہنچا دیں اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو آپ ﷺ نے (اللہ کا دین) نہ پہنچایا۔‘‘

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴾ سے مراد یہ ہے کہ) آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دوبار دیکھا تھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے وہ فرماتے ہیں:

« اَنَّهٗ رَاٰى جِبْرِيْلَ لَهٗ سِتُّ مِاَةِ جَنَاحٍ »

’’نبی کریم ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا ان کے چھ سو پر تھے۔‘‘

(التفسیر، سورۃ النجم، رقم: ٤٨٥٥)

اللہ تعالیٰ کافر کو منہ کے بل چلائے گا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی مکرم ﷺ سے سوال کیا، یا رسول اللہ! (اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:)

﴿ وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ﴾ (بنی اسرائیل: ٩٧)

”ہم قیامت کے دن ان (کفار) کو ان کے چہروں کے بل چلتے ہوئے اندھے گونگے اور بہرے بنا کر اٹھائیں گے۔“(وہ اپنے چہروں کے بل کیسے چلیں گے؟)

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَلَيْسَ الَّذِیْ اَمْشَاهُ عَلَى الرِّجْلَيْنِ فِي الدُّنْيَا قَادِرٌ عَلٰى اَنْ يُّمْشِيَهُ عَلٰى وَجْهِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ »

”کیا جس ذات نے دنیا میں انسان کو دو پاؤں پر چلایا کیا وہ قیامت کے دن اسے چہرے پر نہیں چلا سکتا؟“(الرقاق، باب الحشر:٦٥٢٣)

بیماری اللہ کے حکم سے لگتی ہے:

حضرت ابوہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

« لَا عَدْوٰى وَ لَا صَفَرَ وَ لَا هَامَةَ »

”ایک کی بیماری دوسرے کو نہیں لگتی اور نہ ہی صفر (نامی بیماری ہے یا صفر کے مہینے کی نحوست کا وجود ہے) اور نہ ہی ہامہ (مقتول کی روح کی کھوپڑی پرندہ بن جانے کا وجود ہے)

ایک اعرابی نے سوال کیا یا رسول اللہ! پھر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہرن کی طرح چاق و چوبند اونٹوں میں جب خارش زدہ اونٹ آ جاتا ہے تو وہ ان کو بھی خارش زدہ کر دیتا ہے؟

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: (ان کو تو خارش زدہ اونٹ نے بیماری لگائی تھی تو) پہلے اونٹ کو کس نے بیماری لگائی تھی؟ (یعنی جس طرح پہلے اونٹ کو اللہ نے بیماری لگائی تھی اس طرح دوسروں کو بھی اللہ نے لگائی تھی۔)(بخاری الطب، باب لا صفر وَهُوَدَاءٌ...... ٥٧١٧)

قسم کے لائق اللہ کی ذات ہے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول عربی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَاءِ كُمْ فَمَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰه »

”تم اپنے آباؤ اجداد کی قسمیں نہ کھایا کرو تم میں سے جو شخص قسم اٹھانا چاہے تو وہ اللہ کے نام کی قسم اٹھائے۔“

(التوحيد، باب السوال باسماء الله...... ۷۴۰۱)

قیامت میں ابراہیم علیہ السلام کا والد جہنم میں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے والد آزر سے ملیں گے اور آزر کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار ہو گا تو ابراہیم علیہ السلام ان سے کہیں گے:

« اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ لَا تَعْصِنِيْ »

”میں نے (دنیا میں) تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟“

تو ان کا باپ کہے گا کہ ”آج میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا (مجھے اللہ کے عذاب سے بچالو)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے

« يَا رَبِّ اِنَّكَ وَعَدْتَّنِيْ اَنْ لَّاتُخْزِيَنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ فَاَيُّ خِزْيٍ اَخْزٰى مِنْ اَبِيْ الْاَبْعَدِ »

”اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے قیامت کے دن ذلیل نہ کرے گا تو اس سے زیادہ ذلت کیا ہو گی کہ میرا باپ (ذلیل اور تیری رحمت سے دور ہو گیا؟“

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

«اِنِّی حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ»

”میں نے کافروں پر جنت حرام کر دی ہے۔“

پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! دیکھو تمہارے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ وہ دیکھیں گے کہ ایک بجو ہے جو نجاست سے لتھڑا ہوا ہے، پھر اس کے پاؤں پکڑ کر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (یعنی ان کے باپ کو بجو بنا دیا جائے گا)

(بخاری، احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالی ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا ...... ٣٣٥٠)

تشہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ پر سلام بھیجتے تھے:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم جب نبی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے تو (قعدہ میں) یہ پڑھا کرتے تھے «السلام علی اللہ السلام علی جبریل ......الخ» کہ اللہ پر سلام، جبریل پر سلام، میکائیل پر سلام اور فلاں پر سلام اور فلاں پر سلام تو (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ» اللہ تو خود ہی سلامتی والا ہے تو اس پر سلام بھیجنے کی کیا ضرورت؟ اس لئے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کہے: «اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ......»

تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں (نازل ہوں) ہم پر سلام اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام۔ جس وقت تم یہ کلمات کہہ دو گے تو یہ دعا اللہ کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گی خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں:

« اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ»

”میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

(بخاری، الاذان، باب التشهد فی الاخرة: ٨٣١)

بارش ستارے نہیں بلکہ اللہ برساتا ہے:

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ میں بارش کے بعد (جو رات کے وقت ہوئی تھی) صبح کی نماز پڑھائی پھر جب آپ ﷺ (نماز سے) فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ کر کے فرمایا: تم جانتے ہو کہ تمہارے پروردگار عزوجل نے کیا فرمایا ہے؟ وہ بولے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ زیادہ جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ارشاد فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ مومن بنے اور کچھ کافر تو جن لوگوں نے کہا کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی تو ایسے لوگ میرے اوپر ایمان لائے اور ستاروں (وغیرہ) کا انکار کیا اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہم پر فلاں ستارے کے سبب سے بارش ہوئی تو وہ میرے منکر ہوئے اور ستاروں پر ایمان لائے۔ (بخاری، المغازی، باب غزوة الحديبية: ٤١٤٧)

نبی ﷺ سورج گرہن ہونے پر گھبرا گئے اور لمبی نماز پڑھی:

سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) سورج گرہن ہوا تو نبی ﷺ خوف زدہ ہو کر کھڑے ہو گئے آپ ﷺ کو اس بات کا خوف تھا کہ کہیں قیامت نہ آجائے۔ پھر آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور بڑے لمبے قیام اور رکوع اور سجدے کے ساتھ نماز پڑھائی۔ اس قدر طویل نماز پڑھتے میں نے کبھی آپ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

«هٰذِهِ الْاٰيَاتُ الَّتِیْ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ

اَحَدٍ وَّ لَا لِحَیَاتِهٖ وَ لٰكِنْ یَّخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ»

''یہ نشانیاں ہیں جن کو اللہ عزوجل اپنے بندوں کو ڈرانے کے لیے بھیجتا ہے۔ نہ کسی کی موت کے سبب ایسا ہوتا ہے اور نہ کسی کی زندگی کے سبب بلکہ اس کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے لہذا جب تم سورج گرہن دیکھو تو اللہ کے ذکر کی طرف اور اس سے دعا مانگنے اور اس سے استغفار کرنے کی طرف گھبرا جایا کرو۔

(بخاری،الکسوف، باب الذکر في الکسوف:۱۰۵۹)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے نماز کسوف میں قرأت بلند آواز سے فرمائی، پھر جب آپ ﷺ اپنی قرأت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی پھر رکوع کیا اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو کہا (**سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ**) گرہن کی نماز میں آپ ﷺ نے قراءت بار بار کی۔ غرض اس نماز میں دو رکعتوں کے اندر چار رکوع اور چار سجدے کیے۔

(بخاری، الکسوف، باب الجهر بالقراء ة في الکسوف:۱۰۶۵)

جنت جہنم اللہ کے اختیار میں ہے کسی کو یقین سے جنتی نہ کہا جائے:

ام العلاء انصاری خاتون (بیان کرتی ہیں جنہوں) نے نبی ﷺ سے (اسلام پر) بیعت کی تھی کہ مہاجرین کا (انصار کے ساتھ بھائی چارہ قائم کرنے کے لیے) قرعہ ڈالا گیا تو ہمارے حصے میں سیدنا عثمان بن مظعون ؓ آئے تو ہم انہیں اپنے گھر میں لے گئے، پھر وہ اس مرض میں مبتلا ہوگئے جس میں انہوں نے وفات پائی جب ان کی وفات ہوگئی اور ان کو غسل دیا جا چکا اور ان کے کپڑوں میں انہیں کفن دے دیا گیا تھا ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا

« رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْكَ اَبَا السَّائِبِ شَهَادَتِيْ عَلَيْكَ لَقَدْ اَكْرَمَكَ اللّٰهُ »

"اے ابو سائب! تم پر اللہ کی رحمت ہو، میری گواہی تمہارے حق میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت سے سرفراز کر دیا ہوگا۔"

تو نبی ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا معلوم کہ اللہ نے انہیں عزت سے سرفراز کر دیا ہے؟ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! میرے باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں (میں نے یہ اس سبب سے کہا کہ) اگر اللہ تعالیٰ انہیں سرفراز نہ فرمائے گا تو (پھر) وہ کون ہوگا جسے اللہ سرفراز کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک انہیں (اچھی حالت میں) موت آئی ہے اور میں بھی ان کے لیے بھلائی کی امید رکھتا ہوں (لیکن یقین سے میں نہیں کہہ سکتا کہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا ہے) پھر فرمایا:

« وَ مَا اَدْرِیْ وَاللّٰهِ وَ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا یُفْعَلُ بِهٖ »

اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ ام العلاء فرماتی ہیں کہ اس کے بعد اب میں کسی کی پاکیزگی کی شہادت نہیں دوں گی، حضرت ام العلاء فرماتی ہیں کہ مجھے اس بات پر بہت غم لاحق ہوا پھر میں سوئی تو خواب میں میں نے حضرت عثمان بن مظعون ؓ کا جاری چشمہ دیکھا میں نے اس خواب کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا (چشمے سے مراد) عثمان بن مظعون ؓ کا عمل ہے۔ جو مرنے کے بعد بھی جاری ہے۔

(بخاری، مناقب الانصار، باب مقدم النبی ﷺ و اصحابه المدینة: ۳۹۲۹)

جنگ خندق میں فرشتے بھی شامل تھے:

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خندق کے دن (جنگ سے) لوٹے اور اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور غسل فرمایا تو حضرت جبریل ؑ آپ ﷺ کے پاس آئے اور وہ اپنے سر سے غبار جھاڑ رہے تھے) فرمانے لگے

آپ ﷺ نے تو ہتھیار رکھ دیئے حالانکہ میں نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب کدھر (جانا ہے؟) جبریل علیہ السلام نے بنی قریظہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس طرف۔ ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ پھر (اسی وقت) رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف چل دیئے۔ (جب ان کا محاصرہ کیا گیا تو) انھوں نے حضرت سعد کے فیصلے پر رضا مندی کا اظہار کر دیا پھر آپ ﷺ نے ان کا فیصلہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیا کہ ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ ان کے لڑائی کے قابل جوانوں کو قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔

(بخاری، المغازی۔ باب مرجع النبی ﷺ...... رقم: ٤١٢٢)

آپ ﷺ نے کافروں کو آگ میں جلانے کا حکم واپس لے لیا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے کسی لشکر میں بھیجا اور ہم سے فرمایا اگر تم قریش کے فلاں فلاں (دو آدمیوں) کو پالو تو انہیں آگ میں جلا دینا، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر جب ہم سفر پر روانہ ہونے لگے تو ہم آپ ﷺ کے پاس رخصت ہونے کو آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں اور فلاں شخص کو آگ میں جلا دینا۔ (لیکن اب ایسا نہیں کرنا)

« اِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِھَا اِلَّا اللّٰہُ فَاِنْ وَجَدْتُّمُوْھُمَا فَاقْتُلُوْھُمَا »

”آگ سے تو اللہ ہی عذاب کرتا ہے۔ لہذا اگر تم ان کو گرفتار کر لو تو انہیں قتل کر دینا۔“ (بخاری، الجہاد۔ باب التودیع...... رقم: ٢٩٥٤)

عبداللہ بن ابی جہنمی بنا، اسے سفارش نبوی کام نہ آئی:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن ابی (منافق) جب مر گیا تو

اسکا بیٹا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ آپ مجھے اپنا کرتا دیجئے (میں اس میں اسے کفن دونگا) اور آپ ﷺ اس کا جنازہ بھی پڑھا دینا اور اس کے لیے استغفار بھی کرنا آپ ﷺ نے اپنا کرتا اس کو دے دیا اور فرمایا: (جب جنازہ تیار ہو جائے تو) مجھے اطلاع دینا میں اس کی نماز جنازہ پڑھا دوں گا اس نے آپ ﷺ کو اطلاع دی جب آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانا چاہی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو پیچھے سے پکڑ لیا اور عرض کی کہ کیا منافقوں پر نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منع نہیں فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے دونوں باتوں کا اختیار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ...... الخ﴾(سورة توبه: ٨٠)

”آپ ﷺ ان (منافقوں کے لیے) دعائے مغفرت کریں یا نہ کریں (یہ ان کے حق میں برابر ہے اور) اگر آپ ﷺ ستر (٧٠) مرتبہ بھی دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز ہرگز معاف نہیں کرے گا۔“

آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾ (التوبة: ٨٤)

”یعنی ان منافقین میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کا جنازہ ہرگز نہ پڑھائیں اور اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہونا۔“

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ عبداللہ بن ابی کے پاس اس کے بعد تشریف لائے جب کہ وہ قبر میں دفن کر دیا گیا تھا تو آپ ﷺ

نے اس کو نکالا اور اپنا لعاب اس کے منہ میں ڈال دیا اور اپنا کرتا اسے پہنا دیا۔

(بخاری التفسیر، سورة التوبة، باب ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ ﴾ :٤٦٧٢)

آپ ﷺ کا نواسہ فوت ہو گیا آپ اللہ کی رضا پر راضی ہو گئے:

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (سیدہ زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا لڑکا حالت نزع میں ہے آپ تشریف لائیں لیکن آپ ﷺ تشریف نہ لے گئے بلکہ آپ ﷺ نے جواب میں یہ کہلا بھیجا کہ انھیں میری جانب سے سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ آپ ﷺ کہتے ہیں کہ (میں آ کر کیا کروں گا) جو اللہ تعالیٰ نے دے دیا اور جو لے لیا سب اسی کا ہے اور ہر چیز اس کے یہاں ایک مدت معین تک قائم ہے۔ انھیں صبر کرنا چاہیے لیکن دوبارہ انہوں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا اور آپ ﷺ کو قسم دلائی کہ وہاں ضرور تشریف لائیں تب آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور چند صحابہ بھی تھے۔ (جب وہاں آپ ﷺ پہنچے) تو وہ صاحبزادہ رسول اللہ! کے پاس اٹھا کر لایا گیا اور (اس وقت اس کا آخری وقت تھا) اس کی جان تڑپ رہی تھی (ابو عثمان راوی) فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ (سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے) کہا تھا کہ وہ اس طرح تڑپ رہا تھا گویا کہ مشک (لڑھکتی ہو) آپ ﷺ کی آنکھیں آنسو سے بھر آئیں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« هٰذِهٖ رَحْمَةٌ جَعَلَهَا اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِ عِبَادِهٖ وَ اِنَّمَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الرُّحَمَاءَ »

”یہ رحمت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور اللہ تعالیٰ انہی بندوں پر رحم کرتا ہے جو رحم دل ہوتے ہیں۔“

(بخاری، الجنائز، باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض بکاء اھله علیه...... ١٢٨٤)

آپ ﷺ اپنی بیٹی کی قبر پر روئے:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی (سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا) کے جنازے کے ساتھ تھے اور رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ ﷺ کی آنکھوں کو دیکھا کہ آنسوں بہا رہی تھیں پھر سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (جب قبر تیار ہوگئی) تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے جس نے رات کو جماع نہ کیا ہو۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم (قبر میں) اترو۔ چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے۔

(بخاری، الجنائز باب قول النبی ﷺ یعذب المیت ببعض..... ۱۲۸۵)

حضرت جعفر اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم کی شہادت پر آپ ﷺ روئے:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ کے پاس حضرت زید بن حارثہ اور جعفر اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر آئی تو آپ ﷺ بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ کے چہرے پر رنج کا اثر نمایاں تھا اور میں یہ سارا منظر دروازے کے سوراخ سے دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے گھر کی مستورات اور ان کے رونے کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ جا کر انہیں منع کرے۔ چنانچہ وہ گیا اور اس نے منع کیا۔ وہ دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ وہ بات نہیں مانتیں تو آپ ﷺ نے فرمایا انہیں جا کر منع کردو۔ وہ گیا اور منع کیا۔ پھر تیسری بار آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہ وہ مجھ پر غالب آگئیں، (میرا کہا نہیں مانتیں) آپ ﷺ نے فرمایا جا کر ان کے منہ میں خاک ڈال دے۔ میں نے کہا: «اَرْغَمَ اللّٰهُ اَنْفَكَ» اللہ تیرا ناک خاک آلود کرے۔ نہ تو تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل کرسکتا ہے اور نہ ہی تو

آپ کی جان چھوڑتا ہے۔

(بخاری، الجنائز، باب من جلس عند المصیبة یعرف فیه الحزن: ۱۲۹۹)

آپ ﷺ کے بیٹے کا انتقال اور اللہ کی رضا پر رضا مندی:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ابو یوسف لوہار کے ہاں گئے اور وہ (رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے) سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کے رضاعی باپ تھے تو رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لے لیا اور انہیں بوسہ دیا اور ان کے اوپر منہ مبارک رکھا پھر اس کے بعد ابو یوسف کے ہاں گئے اور سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ حالت نزع میں تھے تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ ﷺ بھی (روتے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابن عوف یہ رونا تو ایک رحمت ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبُ يَحْزَنُ وَ لَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضٰى رَبُّنَا إِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ »

"آنکھیں رو رہی ہیں اور دل رنجیدہ ہے لیکن ہم زبان سے وہ بات نہیں کہیں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہو، اور اے ابراہیم! ہم تمہاری جدائی سے بڑے غمگین ہیں۔"

(بخاری، الجنائز، باب قول النبی ﷺ إِنَّا بِفِرَاقِكَ لَمَحْزُوْنُوْنَ: ۱۳۰۳)

نبی کریم ﷺ کوشش کے باوجود ابو طالب کی موت کفر پر:

سیدنا مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابو طالب کی موت کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اس کے پاس ابوجہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ پہلے ہی سے موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو

طالب سے فرمایا:

«اَیْ عَمِّ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ كَلِمَةً اَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللّٰهِ »

"اے چچا لا الہ الا اللہ کہہ دو۔ میں تمہارے لیے اللہ کے ہاں اس کی گواہی دوں گا۔"

لیکن ابوجہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابو طالب کیا تم عبدالمطلب کے طریقے سے پھرے جاتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ متواتر کلمہ شہادت کی ان کو دعوت دیتے رہے اور وہ دونوں بھی وہی بات کہتے رہے۔ حتی کہ ابوطالب نے سب سے آخری بات جو کہی وہ، یہ تھی کہ اس نے کہا «هُوَ عَلٰى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ» کہ وہ عبدالمطلب کے طریقے پر مر رہا ہے۔ اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا (پھر وہ مر گیا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے چچا جان! اللہ کی قسم! میں تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھ کو اس سے ممانعت نہ کی جائے گی۔ (چنانچہ آپ ﷺ استغفار کرنے لگے) جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ (سورة توبه: ١١٣)

"پیغمبر اور ایمان والوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ مشرکوں کے لیے استغفار کی دعا کریں اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں اس کے بعد کہ ان کو معلوم ہو جائے کہ وہ جہنمی ہیں۔"

(بخاری۔ التفسیر باب قوله ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ......﴾ رقم: ٤٦٧٥)

نبی ﷺ نے اپنی بیٹی سے کہا میں اللہ کے ہاں تجھے کوئی فائدہ نہ دے سکوں گا:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ (الشعراء: ٢١٤)

”اور اپنے قریب کے عزیز، رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔“

تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے گروہ قریش (یا کوئی اسی قسم کا اور لفظ فرمایا)

« اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا...... »

”تم اپنی جانوں کو بچالو میں اللہ کے عذاب سے تمہیں نہیں بچا سکتا۔“

اے بنی عبد مناف میں تمہیں اللہ کے (عذاب سے) نہیں بچا سکتا اور اے صفیہ! رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی! میں تمہیں اللہ (کے عذاب) سے نہیں بچا سکتا۔

« یَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَّالِیْ لَا اُغْنِیْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا »

”اے فاطمہ محمد ﷺ کی بیٹی تم مجھ سے میرا مال جس قدر چاہو مانگ لو مگر میں اللہ (کے عذاب) سے تمہیں بھی نہیں بچا سکتا۔“

(التفسیر، باب ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ......﴾ ،رقم: ٤٧٧١)

نبی ﷺ سوئے رہے اور سورج نکل آیا:

سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک رات نبی ﷺ کے ساتھ سفر کیا تو بعض لوگوں نے کہا کہ کاش آپ ﷺ ہمیں آرام کرنے دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم نماز (فجر) سے (غافل ہو کر) سوتے نہ رہو۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بولے کہ میں تم سب کو جگا دوں گا۔ لہذا سب لوگ لیٹ گئے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اپنی پیٹھ اپنی اونٹنی سے لگا کر بیٹھ گئے مگر ان پر بھی نیند غالب آ گئی اور وہ بھی سو گئے۔ نبی ﷺ ایسے وقت بیدار ہوئے کہ جب سورج نکل چکا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال رضی اللہ عنہ! تمہارا کہنا کہاں گیا؟ انہوں نے عرض کی کہ جیسی نیند

آج آئی ہے ویسی نیند کبھی بھی مجھے نہیں آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا (سچ ہے) اللہ نے تمہاری جانوں کو جس وقت چاہا قبض کر لیا اور جس وقت چاہا واپس کر دیا۔ اے بلال ؓ! اٹھو اور نماز کے لیے اذان کہو۔ پھر آپ نے وضو فرمایا اور جب سورج بلند ہو گیا اور سفید ہو گیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔

(بخاری، مواقیت الصلاۃ، باب الاذان بعد ذهاب الوقت : ٥٩٥)

عذاب الٰہی کی مختلف صورتیں اور نبی ﷺ کی اللہ کے آگے عاجزی:

سیدنا جابر ؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ ﴾

"آپ کہہ دیجیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب اوپر سے نازل کر دے"

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں تیرے چہرے کی پناہ مانگتا ہوں۔" پھر اللہ نے کہ فرمایا: ﴿ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ﴾ یا تمہارے قدموں کے نیچے سے عذاب برپا کر دے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اللہ میں تیرے چہرے کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر اللہ نے فرمایا:

﴿ اَوْ یَلْبِسَكُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ ﴾ (الانعام: ٦٥)

"یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو لڑا دے اور تمہارے ایک دوسرے کی لڑائی چکھا دے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: یہ پہلے عذابوں سے ہلکا یا فرمایا کہ یہ عذاب آسان ہے۔

(بخاری، التوحید، باب قول اللہ ﴿ كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ...... ٧٤٠٦)

جنات آسمان کی خبریں چرا لیتے ہیں:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمانوں میں حکم صادر فرماتا ہے تو فرشتے اس کے حکم پر عاجزی سے اپنے پر مارنے لگتے ہیں، جیسے زنجیر صاف پتھر پر لگے تو آواز آتی ہے۔ (اس طرح کی آواز پیدا ہوتی ہے) جب ان فرشتوں کے دلوں سے خوف کی حالت جاتی رہتی ہے تو ایک فرشتہ دوسرے سے کہتا ہے کہ پروردگار نے کیا حکم فرمایا؟ دوسرا کہتا ہے جو کچھ فرمایا ہے وہ حق ہے اور وہ بڑا بلند و برتر ہے۔ (بعض اوقات) فرشتوں کی یہ باتیں چوری سے بات اڑانے والے (شیطان) بھی سن لیتے ہیں اور وہ (زمین سے آسمان تک) اوپر تلے ہوتے ہیں۔ پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آگ کا شعلہ سب سے اوپر والے شیطان کو لگ جاتا ہے اور اسے اس سے پہلے جلا دیتا ہے کہ وہ اپنے نیچے والے کو بات پہنچائے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ شعلہ اس تک نہیں پہنچتا اور وہ اپنے نیچے والے کو بات پہنچا دیتا ہے۔ (وہ اس سے نیچے والے کو) اس طرح وہ بات زمین تک پہنچا دیتے ہیں پھر وہ بات جادوگر تک پہنچا دی جاتی ہے پھر وہ اس میں سو جھوٹ ملا کر لوگوں سے بیان کرتا ہے۔ کوئی بات اس کی سچ نکلتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو اس نجومی نے ہمیں فلاں دن یہ یہ بات بتائی تھی کہ آئندہ ایسا ایسا ہوگا اور ویسا ہو گیا ہے اس کی بات سچ نکلی حالانکہ یہ (سچی بات) وہ ہوتی ہے جو (براہ راست) آسمان سے چرائی گئی تھی۔ (بخاری، التفسیر، سورۃ الحجر، باب قولہ ﴿إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ﴾...... ٤٧٠١)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک جب آسمان میں کوئی فیصلہ کرتا ہے تو فرشتے عاجزی سے پھڑ پھڑانے لگتے ہیں اس کی آواز اس طرح ہوتی ہے جس طرح صاف پتھر پر زنجیر کو مارنے سے آواز پیدا ہوتی ہے:

« فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ »

”جب ان کی گھبراہٹ چلی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے حق فرمایا ہے وہ بلند اور بڑا ہے۔“

اللہ کے اس حکم کو شیاطین سن لیتے ہیں وہ ایک دوسرے کے اوپر چڑھے ہوئے ہوتے ہیں جو بات شیطان سن لیتا ہے وہ بات اپنے سے نیچے والے کو پہنچاتا ہے پھر دوسرا تیسرے کو پہنچاتا ہے حتی کہ آخری شیطان کاہن اور جادوگر کو بتا دیتا ہے بعض اوقات بات نیچے پہنچانے سے پہلے شعلہ آ کر شیطان کو بھسم کر دیتا ہے بعض اوقات بات نیچے پہنچا دی جاتی ہے (شعلہ بعد میں آتا ہے) پھر اس سچی بات میں سو جھوٹ ملا کر بیان کی جاتی ہے (جب آسمان والی بات سچی ہو جاتی ہے) تو کہا جاتا ہے کہ دیکھو یار! فلاں دن (جادوگر یا کاہن وغیرہ نے) فلاں بات کہی تھی وہ آج سچی ہو گئی اب اس ایک بات کی وجہ سے دوسری جھوٹی باتوں کی بھی تصدیق کر لی جاتی ہے۔ (بخاری، التفسیر، سورۃ سباء، باب حَتّٰی اِذَا فُزِّعَ...... ٤٨٠٠)

آپ ﷺ نے شہد کو حرام کر دیا تو اللہ نے قرآن اتار دیا:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو میٹھا اور شہد بہت پسند تھا اور آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ عصر کی نماز پڑھ کر اپنی بیویوں کے پاس جاتے تھے اور ان میں سے کسی سے بوس و کنار بھی کرتے تھے (ایک دن) ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور معمول سے زیادہ ٹھہرے رہے۔ (اس سے) مجھے غیرت آئی اور میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کسی نے مجھ سے کہا کہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو ان کی قوم کی کسی عورت نے شہد کا ایک ڈبہ بطور تحفہ بھیجا تھا۔ انہوں نے وہ شہد آپ ﷺ کو پلایا (اس وجہ سے دیر ہو گئی) میں نے کہا واللہ! میں تو کوئی حیلہ کروں گی۔ میں نے ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ جب نبی ﷺ تمہارے پاس آئیں تو تم کہنا کہ شاید آپ ﷺ نے مغافیر کھایا ہے، نبی ﷺ انکار کریں گے لیکن

پھر تو یہ کہنا کہ یہ بدبو آپ ﷺ کے منہ سے مجھے کیسی آتی ہے؟ جب وہ تجھ سے کہیں گے کہ میں نے حفصہ ؓ کے پاس شہد پیا ہے تو تم کہنا کہ شاید اس (شہد) کی مکھیوں نے درخت عرفط کا رس چوسا ہوگا اور میں بھی یہی کہوں گی اور اے صفیہ! تم بھی یہی کہنا۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ سودہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (آکر) دروازے پر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ میں نے تیرے خوف کے باعث اس بات کے کہنے کا جو تو نے مجھ سے کہی تھی ارادہ کرلیا۔ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سودہ کے قریب پہنچے اس نے آپ سے کہا کہ یارسول اللہ! کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، وہ بولیں پھر آپ کے منہ سے بدبو کیسی آتی ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ مجھے حفصہ ؓ نے تھوڑا سا شہد پلایا ہے۔ وہ بولیں شاید شہد کی مکھی نے عرفط کا رس چوسا ہوگا۔ جب میرے پاس آئے تو میں نے بھی آپ ﷺ سے یہی کہا اور جب صفیہ ؓ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا اور جب آپ حفصہ کے پاس دوبارہ تشریف لے گئے تو حفصہ ؓ نے کہا کہ یارسول اللہ! میں آپ کے لئے شہد لاؤں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے شہد کی حاجت نہیں۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ سودہ نے کہا کہ واللہ! ہم نے رسول اللہ کو شہد پینے سے محروم کردیا ہے۔ میں نے کہا ارے چپ رہو (کہیں رسول اللہ کو خبر نہ ہوجائے)

(بخاری، الطلاق، باب ﴿لِمَ تُحَرِّمَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ﴾ ...... ٥٢٦٨)

عائشہ ؓ اور نبی ﷺ دونوں بیک وقت سر درد میں مبتلا ہوگئے:

حضرت قاسم بن محمد فرماتے ہیں کہ ایک دن سر درد کی وجہ سے ام المومنین عائشہ صدیقہ ؓ نے کہا "ہائے میرا سر پھٹا جاتا ہے"۔ تو رسول اللہ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا (غم نہ کرو اگر میری زندگی میں تمہارا انتقال ہوگیا تو میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کروں گا۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا ہائے میں مر جاؤں۔ اللہ کی قسم! میں تو

سمجھتی ہوں کہ آپ ﷺ میرا مرنا ہی پسند کرتے ہیں اگر میں مرجاؤں گی تو آپ اسی دن شام کو اپنی بیویوں میں سے کسی کے ساتھ رات گزاریں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: یہ بات ہرگز نہیں بلکہ میں خود بھی دردِ سر میں (خود مبتلا) ہوں اور چاہتا ہوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کے پاس کسی کو بھیج کر (ان کو بلالوں اور خلافت کی) وصیت کردوں تاکہ بعد میں کوئی کچھ نہ کہہ سکے اور نہ کوئی (خلافت کی) آرزو کرسکے (مگر پھر میں نے دل میں کہا:

« يَأْبَى اللّٰهُ وَ يَأْبَى الْمُؤْمِنُوْنَ »

”اللہ خود (کسی دوسرے کی خلافت) منظور نہیں کرے گا اور نہ ہی مسلمان قبول کریں گے۔“

(بخاری المرضی، باب ما رخص للمریض ان یقول انی وجع...... ٥٦٦٦)

گرہن کی نماز کے کے موقع پر آپ ﷺ کا اللہ کی طرف رجوع:

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ سورج گرہن ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوگئے اور (جلدی میں) اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے مسجد میں گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ داخل ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں دو رکعت نماز پڑھائی۔ یہاں تک کہ سورج روشن ہوگیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّ اِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا وَادْعُوْا حَتّٰى يُكْشَفَ مَا بِكُمْ »

”سورج اور چاند کسی کے مرنے کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے تم جب یہ کیفیت دیکھا کرو تو نماز پڑھا کرو اور دعا کیا کرو۔ حتی کہ سورج صاف ہو جائے۔“

ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَ لٰکِنْ یُّخَوِّفُ اللّٰہُ بِھِمَا عِبَادَہٗ»

لیکن سورج چاند کے گرہن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوف دلاتا ہے۔ اسی طرح ایک حدیث میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک مرتبہ سورج گرہن ہوا، جس دن کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام (فرزند رسول اللہ ﷺ) کی وفات ہوئی تو لوگوں نے کہا کہ سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے سبب سے سورج گرہن ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سورج اور چاند نہ کسی کے مرنے سے گرہن میں آتے ہیں اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے لہٰذا جب تم (گرہن کو) دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں (ایک مرتبہ) سورج گرہن ہو گیا آپ ﷺ نے کی نماز پڑھاتے ہوئے) بہت طویل قیام کیا۔ پھر رکوع کیا تو وہ بھی بہت طویل کیا (پھر رکوع کے بعد) قیام کیا تو وہ بھی بہت طویل کیا لیکن وہ پہلے قیام سے کم تھا۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور بہت طویل سجدہ کیا۔ پھر دوسری رکعت میں بھی اسی طرح کیا جیسے پہلی رکعت میں کیا تھا اس کے بعد نماز مکمل کی اور اس وقت تک سورج صاف ہو چکا تھا۔ پھر لوگوں کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا، اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

«اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ لَا یَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّ لَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمْ ذٰلِکَ فَادْعُوا اللّٰہَ وَ کَبِّرُوْا وَ صَلُّوْا وَ تَصَدَّقُوْا»

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، نہ کسی کے مرنے سے گرہن میں آتے ہیں اور نہ کسی کی زندگی سے۔ اس لیے تم جب گرہن لگا دیکھو تو اللہ

سے دعا کرو اور اس کی بڑائی بیان کرو اور نماز پڑھو اور صدقہ دو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے امت محمد! اللہ کی قسم! اللہ سے زیادہ کوئی اس بات کی غیرت نہیں رکھتا کہ اس کا غلام یا اس کی لونڈی زنا کرے۔ اے امت محمد ﷺ!

« وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَّ لَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا »

”اللہ کی قسم اگر تم لوگ ان باتوں کو جان لو جو میں جانتا ہوں تو تمہیں ہنسی بہت کم اور رونا بہت زیادہ آئے۔“ (بخاري الكسوف: ١٠٤٠، ١٠٥٩، ١٠٤٣، ١٠٤٤)

آپ ﷺ قبر کے عذاب سے پناہ مانگتے تھے:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک یہودیہ کوئی سوال کرنے آئی اور اس نے (بطور دعا کے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے) کہا کہ اللہ تمہیں عذاب قبر سے بچائے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا لوگوں کو ان کی قبروں میں عذاب کیا جاتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے فرمایا: ہاں! پھر (عائشہ رضی اللہ عنہا نے) گرہن والی حدیث ذکر کی اور آخر میں کہا کہ (رسول اللہ ﷺ نے) لوگوں کو حکم دیا کہ عذاب قبر سے پناہ مانگیں۔

(بخاري، الكسوف، باب التعوذ من عذاب القبر في الكسوف: ١٠٤٩،)

* * *

تصدیقات محمدیہ ﷺ

ورقہ بن نوفل سے آپ ﷺ کی تصدیق:

نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق غیر مسلموں نے کی، ذیل کے واقعات اس بات پر شاہد ہیں۔ اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا سب سے پہلی وحی جو رسول اللہ ﷺ پر شروع ہوئی، وہ اچھے خواب تھے۔ جو خواب آپ ﷺ دیکھتے تھے وہ (صاف صاف) صبح کی روشنی کے مثل ظاہر ہو جاتا تھا۔ (پھر اللہ کی طرف سے) خلوت کی محبت آپ ﷺ کو دے دی گئی۔ چنانچہ آپ غار حراء میں خلوت فرمایا کرتے تھے اور وہاں آپ کئی راتیں (لگاتار) جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر نہ آتے تھے اور اسی قدر زاد راہ بھی لے جایا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے پاس وحی آ گئی اور آپ غار حرا میں تھے یعنی فرشتہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے آپ ﷺ سے کہا کہ پڑھو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں“ آپ ﷺ فرماتے ہیں پھر فرشتے نے مجھے پکڑ لیا اور مجھے (زور سے) بھینچا۔ یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی۔ مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیئے! تو میں نے کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے مجھے پھر پکڑ لیا اور (زور سے) بھینچا یہاں تک کہ مجھے تکلیف ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھیے۔ تو میں نے کہا کہ میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پھر سے پکڑ لیا اور تیسری بار مجھے (زور سے) بھینچا پھر مجھ سے کہا کہ:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ ......الخ ﴾ (العلق:۱ تا ۳)

اپنے پروردگار کے نام (کی برکت) سے پڑھو جس نے (ہر چیز کو) پیدا کیا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا پڑھو اور (یقین کرلو) تمہارا پروردگار بڑا بزرگ ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کا دل اس واقعہ کے سبب سے (مارے خوف کے) کانپنے لگا اور آپ ﷺ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور (وہاں موجود لوگوں سے) کہا کہ ”مجھے کمبل اڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو کمبل اڑھا دیا۔ یہاں تک کہ (جب) آپ ﷺ کے دل سے خوف جاتا رہا تو آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے تمام ماجرہ (جو غار میں پیش آیا تھا) بیان کر کے کہا کہ بلا شبہ مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بولیں کہ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ آپ ﷺ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ یقیناً آپ ﷺ صلہ رحمی کرتے ہیں، کمزور کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ (جو چیز لوگوں کے پاس نہیں وہ) انہیں کما کر دیتے ہیں مہمان نوازی کرتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) مدد کرتے ہیں۔ پھر خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزی جو کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے چچا کے بیٹے تھے کے پاس آپ ﷺ کو لائیں اور ورقہ وہ شخص تھا جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا اور عبرانی کتاب لکھا کرتا تھا اور وہ بوڑھا آدمی تھا اس کی بینائی جا چکی تھی تو اس سے ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے (کا حال) سنو تو ورقہ نے کہا اے بھتیجے! کیا معاملہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ دیکھا تھا ان سے بیان کر دیا تو ورقہ نے آپ ﷺ سے کہا کہ یہ وہ فرشتہ ہے۔ جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ اے کاش میں اس وقت (جب آپ ﷺ نبی ہوں گے) جوان ہوتا، اے کاش میں (اس وقت تک) زندہ رہتا جب کہ آپ کو آپ کی قوم (مکہ سے) نکال دے گی۔ رسول ﷺ نے (یہ سن کر بہت تعجب سے) فرمایا کیا یہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں جس شخص نے بھی آپ ﷺ جیسی دعوت پیش کی اس سے (ہمیشہ)

دشمنی کی گئی اور اگر مجھے آپ ﷺ کی (نبوت) کا دور مل گیا تو میں آپ ﷺ کی بہت ہی بھر پور طریقے سے مدد کروں گا۔ مگر چند ہی روز گزرے تھے کہ ورقہ کی وفات ہو گئی اور وحی چند روز کے لیے) رک گئی۔

ایک روایت میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وحی کے بند ہو جانے کا حال بیان کرتے ہوئے (یہ بھی) فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک دن) اس حال میں کہ میں چلا جا رہا تھا تو یکا یک میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنی نظر اٹھائی تو (کیا دیکھتا ہوں کہ) وہی فرشتہ جو غار حراء میں میرے پاس آیا تھا، ایک کرسی پر زمین و آسمان کے درمیان میں معلق بیٹھا ہوا ہے۔ میں (اسے دیکھ کر) ڈر گیا۔ پھر لوٹ آیا تو میں نے (گھر میں آ کر) کہا مجھے کمبل اڑھا دو مجھے کمبل اڑھا دو۔ (پھر اسی موقع پر) اللہ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿ يَآاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ ﴾ (المدثر: ۱۔۵)

> ”اے کپڑا اوڑھنے والے، اٹھ کھڑا ہو اور (لوگوں کو عذاب الٰہی سے) ڈرا اور اپنے پروردگار کی (بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر اور ناپاکی (یعنی بتوں کی پرستش) کو چھوڑ رکھنا۔“

پھر وحی مسلسل نازل ہونے لگی۔

(بخاری، کتاب بدء الوحی۔ باب کیف کان بدء الوحی..... رقم: ۳)

ہرقل کے دربار میں تصدیق محمدی ﷺ:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ ہرقل (شاہ روم) نے ہمارے پاس ایک آدمی ہمیں بلانے کے لیے بھیجا (اور وہ) قریش کے چند

سواروں میں (بیٹھے ہوئے تھے) اور ان دنوں ہم لوگ شام میں تاجر (بن کر گئے) تھے (اور یہ واقعہ) اس زمانہ میں (ہوا ہے) جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان اور (نیز دیگر) کفار قریش سے (صلح حدیبیہ والا) عہد کیا تھا۔ چنانچہ سب قریش ہرقل کے پاس آئے اور یہ لوگ (اس وقت) ایلیاء میں تھے۔ تو ہرقل نے ان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور اس کے گرد سرداران روم (بیٹھے ہوئے) تھے۔ پھر ان (سب قریشیوں) کو اس نے (اپنے قریب) بلایا اور اپنے ترجمان کو طلب کیا اور (قریشیوں سے مخاطب ہوکر) کہا کہ تم میں سب سے زیادہ اس شخص کا قریب النسب کون ہے، جو اپنے کو نبی کہتا ہے؟ ابوسفیان ؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ میں ان سب سے زیادہ (ان کا) قریب النسب ہوں (یہ سنکر) ہرقل نے کہا کہ ابوسفیان کو میرے قریب کر دو اور اس کے ساتھیوں کو (بھی) قریب رکھو اور ان کو ابوسفیان کے پیچھے (کھڑا) کرو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص کا حال پوچھتا ہوں (جو اپنے کو نبی کہتا ہے) اگر یہ مجھ سے جھوٹ بیان کرے تو تم (فوراً) اس کی تردید کر دینا۔ (ابوسفیان) کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر (مجھے) اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ لوگ میرے اوپر جھوٹ بولنے کا الزام لگائیں گے تو یقیناً میں آپ ﷺ کے متعلق غلط باتیں بیان کر دیتا۔ غرض سب سے پہلے جو ہرقل نے مجھ سے پوچھا تھا، یہ تھا کہ ان کا نسب تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہیں۔ (پھر) ہرقل نے کہا کہ کیا تم میں سے کسی نے ان سے پہلے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں (پھر) ہرقل نے کہا کہ کیا ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ (پھر) ہرقل نے کہا کہ با اثر لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے؟ میں نے کہا (امیروں نے نہیں بلکہ) کمزور لوگوں نے۔ (پھر) ہرقل بولا کہ آیا ان کے پیروکار (روز بروز) بڑھتے چلے جا رہے ہیں یا کم ہوتے جا

رہے ہیں؟ میں نے کہا (کم نہیں ہوتے بلکہ) زیادہ ہوتے جارہے ہیں۔ (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ آیا ان (لوگوں) میں سے (کوئی) ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے بدظن ہو کر منحرف بھی ہو جاتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے کہا کیا وہ جھوٹ بھی بولتا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ کیا وہ (کبھی) وعدہ خلافی کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں، ہاں اب ہم ان کی طرف سے ایک معاہدے میں ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ اس میں کیا کریں گے (وعدہ خلافی کرتے ہیں یا وعدہ وفائی) ابوسفیان کہتے ہیں کہ سوائے اس کلمہ کے اور کہیں مجھے موقع نہ ملا کہ میں کوئی غلط بات (آپ ﷺ کے حالات میں) داخل کر دیتا۔ (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ کیا تم نے (کبھی) اس سے جنگ بھی کی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ تو (ہرقل) نے کہا تمہاری جنگ اس سے کیسی رہی؟ میں نے کہا کہ لڑائی ہمارے اور ان کے درمیان ڈول (کے مثل) رہتی ہے کہ (کبھی) وہ ہم سے لے لیتے ہیں اور (کبھی) ہم ان سے لے لیتے ہیں (یعنی کبھی ہم فتح پاتے ہیں اور کبھی وہ)۔ (پھر) ہرقل نے پوچھا کہ وہ تم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں:

> «اُعْبُدُوا اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ اتْرُكُوْا مَا يَقُوْلُ اٰبَآؤُكُمْ وَ يَأْمُرُنَا بِالصَّلٰوةِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ وَالصِّلَةِ»
>
> ”کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور (شرکیہ باتیں وعبادتیں) جو تمہارے باپ دادا کیا کرتے تھے، سب چھوڑ دو اور ہمیں نماز (پڑھنے) اور سچ بولنے اور پرہیز گاری اختیار اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔“

اس کے بعد ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہو کہ میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے بیان کیا کہ وہ نبوت کے دعوی دار (اعلیٰ) نسب والے

ہیں۔ سنو! تمام پیغمبر اپنی قوم کے نسب میں اسی طرح (عالی نسب) مبعوث ہوا کرتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ نبوت کا دعویٰ تم میں سے کسی اور نے بھی ان سے پہلے کیا تھا؟ تو تم نے کہا نہیں۔ میں نے (اپنے دل میں) یہ کہا کہ اگر یہ بات ان سے پہلے کوئی کہہ چکا ہوتا تو میں کہہ کہتا کہ وہ اپنے پیش رو شخص کی تقلید کر رہے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ تھا؟ تو تم نے کہا نہیں! تو میں نے (اپنے دل میں) کہا تھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی بادشاہ ہوا ہوتا تو میں کہہ دیتا کہ وہ اپنے باپ دادا کا ملک (اقتدار حاصل کرنا) چاہتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ کہیں تم ان پر جھوٹ کی تہمت لگاتے تھے؟ تو تم نے کہا نہیں۔ (اب) میں یقیناً جانتا ہوں کہ (کوئی شخص) ایسا نہیں ہو سکتا کہ لوگوں سے تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے لیکن اللہ پر جھوٹ بولے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا بڑے (با اثر) لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے یا کمزور لوگوں نے؟ تو تم نے کہا کہ کمزور لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے اور (دراصل) تمام پیغمبروں کے پیروکار ایسے ہی لوگ (ہوتے رہے) ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ ان کے پیرو زیادہ ہوتے جا رہے ہیں یا کم؟ تو تم نے کہا زیادہ ہوتے جا رہے ہیں اور (درحقیقت) ایمان کا یہی حال (ہوتا) ہے حتیٰ کہ کمال کو پہنچ جائے اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے ناخوش ہو کر (دین سے) منحرف بھی ہو جاتا ہے؟ تو تم نے بیان کیا کہ نہیں! اور ایمان (کا حال) ایسا ہی ہے کہ جب اس کی بشاشت دلوں میں رچ بس جائے (تو پھر نہیں نکلتی) اور میں نے تم سے پوچھا کہ کیا وہ وعدہ خلافی کرتے ہیں؟ تو تم نے کہا نہیں! اور (بات یہ ہے کہ) اسی طرح پیغمبر وعدہ خلافی نہیں کرتے اور میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ تو تم نے کہا وہ تمہیں یہ حکم دیتے ہیں کہ اللہ اکیلے کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک

نہ کرو نیز تمہیں بتوں کی پوجا سے منع کرتے ہیں اور تمہیں نماز (پڑھنے)، سچ بولنے اور پرہیز گاری (اختیار کرنے) کا حکم دیتے ہیں۔ سنو! جو کچھ تم نے کہا اگر سچ ہے تو:

«فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ»

''عنقریب وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے مالک ہو جائیں گے۔''

اور بے شک میں (کتب سابقہ کی پیش گوئی سے) جانتا تھا کہ وہ (آخر الزمان نبی) ظاہر ہونے والے ہیں مگر میں یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے۔ اگر میں جانتا کہ ان تک پہنچ سکوں گا تو میں ان سے ملنے کا بڑا اہتمام اور کوشش کرتا۔

«وَلَوْ كُنْتُ عِنْدَهُ لَغَسَلْتُ عَنْ قَدَمَيْهِ»

''اور اگر میں ان کے پاس ہوتا تو یقیناً میں ان کے قدموں کو دھوتا۔''

پھر ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کا (مقدس) خط، جو آپ ﷺ نے سیدنا دحیہ کلبی کے ساتھ امیر بصریٰ کے پاس بھیجا تھا اور امیر بصریٰ نے اس کو ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا، منگوایا (اور اس کو پڑھوایا) تو اس میں (یہ مضمون) تھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ إِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔ أَمَّا بَعْدُ فَإِنِّيْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيْسِيِّيْنَ

﴿وَ يٰأَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا إِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ أَنْ لَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ٦٤)

"اللہ نہایت مہربان رحم والے کے نام سے"

(یہ خط) اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد ﷺ کی طرف سے بادشاہ روم کی طرف ہے۔ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔ بعد اس کے (واضح ہو کہ) میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ اسلام لاؤ گے تو (قہر الٰہی سے) بچ جاؤ گے اور اللہ تمہیں تمہارا ثواب دو گنا دے گا اور اگر تم (میری دعوت سے) منہ پھیرو گے تو بلا شبہ تم پر (تمہاری) تمام رعیت کے (ایمان نہ لانے) کا گناہ ہوگا اور "اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اور تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو سوائے اللہ کے پروردگار بنائے (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ) پھر اگر اہل کتاب اس سے اعراض کریں تو تم کہہ دینا کہ اس بات کے گواہ رہو کہ ہم تو اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں"

ابو سفیان کہتے ہیں کہ جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا، کہہ چکا اور (آپ ﷺ کا) خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے ہاں بہت ہی شور ہونے لگا۔ آوازیں بلند ہوئیں پھر ہم لوگ (وہاں سے) نکال دیے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا، جب کہ ہم سب باہر نکال دیے گئے:

«لَقَدْ اَمِرَ اَمْرُ ابْنُ اَبِیْ كَبْشَةَ»

"(دیکھو تو) ابو کبشہ کے بیٹے (یعنی محمد ﷺ) کا معاملہ و رتبہ اس قدر بڑھ گیا۔"

کہ اس سے بنو اصفر (یعنی روم) کا بادشاہ بھی خوف کھا رہا ہے۔ پھر ہمیشہ میں

اس کا یقین رکھتا رہا کہ وہ عنقریب غالب ہو جائیں گے حتی کہ اللہ نے مجھ کو مشرف بہ اسلام کر دیا۔

راوی کہتا ہے کہ ابن ناطور جو ایلیاء کا حاکم، ہرقل کا دوست اور شام کے عیسائیوں کا پیر پادری تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ ہرقل جب ایلیاء میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان حال اٹھا تو اس کے بعض درباریوں نے کہا کہ ہمیں (اس وقت) آپ پریشان نظر آرہے ہیں۔ ابن ناطور کہتا ہے کہ ہرقل کاہن تھا، علم نجوم میں مہارت رکھتا تھا، تو اس نے اپنے درباریوں سے، جب کہ انھوں نے پوچھا، یہ کہا کہ میں نے رات کو جب ستاروں میں نظر کی تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ غالب ہو گیا ہے تو (دیکھو کہ) اس دور کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ سوائے یہود کے کوئی ختنہ نہیں کرتا، لیکن یہود کا آپ فکر نہ کریں اور اپنے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں (حاکموں کو) لکھ بھیجئے کہ جتنے یہود وہاں ہیں سب قتل کر دیے جائیں۔ وہ لوگ اپنی اسی منصوبہ بندی میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا وہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق بیان کرتا تھا، سو جب ہرقل نے اس سے یہ خبر معلوم کی تو (اپنے لوگوں سے) کہا کہ جاؤ اور دیکھو کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہے یا نہیں؟ لوگوں نے اس کو دیکھا تو بیان کیا کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہے۔ اور ہرقل نے اس سے اہل عرب کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ وہ ختنہ کرتے ہیں۔ تب ہرقل نے کہا کہ یہی (نبی ﷺ) اس دور کے لوگوں کے بادشاہ ہیں جو ظاہر ہو چکے ہیں۔ پھر ہرقل نے اپنے ایک دوست کو جو رومیہ میں رہتا تھا اسے (یہ حال) لکھ بھیجا اور وہ علم (نجوم) میں اسی کا ہم پلہ تھا اور ہرقل حمص کی طرف چلا گیا۔ پھر حمص سے باہر بھی نہیں جانے پایا تھا کہ اس کے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آ گیا۔ وہ بھی نبی ﷺ کے ظہور کے بارے میں ہرقل کی رائے کی موافقت کر رہا تھا

اور یہ (اس نے لکھا تھا) کہ وہ نبی ہیں۔ اس کے بعد ہرقل نے سرداران روم کو اپنے محل میں جو حمص میں تھا طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر دیے جائیں، تو وہ بند کر دیے گئے، پھر ہرقل (اپنے بالا خانے سے) باہر آیا اور کہا کہ اے روم والو! کیا ہدایت اور کامیابی میں (کچھ حصہ) تمہارا بھی ہے؟ اور (تمہیں) یہ (منظور ہے) کہ تمہاری سلطنت قائم رہے؟ (اگر ایسا چاہتے ہو) تو اس نبی ﷺ کی بیعت کر لو۔ تو (یہ سنتے ہی) وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے لیکن دروازوں کو بند پایا۔ بالآخر جب ہرقل نے (اس درجہ) ان کی نفرت دیکھی اور (ان کے) ایمان لانے سے مایوس ہو گیا تو بولا کہ ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ اور (جب وہ آئے تو ان سے) کہا کہ میں نے یہ بات ابھی جو کہی تھی تو اس سے تمہارے دین کی مضبوطی کا امتحان لینا (مقصود) تھا اور وہ مجھے معلوم ہو گئی۔ پھر لوگوں نے اسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے اور ہرقل کی آخری حالت یہی رہی۔ (یعنی کافر ہو کر مرا)

بخاری کتاب بدء الوحی، رقم: ۷

* * *

رحمت الٰہی بے بہا اور بہت وسیع ہے

لوگوں کو معاف کرنے والے ایک گناہ گار کو اللہ کریم نے معاف فرما دیا:

حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، پہلے زمانہ کے ایک شخص کے پاس موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا میت سے پوچھا گیا:

« هَلْ عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ »

کیا تو نے زندگی بھر کوئی نیک عمل بھی کیا تھا ؟

اس نے کہا کہ مجھے تو اپنا کوئی نیک عمل نظر نہیں آتا۔ اسے کہا گیا، سوچ لے۔ چنانچہ اس نے سوچ کر کہا کہ مجھے اور تو کوئی نیکی نظر نہیں آ رہی البتہ یہ ہے کہ میں لوگوں سے خرید و فروخت کرتا تھا اور میں اپنی رقم کا مطالبہ کرتا (اگر اس کے پاس پیسے نہیں ہوتے تھے تو) اگر وہ شخص مالدار ہوتا تھا تو اسے مہلت دے دیا کرتا تھا اور اگر وہ غریب ہوتا تھا تو اسے معاف کر دیا کرتا تھا: « فَأَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ » (اللہ نے فرمایا تو بندہ ہو کر معاف کرتا رہا تو میں رب ہو کر تجھے معاف کیوں نہ کر دوں) پھر اللہ نے اسے معافی دے کر جنت میں داخل کر دیا۔"

(بخاری، احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بني إسرائيل: ٣٤٥١)

اپنے آپ کو آگ میں جلانے کا حکم دینے والے کو معاف کر دیا:

حضرت حذیفہ ؓ فرماتے ہیں کہ سید الانبیاء والمرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص بیمار تھا جب وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے گھر والوں کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر کے مجھے آگ میں

جلا دینا جب میری ہڈیاں بھی جل جائیں تو انھیں پیس لینا پھر جس دن تیز ہوا چلے تو میرے جسم کی راکھ کو دریا میں بہا دینا۔

اس کی وصیت کے مطابق اس کے ورثاء نے ایسا ہی کیا لیکن رب العالمین نے اس کی راکھ کو جمع کر کے اسے انسان بنا کر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ تو نے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ تو اس نے کہا اللہ میں نے یہ سب کچھ تیرے خوف سے کیا (کہ کہیں میں تیرے غضب میں نہ آ جاؤں) « فَغَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ » اللہ پاک نے اسے معاف فرما دیا۔ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص کفن چور تھا۔

(بخاری، احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی إسرائیل: ٣٤٥٢)

سو انسانوں کا قاتل بخش دیا گیا:

حضرت ابو سعید خدری ؓ فرماتے ہیں کہ محمد کریم ﷺ نے فرمایا، بنی اسرائیل کے ایک شخص نے ننانوے (۹۹) قتل (ناجائز) کر رکھے تھے (ایک دن اسے اللہ کا خوف آیا تو) وہ گھر سے نکلا اور راہب (عیسائی عابد) کے پاس گیا اور پوچھا کہ کیا میرے لیے توبہ کی کوئی صورت ہے اس نے کہا (تو اتنا بڑا مجرم) تیرے لیے معافی کہاں؟ اس نے اسے بھی قتل کر ڈالا (کہ معافی تو ہے نہیں تو پھر اسے قتل کر کے سو قتل پورے نہ کر دوں؟ لیکن اس کے دل میں پھر خوف الٰہی آیا اور) اس نے پوچھنا شروع کر دیا (کہ کوئی شخص ہے جو مجھے توبہ کی کوئی صورت بتا دے؟)

ایک شخص نے اسے کہا کہ تو فلاں بستی میں چلا جا (اور وہاں اللہ کے نیک بندے موجود ہیں ان میں جا کر عبادت گزاری کر اور معافی مانگ تجھے اللہ کریم معاف فرما دیں گے) وہ اس بستی کی طرف چلا اور راستے میں اسے موت آ گئی (اس کے دل میں توبہ کا جو جذبہ تھا اس کے تحت) وہ اپنے سینے کے بل آگے کو گھسٹنے لگا جب مر گیا تو اس کے پاس رحمت اور عذاب کے دونوں قسم کے فرشتوں نے آپس میں جھگڑا شروع

کر دیا (رحمت والے فرشتے کہتے تھے کہ یہ توبہ کی نیت سے جا رہا تھا اس لیے اسے جنت میں لے جائیں گے لیکن عذاب کے فرشتوں نے کہا اس کی پوری زندگی بدعملیوں سے بھری ہوئی ہے اسے جنت کیسے مل سکتی ہے لیکن) رب کریم و رحیم نے گناہوں والی بستی کو حکم دیا کہ تو کچھ دور ہو جا اور توبہ والی بستی سے فرمایا کہ تو قریب ہو جا پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ دونوں بستیوں کا فاصلہ ناپو:

« فَوُجِدَ لَهُ اِلٰى هٰذِهِ اَقْرَبَ بِشِبْرٍ فَغُفِرَ لَهُ »

"جب فاصلے کی پیمائش کی گئی تو وہ توبہ والی بستی کے ایک بالشت بھر قریب تھا تو اسے تمام گناہ بخش دیے گئے۔"

(بخاری، احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل: ۳۴۷۰)

اللہ کی رحمت کے سو حصے ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ فِي مِاَةِ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّ تِسْعِيْنَ جُزْءً وَّ اَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءً وَّاحِدًا »

"کہ اللہ پاک نے اپنی رحمت کے سو حصے بنائے ننانوے حصے اپنے پاس رکھ لیے اور ایک حصہ دنیا میں اتار دیا اسی ایک حصہ رحمت کے باعث مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے حتی کہ ایک جانور اپنے بچے کو تکلیف سے بچانے کے لیے اپنا پاؤں بچے کے اوپر سے ہٹا لیتا ہے (یہ بھی رحمت کے ایک حصے کی برکت سے ہے۔"

(بخاری، الادب، باب جعل اللہ الرحمة فی ...... ۶۰۰۰)

ایک روایت میں ہے کہ اگر کافر کو اللہ کی وسیع رحمت کا علم ہو جائے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہو اس طرح اگر مومن کو اللہ کے بڑے عذاب کا علم ہو جائے تو وہ جہنم

سے بے خوف نہ ہو۔ (بخاری، الرقاق، باب الرجاء مع الخوف: ٦٤٦٩)

اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحمت کرنا کسی اور پر نہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ نماز پڑھا رہے تھے اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے ایک اعرابی نے نماز میں یوں دعا کی:

« اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا وَ لَا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا »

”اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم فرما کسی اور پر ہمارے ساتھ رحم نہ کرنا۔“

جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو اعرابی سے فرمایا:

« لَقَدْ حَجَّرْتَ وَاسِعًا...... »

”تو نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا؟“

(بخاری، الادب، باب رحمة الناس والبهائم: ٦٠١٠)

اللہ تعالیٰ بہت صبر والا ہے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید ولد آدم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لَیْسَ اَحَدٌ اَوْ لَیْسَ شَیْءٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی سَمِعَهٗ مِنَ اللّٰہِ اِنَّھُمْ لَیَدْعُوْنَ لَهٗ وَلَدًا وَ اِنَّهٗ لَیُعَافِیْھِمْ وَ یَرْزُقُھُمْ »

”دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو تکلیف کی باتیں سنے اور وہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ صبر کرسکتا ہو۔“

دیکھو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے۔ (اتنی بڑی گستاخی کے بعد بھی) اللہ تعالیٰ انھیں تندرستی اور رزق عطا فرماتا چلا جاتا ہے۔

(بخاری، الادب باب الصبر فی الاذی و قول اللہ اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ...... ٦٠٩٩)

اللہ رات کے آخری حصے میں رحمت کی آواز لگاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات جب تیسرا حصہ رات کا باقی ہوتا ہے تو آواز لگاتا ہے:

« مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَهٗ مَنْ یَّسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَهٗ وَ مَنْ یَّسْتَغْفِرُ نِیْ فَاَغْفِرَلَهٗ »

''کہ کون ہے جو مجھ سے دعا مانگے اور میں اس کی دعا کو شرف قبولیت بخشوں کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے عطا کروں اور کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی بخشش چاہے اور میں اسے بخش دوں؟''

(بخاری، الدعوات، باب الدعا نصف اللیل، رقم:٦٣٢١)

اللہ تعالیٰ سے اصرار کے ساتھ دعا کی جائے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رحمۃ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِذَا دَعَا اَحَدُکُمْ فَلْیَعْزِمِ الْمَسْئَلَةَ »

''جب تم میں سے کوئی دعا مانگے تو پختہ طریقے سے دعا مانگے یہ نہ کہے اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے فلاں چیز دے دے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا ماتحت نہیں ہے (کہ وہ کسی اور کے کہنے پر دے گا)''

(بخاری، کتاب الدعوات، باب لیعزم المسئلة، رقم:٦٣٣٨)

اللہ تعالیٰ نیکی کا ارادہ کرنے پر بھی نیکی دیتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ (نے فرشتوں سے) فرما دیا ہے کہ میرا بندہ جب برائی کا ارادہ کرے لیکن کر نہ سکے تو اس کی برائی نہ لکھو اگر برائی کا ارتکاب کر لے تب ایک ہی برائی لکھو اگر وہ برائی کو

میری رضا کے لیے ترک کر دے تب بھی نیکی لکھو اور جب نیکی کا ارادہ کرے لیکن کر نہ سکے تو اسے ایک نیکی لکھو اگر نیکی کر لے تو اسے دس نیکیوں سے سات سو نیکیوں تک لکھو۔

بخاری، کتاب الرد علی الجہمیة، باب قوله ﴿ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُبَدِّلُوْا...... ﴾ رقم: ۷۵۰۱

اللہ اپنے بندے کو بخشتا چلا جاتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ جب بندہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر وہ اپنے رب سے کہتا ہے کہ اے اللہ! مجھے یہ گناہ معاف کر دے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور عذاب بھی دیتا ہے لہٰذا میں نے اپنے بندے کو بخش دیا کچھ عرصہ بعد اس سے دوبارہ گناہ ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے اے میرے رب مجھے بخش دے تو اللہ فرماتا ہے کہ میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو گناہ کو معاف کرتا ہے اور گناہ پر گرفت بھی کرتا ہے اس لیے میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا اس سے پھر گناہ ہو جاتا ہے اور وہ معافی چاہتا ہے اللہ فرماتا ہے میرے بندے کو معلوم ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو بخشتا بھی ہے اور گرفت بھی کرتا ہے میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا ہے۔ (بخاری، التوحید، باب قول اللہ ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُبَدِّلُوْا...... ﴾ ۷۵۰۷)

کتے کو پانی پلانے والی عورت بخش دی گئی:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک بدکار عورت کو اللہ تعالیٰ نے صرف اس وجہ سے معاف کر دیا کہ اس نے کنویں کے دہانے پر ایک کتے کو ہانپتے ہوئے دیکھا، وہ پیاس کی وجہ سے مرنے کے قریب تھا۔ اس (عورت) نے اپنا موزہ اتارا پھر اس کو اپنی چادر میں باندھ کر اس (کتے) کے لیے (کنویں سے) پانی نکالا (اور اسے پلایا) اللہ تعالیٰ نے اس کو اس نیکی کے بدلے

میں جہنم سے بچا لیا۔ (بخاری، بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب احکم ...... ۳۳۲۰)

سب سے آخر میں جنت میں جانے والا شخص انعامات الٰہی میں:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو دیکھیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم چودھویں رات کے چاند (کو دیکھنے) میں تکلیف اٹھاتے ہو جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ لوگوں نے عرض کی کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو کیا تم سورج (کے دیکھنے) میں ہجوم کا شکار ہوتے ہو جب اس کے سامنے بادل نہ ہو؟ لوگوں نے عرض کی نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسی طرح اپنے رب کو دیکھو گے۔ (سنو) قیامت کے دن لوگ (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو (دنیا میں) جس کی عبادت کیا کرتا تھا وہ اس کے پیچھے چلا جائے۔ چنانچہ کوئی ان میں سے سورج کے پیچھے چلا جائے گا اور کوئی ان میں سے چاند کے پیچھے چلا جائے گا اور کوئی ان میں سے بتوں کے پیچھے چلا جائے گا اور (امت محمدیہ ایمان داروں کا) گروہ باقی رہ جائے گا اور ان میں اس امت کے منافق (بھی شامل) ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ اس صورت میں جس کو وہ نہیں پہچانتے، ہوں گے اس میں ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو وہ کہیں گے (ہم تجھے نہیں جانتے) ہم اس جگہ کھڑے رہیں گے حتی کہ ہمارا رب ہمارے پاس آ جائے اور جب وہ آئے گا ہم اسے پہچان لیں گے۔ پھر اللہ عزوجل ان کے پاس (اس صورت میں) آئے گا (جس کو وہ پہچان لیں گے) اور فرمائے گا میں تمہارا پروردگار ہوں تو وہ کہیں گے ہاں تو ہمارا رب ہے۔ اللہ انہیں بلائے گا اور جہنم پر پل صراط رکھ دیا جائے گا تو تمام پیغمبر جو اپنی امتوں کے ساتھ (اس پل سے) گزریں گے، ان سب میں سے پہلا میں

ہوں گا اور اس وقت سوائے پیغمبروں کے کوئی بول نہ سکے گا اور پیغمبروں کا کلام اس دن «اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ» ہوگا اے اللہ سلامتی سے گزار دے سلامتی سے گزار دے اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کے مشابہ آنکڑے ہوں گے۔ کیا تم لوگوں نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟

صحابہ نے عرض کی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو وہ سعدان کے کانٹوں کے مشابہ ہونگے البتہ ان کی لمبائی کو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ آنکڑے لوگوں کو ان کے اعمال کے موافق اچکیں گے چنانچہ ان میں سے کوئی اپنے اعمال کے سبب (جہنم میں گر کر) ہلاک ہو جائے گا اور کوئی ان میں سے (مارے زخموں کے) چور چور ہو جائے گا۔ اس کے بعد بالآخر نجات پائے گا، حتی کہ جب اللہ دوزخیوں میں سے جن پر مہربانی کرنا چاہے گا فرشتوں کو حکم دے گا کہ جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے وہ نکال لیے جائیں، چنانچہ فرشتے انہیں نکال لیں گے اور فرشتے انہیں سجدوں کے نشانوں سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ نے (دوزخ کی) آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو جلائے۔ ابن آدم کے کل جسم کو آگ جلا ڈالے گی سوائے سجدوں کے نشان کے تو آگ سے وہ نکالے جائیں گے اور وہ جل کر سیاہ ہو چکے ہوں گے پھر ان کے اوپر آب حیات پانی ڈالا جائے گا تو (اس کے پڑنے سے) وہ ایسے اگیں گے جیسے دانہ سیلاب کے بہاؤ میں اگتا ہے۔ اس وقت اللہ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو چکا ہوگا۔ اور ایک شخص جنت اور دوزخ کے درمیان باقی رہ جائے گا اور وہ تمام دوزخیوں میں سے سب سے آخر میں جنت میں جائے گا۔ اس کا منہ دوزخ کی طرف ہوگا کہے گا اے میرے پروردگار میرا منہ دوزخ (کی طرف) سے پھیر دے کیونکہ مجھے اس کی ہوا نے جھلسا کر رکھ دیا ہے اور مجھے اس کے شعلے نے جلا دیا ہے۔ اور وہ دعائیں مانگتا چلا جائے گا آخر اللہ فرمائے گا، اچھا اگر تیرے ساتھ یہ

احسان کر دیا جائے تو اس کے علاوہ تو کوئی چیز نہیں مانگے گا؟ وہ کہے گا:

«لَا وَعِزَّتِكَ لَا اَسْئَلُكَ غَيْرَهٗ»

''تیری بزرگی کی قسم نہیں کچھ نہیں مانگوں گا۔''

پھر جب وہ جنت کی طرف منہ کرے گا تو اس کی رونق دیکھے گا۔ پھر جس قدر اللہ تعالیٰ اس شخص کا خاموش رہنا پسند کرے گا، وہ آدمی چپ رہے گا اس کے بعد کہے گا اے میرے رب مجھے جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے اس بات پر وعدے نہیں کیے تھے کہ جو تو مانگ چکا ہے اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں مانگے گا؟

وہ عرض کرے گا اے میرے رب! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب تو نہ کر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اگر تجھے یہ بھی عطا کر دیا جائے تو تو اس کے علاوہ کوئی اور چیز تو نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ قسم تیری بزرگی کی، نہیں میں اس کے سوا اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے جس قدر چاہے گا۔ وعدے لے گا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے دروازے کے پاس بٹھا دے گا۔ جب وہ جنت کے دروازے کے پاس پہنچ جائے گا اور اس کی تروتازگی اور رونق دیکھے گا تو جتنی دیر اللہ چاہے گا وہ چپ رہے گا اس کے بعد کہے گا کہ اے میرے رب! مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ عزوجل فرمائے گا کہ اے ابن آدم! تو کس قدر وعدہ خلافی کرتا ہے، کیا تو نے اس بات پر وعدے نہیں کیے تھے کہ جو تجھے دیا جا چکا ہے اس کے سوا کچھ نہیں مانگے گا؟ وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ کر۔ اللہ تعالیٰ اس (کی باتوں سے) ہنسنے لگے گا اور خوش ہوگا۔ اس کے بعد اس کو جنت میں جانے کی اجازت دے گا اور فرمائے گا جو کچھ تو مانگ سکتا ہے مانگ جب اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ بزرگ و برتر

فرمائے گا کہ یہ یہ چیزیں بھی مانگ۔ اب اللہ تعالیٰ اسے یاد دلاتا جائے گا (اور وہ مانگتا چلا جائے گا) جب اس کی خواہشیں ختم ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے یہ تمام چیزیں دی جاتی ہیں اور اس کا ایک گنا مزید (بھی) (یہ حدیث سن کر) سیدنا ابو سعید خدری ؓ نے سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مقام پر یہ فرمایا تھا کہ

اللہ عزوجل فرمائے گا کہ تجھے یہ بھی سبھی کچھ اور اس کے ساتھ اس کی مثل دس گنا اور بھی دیا جاتا ہے۔ تو سیدنا ابو ہریرہ ؓ نے جواب دیا کہ مجھے اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے صرف یہی قول یاد ہے کہ تجھے یہ بھی دیا جاتا ہے اور اسی کے مثل ایک گنا مزید (بھی) تو سیدنا ابو سعید ؓ نے فرمایا کہ میں نے تو آپ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ تجھے یہ اور اسی کے مثل دس گنا مزید دیا جاتا ہے۔

(بخاری، الاذان، باب فضل السجود: ۸۰۶)

باپ کا صدقہ بیٹے کو مل گیا:

سیدنا معن بن یزید ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اور میرے باپ اور میرے دادا نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور نبی ﷺ ہی نے میری منگنی کی اور میرا نکاح کیا اور ایک دن میں آپ ﷺ کے پاس ایک مقدمہ لے کر حاضر ہوا اور (وہ مقدمہ یہ تھا) کہ میرے باپ یزید نے کچھ اشرفیاں بطور صدقہ نکالی تھیں اور ان کو مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھوا دیں (کہ تم مستحقین میں سے جس کو چاہو دے دینا) چنانچہ میں گیا اور میں نے وہ اشرفیاں لے لیں اور ان کو (گھر) لے آیا میرے باپ نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں نے تجھے دینے کا قطعاً ارادہ نہیں کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَكَ مَا نَوَيْتَ يَا يَزِيدُ وَلَكَ مَا أَخَذْتَ يَا مَعْنُ»

''اے یزید! جو نیت تم نے کی تھی (کہ کسی مستحق کو صدقہ مل جائے) اس کا ثواب تمہیں ملے گا اور اے معن! جو اشرفیاں تم نے لی ہیں وہ تمہاری ہیں۔'' (بخاری، الزکاۃ، باب اذا تصدق علی ابنه و هو لا يشعر: ۱۴۲۲)

کتے کو پانی پلانے والا بخشا گیا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص چلا جا رہا تھا اور اس کو پیاس لگی تو وہ کنویں میں اترا اور اس نے اس سے پانی پیا پھر وہاں سے نکلا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی شدت کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے تو اس شخص نے (اپنے دل میں) کہا کہ اس کو بھی ویسی ہی پیاس لگی ہے جیسی مجھے لگی تھی لہٰذا وہ پھر کنویں میں اترا اور اس نے اپنا موزہ پانی پھر اس کو اپنے دانت سے پکڑا اس کے بعد اوپر چڑھا اور کتے کو پانی پلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول فرما لیا اور اس کو بخش دیا۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمیں جانوروں کی جان بچانے میں بھی ثواب ملے گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ»

''ہاں! ہر جاندار سے احسان کرنے میں ثواب ملتا ہے۔''

(بخاری، المساقات، باب فضل سقی الماء: ۲۳۶۳)

اللہ مومن کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے گا:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (قیامت کے دن) اللہ تعالیٰ مومن کو قریب کر لے گا پھر اس پر اپنا پردہ رکھ کر اسکو چھپا لے گا اور فرمائے گا کہ کیا تو فلاں گناہ کو جانتا ہے، کیا تو فلاں گناہ کو جانتا ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں اے رب! حتی کہ اللہ تعالیٰ اس سے اس کے تمام

گناہوں کا اقرار کرا لے گا اور وہ شخص اپنے دل میں خیال کرے گا کہ مارا گیا لیکن اللہ تعالٰی فرمائے گا:

«اِنِّیْ سَتَرْتُ عَلَیْكَ فِی الدُّنْیَا وَ اَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْیَوْمَ»

’’میں نے دنیا میں تیرے گناہوں کو پردے میں رکھا تھا اور آج بھی میں تیرے گناہ معاف کیے دیتا ہوں۔‘‘

پھر اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دے دی جائے گی۔ لیکن رہے کافر اور منافق تو ان کی نسبت (علی الاعلان) گواہ لوگ کہیں گے:

﴿ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰی رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ﴾

’’یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ بولا تھا۔ خبردار! ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔‘‘ (ھود:١٨)

(بخاری، المظالم، باب قول الله تعالی ﴿اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظَّالِمِیْنَ﴾، رقم: ٢٤٤١)

اہل ایمان کو جنت عطا کرکے موت کو ذبح کر دیا جائے گا:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن موت ایسے مینڈھے کی صورت میں لائی جائے گی، جو چت کبرا ہوگا، پھر ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے بہشت والو! وہ گردن اٹھائیں گے اور ادھر ادھر دیکھیں گے تو وہ (فرشتہ) کہے گا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں یہ موت ہے۔ ان سب نے (اپنے مرتے وقت) اسے دیکھا تھا (اس لئے پہچان لیں گے) پھر وہ پکارے گا کہ اے دوزخ والو! وہ بھی گردن اٹھا کر دیکھیں گے تو وہ (فرشتہ) کہے گا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں یہ موت ہے، ان سب نے بھی (مرتے وقت) اسے دیکھا تھا پھر اسی وقت موت ذبح کر دی جائے گی اور

وہ (فرشتہ) کہے گا:

«يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ وَ يَا اَهْلَ النَّارِ خُلُوْدٌ فَلَا مَوْتَ»

”اے اہل جنت! تم اب ہمیشہ جنت میں رہو گے، تم میں سے کسی کو موت نہیں آئے گی اور اہل دوزخ! تم اب ہمیشہ دوزخ میں رہو گے تم میں سے بھی کسی کو موت نہیں آئے گی۔“

(تب اس وقت جہنمی حسرت کریں گے)۔ پھر (رسول اللہ ﷺ نے) یہ آیت پڑھی:

﴿وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (سورہ مریم: ۳۹)

”(اے محمد) ان لوگوں کو اس حسرت و افسوس کے دن سے ڈرایئے جبکہ کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا لیکن اور یہ لوگ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ ایمان نہیں لاتے۔“

(بخاری، التفسیر سورۃ مریم، باب قوله تعالی: ﴿وَاَنْذِرْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ......﴾ ٤٧٣٠)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ مہربان ہے:

امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے چند قیدی پیش کئے گئے، ان میں ایک عورت (بھی) تھی اس کی چھاتی دودھ سے بھری ہوئی تھی، دودھ ٹپک رہا تھا اور جب قیدیوں میں اسے اپنا بچہ مل گیا تو اسے چھاتی سے لگا کر دودھ پلانے لگی۔ نبی ﷺ نے فرمایا کیا یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ ہم نے کہا کہ ہرگز نہیں جب تک اسے قدرت ہوگی وہ اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالے گی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس عورت سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ (بخاری، الادب، باب رحمة الولد...... ٥٩٩٩)

کوئی شخص اپنے عملوں کے بل بوتے پر جنت میں نہیں جائیگا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَنْ یُّدْخِلَ اَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ»

’’کسی بھی شخص کو اس کے عمل جنت میں داخل نہیں کر سکیں گے۔‘‘

(بلکہ اللہ کی رحمت سے جنت ملے گی) لوگوں نے پوچھا کہ کیا آپ کو بھی نہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَ لَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِفَضْلٍ وَّ رَحْمَتِهٖ»

’’ہاں! میں بھی نہیں۔ حتی کہ اللہ کی رحمت مجھ کو ڈھانپ لے۔‘‘

اور فرمایا: میانہ روی سے عمل کرو اور اللہ سے قربت حاصل کرو اور تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر نیک ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہ مزید نیکیاں کر لے اگر برا ہے تو ہو سکتا ہے کہ معافی مانگ لے ایک روایت میں ہے اور صبح وشام اور پچھلی رات میں عبادت کرو اور میانہ روی سے عمل کرنا تمہیں منزل مقصود (یعنی جنت) تک پہنچا دے گا۔ (بخاری، المرضی، باب تمنی المریض الموت: ٥٦٧٣)

مومن موت کے وقت اللہ کی بے پناہ رحمت کو دیکھ کر اللہ سے ملنا چاہتا ہے:

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو اللہ سے ملنے کو برا سمجھتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنے کو برا سمجھتا ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی دوسری زوجہ محترمہ نے عرض کی کہ موت کو تو ہم بھی پسند نہیں کرتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ (مطلب نہیں) بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو اس کو اللہ کی (طرف سے) رضامندی اور اعزاز کی بشارت دی جاتی ہے تو

اس وقت جو اس سے آگے (اللہ کی ملاقات اور انعام الٰہی) ہوتے ہیں اسے اس کے علاوہ اور کوئی چیز اچھی ہی معلوم نہیں ہوتی تب وہ اللہ سے ملنے کو اچھا سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جب کافر کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے اللہ کے عذاب اور عقوبت کی خبر دی جاتی ہے تو جو کچھ اس کے آگے (عذاب اور عقوبت) ہوتی ہے، اس سے زیادہ کوئی چیز اس کو بری معلوم نہیں ہوتی اس لئے اللہ سے ملنے کو وہ برا سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنے کو برا سمجھتا ہے۔

(بخاری، الرقاق، باب من احب لقاء اللہ ......٦٥٠٧)

◆ ◆

جنت کے نظارے و دوزخ کی رسوائیاں

کامیاب صرف جنتی ہوگا:

﴿ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَ اُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

”جس کو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی کا سامان تو دھوکے کا سامان ہے۔“

جنت نیک عمل کرنے والوں کو ہی ملے گی:

اللہ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ﴾ (البقرۃ: ۲۵)

”جو لوگ (اللہ کے احکامات پر) ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کو خوشخبری سنا دیں کہ ان کے لیے وہ باغات ہیں جن میں نہریں چل رہی ہوں گی۔“

﴿ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَیَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ○ اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ ○ فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ ○ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ○ قُطُوْفُهَا دَانِیَةٌ ○ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِیْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ ○ ﴾

”جس کو اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا تو وہ کہے گا (اے میرے رشتہ دارو اور دوستو!) آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو بے شک میں نے (دنیا میں) یقین کر لیا تھا کہ میں اپنے حساب کو ملنے والا ہوں (اس لیے میں نے آخرت کی خوب تیاری کی) پھر وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا یعنی بلند و بالا جنت میں ہوگا لیکن اس کے پھل نزدیک ہوں گے (ان کو کہا جائے گا) کھاؤ پیو مبارک ہو (یہ سب کچھ (دنیاوی زندگی میں کیے نیک اعمال کی وجہ سے ہے)۔“

جنت کی عظیم نعمتوں کا بیان قرآن کی روشنی میں:

﴿ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ﴾ (مریم:٦٢)

”وہ اس (جنت) میں کوئی لغو وفضول بات نہیں سنیں گے ہاں وہاں سلام ہوگا اور ان کے لیے اس میں انھیں صبح شام رزق ملے گا۔“

﴿ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَا يَدَّعُوْنَ ۝ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝ ﴾ (یاسین:٥٥۔٥٨)

”بے شک جنتی آج شغل میں خوش وخرم ہوں گے وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے لیے جنت میں میوے ہوں گے اور ان کو ہر وہ چیز ملے گی جو وہ خواہش کریں گے رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام پیش کیا جائے گا۔“

﴿يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۝﴾ (زخرف:۷۱)

”ان پر سونے کے پیالے اور گلاس پھیرے جائیں گے اور جنت میں وہ چیزیں ہوں گی جسے نفس چاہیں گے اور آنکھیں (دیکھ کر) لذت حاصل کریں گی۔“

﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۝ فِيْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ۭ﴾ (محمد:۱۵)

”جس جنت کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے وہ تو ایسی بہترین چیز ہے کہ اس میں صاف پانی کی نہریں بہہ رہی ہیں اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلا اور اس میں شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے مزہ پر لطف ہیں اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور جنت میں جنتیوں کے لیے ہر قسم کے پھل ہوں گے اور مزید برآں ان کے رب کی بخشش بھی ہوگی۔“

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾ (ق:۳۵)

”جنتیوں کے لیے وہ کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس (انھیں دینے کے لیے) اس سے بھی بڑھ کر (نعمتیں) ہوں گی۔“

﴿عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ وَ

كَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ○ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزَفُوْنَ ○ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ○ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ○ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ○ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (الواقعة: ١٥-٢٤)

”(جنتی لوگ) سونے کی تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے ان کے پاس ہمیشہ لڑکے رہنے والے لڑکے (خدمت کے لیے ہر وقت) آتے جاتے ہوں گے وہ پیالے اور جگ اور شراب سے بھرپور گلاس (لائیں گے اس شراب سے) نہ انھیں سر درد ہوگا اور نہ ہی عقل میں کوئی فتور پیدا ہوگا اور (وہ غلام ان کے ہاں) وہ میوے لے کر (حاضر ہوں گے) جو انھیں پسند ہوں گے اور پرندوں کے گوشت جو وہ چاہیں گے اور (جنت میں بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو سیل بند موتیوں کی طرح (صاف شفاف و خوبصورت) ہوں گی یہ سب کچھ ان کے (دنیا میں کیے نیک) اعمال کی وجہ سے ملے گا۔“

﴿ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ○ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ○ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ○ وَّمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ ○ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ○ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ○ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ○ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَاءً ○ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ○ عُرُبًا اَتْرَابًا ○ ﴾

(جنتی لوگ) بغیر کانٹوں والی بیریوں اور تہ بتہ کیلوں اور لمبے لمبے سایوں اور بہتے ہوئے پانیوں اور بے بہا پھلوں میں ہوں گے جو نہ تو ختم ہوں

گے اور نہ ہی روکے جائیں گے اور بلند و بالا بستروں پر ہوں گے (یا بلند مرتبہ بیویوں کے ساتھ ہوں گے۔) ہم نے ان حوروں کو اسپیشل طور پر بنایا ہے اور انھیں کنواریاں بنایا ہے وہ محبوب ہم عمر ہوں گی۔“

جہنم کا عذاب قرآن پاک کی روشنی میں:

اللہ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾ (البقرة: ٢٤)

”تم اس آگ سے بچنے کی تدبیر کرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔“

﴿ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ وَّ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾ (الاعراف: ٤١)

”(جہنمیوں) کے لیے جہنم کے بچھونے اور ان کے اوپر (آگ کے) لحاف ہوں گے اور ظالموں کو ہم اس طرح بدلہ دیں گے۔“

﴿ وَ نَادٰى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحَابَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ﴾ (الاعراف: ٥٠)

”جہنمی جنت والوں سے کہیں گے تم ہمارے اوپر پانی ڈالو یا پھر اللہ نے جو تمہیں رزق دیا ہے اس میں سے (کھانے کو دو) جنتی کہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔“

﴿ وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى

مِنْ مَّاءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَ مِنْ وَّرَآءِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝ ﴾ (ابراھیم: ۱۵۔۱۷)

”اور ہر گھمنڈی ضدی ناکام ہوگا اس کے پیچھے (آخرت میں) جہنم ہے اور اسے پیپ والا پانی پلایا جائے گا وہ اسے پیے گا لیکن وہ اسے گلے سے گزار نہیں سکے گا سختی اتنی ہوگی گویا) اسے موت آجائے گی حالانکہ وہ مرے گا نہیں اور اس کے پیچھے سخت عذاب ہوگا۔“

﴿ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ۝ ﴾

”بے شک جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم بن کر حاضر ہوگا تو بے شک اس کے لیے جہنم ہوگی اس میں نہ تو وہ مرے گا اور نہ ہی جیے گا۔“

﴿ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَ هُمْ فِيْهَا كَالِحُوْنَ ۝ ﴾ (طٰہٰ: ۷٤)

”آگ ان کے چہروں کو جھلس کر رکھ دے گی اور وہ اس میں بدشکل بنے ہوں گے۔“

﴿ وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۝ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ۝ ﴾ (الفرقان: ۱۲۔۱۵)

”اور جب جہنمیوں کو زنجیروں میں جکڑ کر تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو وہاں موت کو بلائیں گے (یعنی مرنے کی خواہش کریں گے) ان کو کہا

جائے گا آج ایک موت کو نہیں کئی موتوں کو دعوت دو۔ اے محمد ﷺ کہہ دیں کہ یہ (عذابوں بھری جہنم) بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے والی جنت جس کا پرہیزگاروں کو وعدہ دیا گیا ہے وہ ان کا بدلہ اور ٹھکانہ ہوگا۔"

﴿ إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّوْمِ ○ طَعَامُ الْأَثِيْمِ ○ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ○ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ○ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ إِلٰى سَوَاءِ الْجَحِيْمِ ○ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَأْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ○ ﴾

(الدخان: ٤٣-٤٨)

"بے شک تھوہر کا درخت بڑے گناہ گار کا کھانا ہے وہ پگھلے تانبے کی طرح ہوگا وہ پیٹوں میں اسی طرح کھولے گا جیسے گرم پانی کھولتا ہے۔ (پھر فرشتوں سے کہا جائے گا) اسے پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے جہنم کے درمیان میں لے جاؤ پھر اس کے سر پر گرم پانی ڈال دو۔"

جنت میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ احادیث کی روشنی میں:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَ اطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَهْلِهَا النِّسَاءَ »

"میں نے جنت میں جھانکا تو دیکھا اکثر جنتی لوگ غریب و مساکین تھے اور جہنم میں جھانکا تو اس میں اکثریت خواتین کی تھی۔"

(بخاری، بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنة: ٣٢٤١)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ محمد عربی ﷺ نے فرمایا، کہ جنتی لوگ بالا خانوں والے جنتیوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم چمکتا ستارا (سر اٹھا کر) دیکھتے ہو اس کی وجہ جنتیوں میں درجات کا فرق ہوگا صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا، یا رسول اللہ! یہ

منزلیں تو انبیاء کرام کو حاصل ہوں گی ، دوسرے لوگوں کو یہ درجات کیسے ملیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

> « وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ رِجَالٌ آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ صَدَّقُوا الْمُرْسَلِیْنَ »
>
> ”مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ، یہ درجات ان لوگوں کو بھی حاصل ہوں گے جو اللہ کے ساتھ ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی ہوگی (مگر یہ وہ انبیاء نہیں ہوں گے)۔“

(بخاری، بدء الخلق، باب صفة الجنة:٣٢٥٦)

ستر ہزار لوگ بغیر حساب کتاب جنت میں جائیں گے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے سامنے گزشتہ امتیں پیش کی گئیں اور انبیاء گزرنے لگے کسی کے ساتھ ایک آدمی، کسی کے ساتھ دو آدمی، کسی کے ساتھ ان کی امت کے کچھ لوگ تھے اور کسی نبی کے ساتھ تو کوئی بھی (امتی) نہ تھا پھر ایک بہت بڑی جماعت میرے سامنے پیش کی گئی، میں نے پوچھا: یہ کس کی امت ہے؟ میں نے کہا اے جبریل! کیا یہ میری امت ہے؟ تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت ہے (پھر) کہا گیا کہ تم آسمان کے کنارے میں دیکھو (میں نے دیکھا تو « فَإِذَا سَوَادٌ يَمْلَأُ الْأُفُقَ » کہ ایک بڑی جماعت نے آسمان کے کنارے کو بھر رکھا ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر ادھر آسمان کے دوسرے کنارے بھی دیکھو، میں نے دیکھا کہ واقعی بہت بڑی جماعت آسمان کے کنارے کو بھرے ہوئے تھی۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب و کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے (اس قدر) فرما کر رسول اللہ ﷺ (حجرہ میں) تشریف لے گئے اور ہم لوگوں سے یہ ظاہر نہ فرمایا: کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ (اس پر) لوگوں نے تبصرہ کرنا شروع کیا۔ کہنے لگے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور

اس کے رسول اللہ ﷺ کی فرمانبرداری کی، اس لئے وہ لوگ ہم ہوں گے ورنہ ہماری اولاد ہوگی جو اسلام (کے دور) میں پیدا ہوئے ہیں کیونکہ ہم دور جاہلیت کی پیدائش ہیں (اور گناہوں میں ملوث ہوئے) وغیرہ وغیرہ۔ نبی ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا:

« هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَ لَا يَكْتَوُوْنَ وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ »

''وہ تو وہ لوگ ہیں جو نہ دم کرواتے ہیں اور نہ کسی شے میں بدفالی سمجھیں اور نہ (علاج کے لئے آگ سے) داغ لگواتے ہیں بلکہ اپنے اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔''

سیدنا عکاشہ بن محصن ؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا: ہاں! (تم ان میں سے ہی ہو) پھر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور عرض کرنے لگا کہ کیا میں بھی انہی میں سے ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ »

''بس عکاشہ (دعا کرانے میں) تم سے سبقت لے گئے ہیں۔''

(بخاری، الرقاق، باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب: ٦٥٤١)

جنت کی نعمتوں کا بیان:

حضرت عبداللہ بن قیس ؓ فرماتے ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اَلْخَيْمَةُ دُرَّةٌ مُجَوَّفَةٌ طُوْلُهَا فِي السَّمَاءِ ثَلٰثُوْنَ مِيْلًا ...... »

''(جنت کا مکان) گول موتی کا بنا ہوا خیمہ بھی ہے جو تیس میل ایک روایت میں ساٹھ میل اونچا ہوگا ہر کونے میں مومن کا اہل ہوگا جسے دوسرے نہیں دیکھ سکیں گے۔'' (بخاری، بدء الخلق باب ما جاء فی صفة الجنة: ٣٢٤٣)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ فرماتے ہیں:

« اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَ لَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَ لَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ »

”کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں وہ وہ چیزیں پیدا کی ہیں جنھیں کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ ہی ان کا خیال کسی انسان کے دل میں آیا ہے۔“

اگر تم (اس کی تصدیق) چاہو تو پھر آیت پڑھو:

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ ۚ ﴾

(السجدة:۱۸)

”کوئی نفس نہیں جانتا ہو کہ (جنت میں) ان کے لیے کیا کیا آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔“ (حوالہ مذکور:۳۲٤٤)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت میں جو پہلی جماعت داخل ہوگی وہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے (جنت میں) وہ نہ تھوکیں گے نہ انھیں پیشاب پائخانے کی حاجت ہوگی ان کے برتن سونے کے ہوں گے اور ان کی کنگھیاں سونے اور چاندی کی ہوں گی ان کی انگیٹھیاں اگر کی ہونگی اور ان کا پسینہ کستوری کا ہوگا ہر جنتی کو دو حوریں (ضرور) ملیں گی ان کا حسن اتنا ہوگا کہ گوشت کے اوپر سے ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا جنتیوں کے درمیان کوئی اختلاف اور دشمنی نہیں ہوگی ان کا دل ایک دل کی طرح ہوگا وہ صبح شام اللہ کی تسبیح کریں گے۔“

ایک روایت میں « لَا یَسْقَمُوْنَ » کے لفظ ہیں، یعنی وہ بیمار بھی نہیں ہوں گے۔

(حوالہ مذکور:۳۲٤٦-۳۲٤٥)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

« لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ أَلْفًا أَوْ سَبْعُمِأَةِ أَلْفٍ »

”کہ میری امت کے ستر ہزار یا فرمایا سات لاکھ افراد بیک وقت جنت میں داخل ہوں گے ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔“ (حوالہ مذکور: ٣٦٤٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول الثقلین ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ فِي الْجَنَّةِ لَشَجَرَةً يَّسِيْرُ الرَّاكِبُ فِيْ ظِلِّهَا مِأَةَ سَنَةٍ »

” جنت میں ایسا درخت بھی ہے جس کے سائے میں سوار شخص سو سال تک چلے (تو اسے عبور نہ کر سکے گا)

اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو ﴿ وَ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ ﴾ (جنتی لوگ) لمبے لمبے سایوں تلے ہوں گے۔ پھر فرمایا:

« وَ لَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ اَوْ تَغْرُبُ »

” جنت میں کمان کے برابر رقبہ ان چیزوں سے بڑھ کر ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ یا غروب ہوتا ہے۔“ (حوالہ مذکور: ٣٢٥٢، ٣٢٥٣)

﴿ وَ لَقَابُ قَوْسِ اَحَدِكُمْ اَوْ مَوْضِعُ قَدِّهٖ مِنَ الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا وَ لَوْ اَنَّ امْرَاَةً مِّنْ نِّسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ اِطَّلَعَتْ اِلَى الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ مَا بَيْنَهُمَا وَ لَمَلَأَتْ مَا بَيْنَهُمَا رِيْحًا وَ لَنَصِيْفُهَا خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا ﴾

تم میں سے کسی کی کمان یا (فرمایا) اس کے قد کے برابر جنت میں جگہ

دنیا کائنات سے بڑھ کر ہے اور اگر جنت کی حور زمین پر جھانک لے تو زمین و آسمان کا درمیان روشنی سے جگمگا اٹھے اور اس کی خوشبو سے مہک اٹھے اور حور کا دوپٹہ پوری دنیا کائنات کی قیمت سے بڑھ کر قیمتی ہے۔''

(بخاری، الجهاد، باب الحور العين وصفتهن: ۲۷۹۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں داخل ہو جائیں گے تو موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لے آیا جائے گا اور اسے ذبح کر ڈالا جائے گا پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا:

« يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ لَا مَوْتَ وَ يَا اَهْلَ النَّارِ لَا مَوْتَ »

'' اے جنتیو! آج کے بعد موت نہیں آئے گی اے جہنمیو! تم بھی سن لو آج کے بعد موت نہیں آئے گی۔''

یہ اعلان سن کر جنتیوں کی خوشی دوبالا ہو جائے گی لیکن دوزخیوں کا رنج و غم بڑھ جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ جنتیوں کو آواز دے گا اے جنتیو! وہ جواب میں کہیں گے: « لَبَّيْكَ يَا رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ »

اے ہمارے رب ہم حاضر ہیں، اللہ فرمائیں گے کیا تم راضی ہو گئے ہو؟ جنتی کہیں گے اے اللہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو آپ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو عطا نہیں کیا (تو ہم راضی کیوں نہیں ہوں گے؟) اللہ فرمائیں آج میں تمہیں وہ چیز دیتا ہوں جو جنت اور اس میں موجود تمام نعمتوں سے افضل ہے جنتی کہیں گے اے ہمارے رب اس سے افضل کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

« أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ اَبَدًا »

”کہ آج میں تم پر اپنی رضا مندی نازل کرتا ہوں آج کے بعد میں تم سے ناراض نہیں ہوگا۔“

(جب اپنے غلام سے آقا ناراض ہو لیکن اس کے پاس ہر قسم کی نعمتیں موجود ہوں تو وہ نعمتیں اچھی نہیں لگتیں اگر آقا راضی اور خوش ہو تو تمام نعمتوں سے یہ افضل ہوتا ہے۔)(بخاری، الرقاق، باب صفة الجنة والنار: ٦٥٤٨، ٦٥٤٩)

جہنم میں کون جائیں گے؟، احادیث کی روشنی میں:

حضرت حارثہ بن وہب ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« اَلَا اُخْبِرُكُمْ بِاَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُتَضَعَّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ »

”کیا میں تمھیں جنتی شخص کی خبر نہ دوں؟ (پھر آپ ﷺ نے خود فرمایا) وہ کمزور اور لوگوں میں حقیر سمجھا گیا شخص اگر وہ اللہ پر قسم ڈال دیتا ہے تو اللہ اسے پورا کر دیتا ہے۔“ پھر فرمایا کیا میں تمھیں جہنمی شخص نہ بتاؤں؟ (پھر خود فرمایا)

« كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ »

”جھگڑالو موٹا متکبر شخص۔“

(بخاری، التفسیر، باب ﴿ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ...... ﴾ ٤٩١٨)

حضرت عمران بن حصین ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِطَّلَعْتُ فِي الْجَنَّةِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا الْفُقَرَاءَ وَ اطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَاَيْتُ اَكْثَرَ اَهْلِهَا النِّسَاءَ »

”میں نے جنت میں جھانکا تو اس میں اکثریت غریب و نادار لوگوں کی تھی اور جہنم میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی۔“

ایک روایت میں ہے:

« وَ اَصۡحَابُ الۡجَدِّ مَحۡبُوۡسُوۡنَ »

”مالدار لوگ (جو جنت کے مستحق تھے) وہ (جنت میں جانے سے فی الحال) روک لیے گئے تھے۔“

(بخاری، النکاح، باب لا تأذن المرأۃ فی بیت زوجها کا ذیلی باب: ٥١٩٦)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِنَّهٗ لَيَاۡتِي الرَّجُلُ الۡعَظِيۡمُ السَّمِيۡنُ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ لَا يَزِنُ عِنۡدَ اللّٰهِ جَنَاحَ بَعُوۡضَةٍ »

”قیامت کے دن (بھینس کی طرح پلا ہوا) موٹا انسان آئے گا لیکن اس کا وزن اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا۔“ پھر فرمایا تم یہ آیت پڑھ لو:

﴿ فَلَا نُقِيۡمُ لَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ وَزۡنًا ۝ ﴾ (الکهف: ١٠٥)

”ہم قیامت کے دن ان کے لیے وزن قائم نہیں کریں گے۔“

(بخاری، التفسیر، باب ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا...... ﴾ ٤٧٢٩)

جہنم میں کیا کیا عذاب ہوں گے احادیث کی روشنی میں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« نَارُكُمۡ جُزۡءٌ مِّنۡ سَبۡعِيۡنَ جُزۡءًا مِّنۡ نَارِ جَهَنَّمَ »

”دنیا کی تمہاری آگ جہنم کی آگ کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے (یعنی جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجے زیادہ

گرم ہے۔" (بخاری، بدء الخلق، باب صفة ابواب الجنة: ٣٦٦٥)

حضرت اسامہ بن زید ؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا تھا کہ ایک شخص کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا جہنم میں اس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکلی ہوں گی وہ اپنی آنتوں کے اردگرد ایسے چکر لگائے گا جیسے گدھا چکی کے اردگرد چکر لگاتا ہے اس کے پاس جہنمی لوگ جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے اے فلاں تو یہاں کیسے؟ تو تو ہمیں نیکی کا حکم دیا کرتا تھا اور برائی سے منع کیا کرتا تھا۔

تو وہ کہے گا میں تمھیں تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیکی سے کنارہ کش رہتا تھا اور تمہیں تو برائی سے روکا کرتا تھا لیکن میں خود برائی کا ارتکاب کیا کرتا تھا۔

(حوالہ مذکور: ٣٢٦٧)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب سے کم عذاب والے شخص سے فرمائے گا کہ زمین کے اندر جو کچھ ہے اگر وہ تجھے مل جائے تو کیا وہ سب کچھ اپنے کو جہنم سے چھٹکارا دلانے کے لیے دے دے گا؟ وہ کہے گا ہاں تو اللہ فرمائیں گے کہ جب تو آدم ﷺ کی پیٹھ میں تھا (یعنی عالم ارواح میں) اس وقت میں نے تجھ سے اس سے کہیں معمولی چیز کا سوال کیا تھا:

«اَلَّا تُشْرِكَ بِیْ شَیْئًا»

"تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔"

لیکن تو نے اس بات کا انکار کر کے شرک کا ارتکاب کر لیا (اب تیرے لیے نجات کہاں؟) (بخاری، الرقاق، باب من نوقش الحساب عُذِّبَ ٣٥٣٨)

آدم ؑ سب سے پہلے جنتی تھے:

سیدنا ابوہریرہ ؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ

تعالیٰ نے آدم ؑ کو ساٹھ ہاتھ لمبا بنایا پھر فرمایا کہ جاؤ ان فرشتوں کے گروہ کو سلام کرو، پھر سنو کہ وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں، وہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم ؑ نے کہا السلام علیکم۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ ورحمۃ اللہ کا لفظ انہوں نے زائد کہا۔ چنانچہ وہ سب لوگ جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہوں گے وہ سب آدم ؑ کی صورت (حسن اور قد وقامت) پر ہوں گے (آدم کے بعد) اب تک قد چھوٹے ہوتے چلے آئے۔ (بخاری، کتاب الاستئذان)

جنتی شخص کھیتی کاشت کرے گا:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ایک دن ارشادات گرامی فرما رہے تھے اور (اس وقت) آپ ﷺ کے پاس ایک دیہاتی شخص بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص اہل جنت میں سے اپنے رب تعالیٰ سے کھیتی کاشت کرنے کی اجازت طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ کیا یہاں تیری چاہت کا ہر سامان موجود نہیں ہے؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں یہ بات درست ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ کھیتی کاشت کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ بیج بوئے گا تو اس کا اگنا اور بڑھنا اور کٹنا پلک جھپکنے سے پہلے ہو جائے گا اور اسی کی پیداوار کے ڈھیر پہاڑوں کے برابر ہو جائیں گے تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم! تو کسی چیز سے سیر ہی نہیں ہوتا۔ تو وہ اعرابی کہنے لگا:

«وَاللّٰهِ لَا نَجِدُهُ اِلَّا قُرَشِيًّا اَوْ اَنْصَارِيًّا فَاِنَّهُمْ اَصْحَابُ زَرْعٍ»

> ”یارسول اللہ ﷺ! ہم ایسا شخص کسی قریشی یا انصاری کو ہی پائیں گے اس لیے کہ وہی لوگ کاشتکار ہیں اور ہم تو کاشتکار نہیں ہیں۔ اس پر نبی ﷺ مسکرا دیے۔“

(بخاری، کتاب الحرث۔ باب کراء الارض...... کا ذیلی باب ......رقم: ۲۳۴۸)

جنت ودوزخ کی شکایت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوزخ اور جنت آپس میں جھگڑا کرنے لگیں۔ دوزخ نے کہا:

« أُوثِرْتُ بِالْمُتَكَبِّرِيْنَ وَالْمُتَجَبِّرِيْنَ »

"میں متکبر اور ظالم لوگوں کو عذاب دینے کے لئے مخصوص کر دی گئی ہوں۔"

اور جنت نے کہا:

« مَا لِيْ لَا يَدْخُلُنِيْ إِلَّا ضُعَفَاءُ النَّاسِ وَ سَقَطُهُمْ »

"معلوم نہیں کیا وجہ ہے کہ مجھ میں تو وہ لوگ آئیں گے جو غریب محتاج، نظروں سے گرے ہوئے ہوں گے۔"

اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے، اپنے بندوں میں سے جس کو چاہوں گا تیرے ذریعے رحمت سے فیض یاب کروں گا اور دوزخ سے فرمایا کہ تو میرا عذاب ہے، اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا تیرے ذریعہ عذاب دوں گا اور تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھرا جائے گا، چنانچہ (قیامت کے دن) دوزخ نہیں بھر رہی ہوگی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دے گا، اس وقت دوزخ کہے گی:

« قَطْ قَطْ » "بس بس"

اور اس وقت بھر جائے گی اور سمٹ جائے گی اور باقی رہی جنت تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (قیامت کے دن) ایک اور مخلوق پیدا کرے گا (اور اس مخلوق سے جنت کو بھر دے گا) (بخاری، سورة ق، باب قوله تعالی ﴿ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴾، ٤٨٥٠)

عذاب قبر حق ہے:

(برے انسان کو مرتے وقت سے عذاب شروع ہو جاتا ہے اور قیامت تک

عذاب رہتا ہے پھر قیامت میں عذاب کا نیا سلسلہ شروع ہو گا عذاب قبر کا تذکرہ قرآن میں اشارۃً اور احادیث میں صراحتاً مذکور ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾ (الانعام:٩٣)

"اگر آپ اس وقت (کی ہولناکی) دیکھیں جب کہ ظالم (کافر) موت کی کشمکش میں ہوتے ہیں اور فرشتے اپنے ہاتھ (ان کی طرف) بڑھائے ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) اپنے نفس نکالو آج تم ذلت والا عذاب دیے جاؤ گے اس لیے کہ تم اللہ تعالیٰ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور اس کی آیات سے روگردانی کیا کرتے تھے۔"

﴿سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰی عَذَابٍ عَظِیْمٍ﴾ (التوبۃ:١٠١)

"ہم انھیں (دنیا اور قبر کا) دوبار عذاب دیں گے پھر وہ (جہنم کے) عذاب عظیم کی طرف لوٹائے جائیں گے۔"

﴿وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِیًّا ○ وَ یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْۤا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المومن:٤٥-٤٦)

"اور فرعون کی آل پر برا عذاب نازل ہو چکا ہے آگ پر ہر صبح شام انھیں پیش کیا جاتا ہے اور جس دن قیامت قائم ہو گی (حکم ہو گا کہ) فرعون کی آل کو سخت عذاب میں ڈال دو۔"

حضرت براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو جب قبر میں اٹھا کر بٹھا دیا جاتا ہے تو (فرشتوں کے سوال پر) وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دیتا ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے:

﴿ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ﴾ (ابراهيم:٢٧)

"اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ثابت قول (لا الہ الا اللہ) کے ذریعے دنیا اور آخرت میں ثابت قدم رکھتا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت قبر کے عذاب کے متعلق نازل ہوئی تھی۔

(بخاری، الجنائز، باب ما جاء في عذاب القرب:١٣٦٩)

بعض لوگ اس قبر میں عذاب کے قائل نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ قبر سے مراد برزخ کی قبر ہے، لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے ہم تو اسی قبر میں مردے کے عذاب کے قائل ہیں جسے اللہ پاک نے قرآن میں قبر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴾ (التوبة:٨٤)

"آپ ان (منافقین) میں سے ہرگز کسی کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ کافر ہو کر مرے۔" (سوال پیدا ہوتا ہے کیا نبی ﷺ برزخ کی قبر پر کھڑے تھے یا دنیا کی قبر پر؟)

حضرت ابن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ محمد کریم ﷺ اہل بدر کی لاشیں جس کنویں

میں پڑی تھیں اس پر آئے اور فرمایا:

« هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَكُمْ رَبُّكُمْ حَقًّا »

''تمہارے رب نے تم سے (عذاب کا) وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پا لیا ہے؟''

آپ ﷺ سے کہا گیا:

« يَا رَسُولَ اللّٰهِ تَدْعُوا اَمْوَاتًا »

''کیا آپ ﷺ مردوں کو پکار رہے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لَّا يُجِيْبُوْنَ »

''تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن ان کو جواب دینے کی طاقت نہیں ہے۔''

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِنَّهُمْ لَيَعْلَمُوْنَ الْآنَ اَنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ لَهُمْ حَقٌّ »

''بے شک یہ جان چکے ہیں کہ جو میں انھیں کہا کرتا تھا وہ حق ہے۔''

(حوالہ مذکور: ۱۳۷۰، ۱۳۷۱)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« مَا تُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا »

''آپ بے جان جسموں سے باتیں کر رہے ہیں؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

« وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ »

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میں محمد ﷺ کی جان ہے جو

میں ان سے کہہ رہا ہوں اسے تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے (یعنی ان کفار نے آپ ﷺ کی باتیں سنی تھیں دوسروں کی نہیں)''

(بخاری، المغازی، باب قتل ابی جهل: ۳۹۷۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودیہ عورت آئی اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا اور مجھ سے کہا:

« اَعَاذَكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ »

''اللہ تجھے عذاب قبر سے بچائے۔''

میں نے محمد کریم ﷺ سے عذاب کے متعلق پوچھا، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، ہاں عذاب قبر حق ہے۔

« فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ بَعْدُ صَلّٰى صَلَاةً اِلَّا تَعَوَّذَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ »

'' کہ اس کے بعد آپ ﷺ ہر نماز میں قبر کے عذاب سے پناہ مانگا کرتے تھے۔'' (بخاری، الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر: ۱۳۷۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

« اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ »

'' اے اللہ! میں تجھ سے قبر کے عذاب، جہنم کے عذاب، زندگی موت کے فتنے سے اور مسیح دجال کے فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔''

(بخاری، الاذان، باب الدعاء قبل السلام: ۸۳۲)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کرنے والے واپس لوٹ رہے ہوتے ہیں تو مردہ ان

کے جوتوں کی آواز سن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آ جاتے ہیں اسے اٹھا کر بٹھا دیتے ہیں پھر پوچھتے ہیں:

«مَا تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ»

''محمد ﷺ کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟''

جو مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے:

«اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ»

''میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

اسے کہا جاتا ہے:

«اُنْظُرْ اِلٰى مَقْعَدِكَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّةِ»

''تو اپنی جہنم والی جگہ دیکھ لے جس کے بدلے میں اللہ نے یہ حسین و خوبصورت تجھے جنت میں جگہ عطا فرما دی ہے پھر وہ جنت و جہنم دونوں کو دیکھتا ہے۔''

لیکن جب کافر یا منافق سے پوچھا جاتا ہے کہ تو محمد ﷺ کے بارے میں کیا نظریہ رکھتا تھا؟ تو وہ کہتا ہے:

«لَا اَدْرِیْ كُنْتُ اَقُوْلُ مَا يَقُوْلُ النَّاسُ»

''مجھے کوئی علم نہیں میں تو اس طرح کہتا تھا جیسے لوگ کہا کرتے تھے۔''

تو اسے کہا جاتا ہے: «لَا دَرَيْتَ وَ لَا تَلَيْتَ»

''نہ تو تو نے سمجھا اور نہ تو نے (قرآن) پڑھا۔''

«وَيُضْرَبُ بِمَطَارِقَ مِنْ حَدِيْدٍ ضَرْبَةً فَيَصِيْحُ صَيْحَةً يَسْمَعُهَا مَنْ يَّلِيْهِ غَيْرَ الثَّقَلَيْنِ»

"اسے لوہے کے ہتھوڑے مارے جاتے ہیں پھر وہ چیختا ہے اور اس کی چیخ و پکار جن اور انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے۔"

(بخاری، الجنائز، باب ما جاء فی عذاب القبر: ۱۳۷٤)

حضرت ابو ایوب انصاری ؓ فرماتے ہیں، ایک دن اللہ کے نبی ﷺ باہر نکلے اس وقت سورج غروب ہونے کو تھا آپ ﷺ نے کچھ آوازیں سنیں تو فرمایا:

« يَهُوْدُ تُعَذَّبُ فِيْ قُبُوْرِهَا »

"یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔"

(بخاری، الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر: ۱۳۷۵)

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں، کہ رحمۃ اللعالمین ﷺ کا گزر دو قبروں کے پاس سے ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: « اِنَّهُمَا لَيُعَذَّبَانِ وَ مَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ » ان دونوں (قبروں والوں) کو عذاب ہو رہا ہے اور انھیں کسی بڑی بات کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا بلکہ

« اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَسْعٰى بِالنَّمِيْمَةِ وَ اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ »

"ان میں سے ایک تو چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔"

پھر آپ ﷺ نے گیلی لکڑی لی اور اسے دو حصوں میں کیا اور انھیں ہر ایک قبر میں گاڑ دیا پھر فرمایا، شاید لکڑی کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر ؓ فرماتے ہیں کہ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جب کوئی فوت ہو جاتا ہے اگر وہ جنتی ہوتا ہے تو صبح شام اس پر اس کی (جنت کی) جگہ پیش کی جاتی ہے اگر جہنمی ہوتا ہے تو جہنم کی جگہ پیش کی جاتی ہے پھر اسے کہا جاتا ہے:

« هٰذَا مَقْعَدُكَ حَتّٰى يَبْعَثَكَ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ »

''کہ تیری جگہ یہی ہوگی (فی الحال تو نے یہاں رہنا ہے) حتی کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن اٹھائے گا۔''

(بخاری، الجنائز، باب المیت یعرض علیه مقعده……: ۱۳۷۹)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب میت کو چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے اور اسے لوگ کندھوں پر اٹھا کر قبرستان کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو میت اگر نیک ہوتی ہے تو وہ کہتی ہے:

« قَدِّمُوْنِىْ قَدِّمُوْنِىْ »

''مجھے (جلدی) لے چلو لے چلو۔''

لیکن اگر میت نیک نہیں ہوتی تو واویلا کرتی ہے اور کہتی ہے مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟:

« يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانَ وَ لَوْ سَمِعَهَا الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ »

''اس کی چیخ و پکار کو انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے اگر انسان اسے سن لے تو بے ہوش ہو جائے۔''

(بخاری، الجنائز، باب کلام المیت علی الجنازة: ۱۳۸۰)

فائدہ = یہ تمام آیات اور احادیث صاف بتا رہی ہے کہ مرنے کے بعد انسان کا عذاب شروع ہو جاتا ہے اور وہ دنیا کی قبر میں ہی ہوتا ہے۔

قبر کے عذاب کے بعد قیامت کے دن غیر اللہ کے پجاری جہنم میں جائینگے:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟…… جب قیامت کا دن

ہوگا تو ایک پکارنے والا یوں پکارے گا کہ جو شخص جس چیز کی عبادت کرتا تھا اسی کے ساتھ چلا جائے۔ پھر غیر اللہ کی عبادت کرنے والوں میں سے کوئی فرد باقی نہ رہے گا۔ سب اپنے معبودوں، بتوں اور تھان وغیرہ کے ساتھ دوزخ میں جا کر گر جائیں گے، یہاں تک کہ صرف وہی لوگ رہ جائیں گے جو صرف اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ ان میں اچھے اور برے سب لوگ اور اہل کتاب کے کچھ باقی رہ جانے والے لوگ بھی ہوں گے۔ سب سے پہلے یہود بلائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم حضرت عزیر (علیہ السلام) کی جو اللہ کا بیٹا ہے کی عبادت کرتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا

«كَذَبْتُمْ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ صَاحِبَةٍ وَ لَا وَلَدٍ»

”تم نے جھوٹ کہا، اللہ نے اپنی بیوی اور بیٹا کسی کو نہیں بنایا تھا۔“

بتاؤ! اب تم کیا چاہتے ہو؟ یہود کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں پیاس لگی ہے، ہمیں پانی پلا، پھر (سراب کی) طرف انھیں اشارہ کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ، کیا تم وہاں نہیں چلے جاتے اسی وقت سب کے سب آگ کی طرف بے تاب ہو کر دوڑیں گے وہ آگ کو پانی سمجھیں گے (جو ان کی پیاس بجھا دے گا) لیکن وہ آگ میں گر پڑیں گے، پھر نصاری بلائے جائیں گے اور ان سے بھی پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے کہا جائے گا تم نے جھوٹ کہا۔ اللہ کی کوئی بیوی اور کوئی بیٹا نہیں۔ پھر کہا جائے گا کہ اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ بھی ویسا ہی کہیں گے جیسا یہود نے کہا تھا اور ان کی طرح جہنم میں گر پڑیں گے۔ حتی کہ کوئی باقی نہ رہے گا مگر جو خالص اللہ کی عبادت کرتے تھے، نیک اور گناہ گار ملے جلے رہ جائیں گے۔ اور ان سے کہا جائے گا تم کس کے انتظار میں کھڑے ہو؟ جبکہ ہر امت اپنے معبود کے ساتھ لگی جا رہی ہے تو وہ کہیں گے

کہ ہم دنیا میں تو، جب کہ ہمیں ان گمراہ کن لوگوں کی ضرورت تھی، ان سے جدا رہے اوران کا ساتھ نہیں دیا تو (اب ان کے ساتھ کیسے جائیں؟) ہم تو اپنے سچے رب کے انتظار میں ہیں کہ جس کی ہم عبادت کرتے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک صورت میں ظاہر ہوگا جو پہلی صورت سے جس کو وہ دیکھ چکے ہوں گے، اس سے ملتی جلتی ہوگی لیکن وہ پہلی صورت نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں ہی تمہارا (سچا) رب ہوں تو وہ کہیں گے۔

ہمارا رب تو ہے؟ اللہ تعالیٰ سے صرف انبیاء گفتگو کرسکیں گے۔ اللہ فرمائے گا کیا تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان کوئی نشانی بھی ہے جس سے تم اسے پہچان لو گے؟

وہ کہیں گے ہاں ہمارے درمیان نشانی پنڈلی ہے پھر اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی سے پردہ ہٹائے گا تو تمام مومنین اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں گے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کو ریا کاری کے لیے سجدہ کیا کرتے تھے وہ سجدہ کرنے لگیں گے لیکن ان کی پیٹھ تختہ بن جائے گی۔ پھر جہنم کے اوپر پل صراط رکھ دی جائے گی......

(بخاری، التوحید، باب قول اللہ ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ......﴾ ۷٤۳۹)

«لَا نُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا »

''ہم کسی کو بھی اللہ کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔''

یہ جملہ دو یا تین مرتبہ کہیں گے۔

* * *

معجزات

آپ ﷺ کی نبوت کی حقانیت کے دلائل میں سے معجزات بھی بہت بڑی دلیل ہیں، چند معجزات پیش خدمت ہیں۔

مشکیزوں کا پانی بڑھ گیا:

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور ہم رات کو چلے، یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ آ گیا تو ہم نے پڑاؤ کیا اور سب سو گئے اور مسافر کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی نیند میٹھی نہیں ہوتی۔ پھر ہمیں سورج کی گرمی نے بیدار کیا۔ سب سے پہلے جو شخص جاگا وہ فلاں شخص تھا، پھر فلاں شخص تھا، پھر فلاں شخص: پھر سیدنا عمر بن خطاب چوتھے جاگنے والے شخص تھے اور نبی ﷺ جب سو جایا کرتے تھے تو ان کو کوئی بیدار نہ کرتا تھا حتی کہ آپ خود بیدار ہو جائیں کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ آپ کے لیے آپ کے خواب میں کیا ہو رہا ہے مگر جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور انہوں نے وہ حالت دیکھی جو لوگوں پر طاری تھی اور وہ طاقتور آدمی تھے تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی اور برابر تکبیر کہتے رہے اور تکبیر کے ساتھ اپنی آواز بلند کرتے رہے، یہاں تک کہ ان کی آواز کے سبب نبی ﷺ بیدار ہو گئے۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو جو مصیبت لوگوں پر پڑی تھی اس کی شکایت آپ سے کی گئی: تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی مسئلہ نہیں ہے (اس لیے کہ یہ سونا جان بوجھ کر نہیں تھا) پھر چلے اور تھوڑی دور جا کر اتر پڑے اور وضو کا پانی منگوایا، پھر وضو کیا اور اذان کہی گئی اور آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز

پڑھائی تو جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو اچانک ایک ایسے شخص پر آپ کی نظر پڑی جو گوشہ میں بیٹھا ہوا تھا، لوگوں کے ساتھ اس نے نماز نہیں پڑھی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے فلاں! تجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟“

تو اس نے کہا مجھے جنابت ہوگئی تھی اور پانی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تیمّم کر لو وہ تمہیں کافی ہے۔ پھر نبی ﷺ چلے تو لوگوں نے آپ ﷺ سے پیاس کی شکایت کی، تو آپ ﷺ پھر اتر پڑے اور ایک شخص کو اور سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ دونوں جاؤ اور پانی تلاش کرو۔

وہ دونوں چلے تو ایک عورت ملی جو پانی کی دو مشکوں کے درمیان اپنے اونٹ پر بیٹھی جا رہی تھی۔ تو ان دونوں نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں کل اس وقت پانی پر تھی اور ہمارے مرد پیچھے آ رہے ہیں۔ ان دونوں نے اس سے کہا خیر اب تو (ہمارے ساتھ) چل۔ وہ بولی کہاں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس۔ اس نے کہا وہی شخص جسے بے دین کہا جاتا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں! (وہی ہیں جن کے متعلق تم یہ خیال کرتی ہو) تو چل تو سہی۔ پس وہ دونوں اسے رسول اللہ کے پاس لائے اور آپ ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا۔

سیدنا عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر لوگوں نے اسے اس کے اونٹ سے اتارا اور نبی ﷺ نے ایک برتن منگوایا اور دونوں مشکوں کے منہ کھول کر اس میں سے کچھ پانی اس برتن میں نکالا۔ (اس کے بعد) ان کے اوپر والے منہ کو بند کر دیا اور نچلے منہ کو کھول دیا اور لوگوں میں آواز دے دی گئی کہ پانی پیو اور (اپنے جانوروں کو بھی) پلا لو۔ جس نے چاہا خود پیا اور جس نے چاہا (جانور کو) پلایا اور آخر یہ ہوا کہ جس شخص کو جنابت ہوگئی تھی اس کو ایک برتن پانی کا دیا اور آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور اس کو اپنے

اوپر ڈال لو۔ اور وہ عورت کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے اور اللہ کی قسم جب پانی اس کے مشکوں سے لے لیا گیا تو یہ حال تھا کہ ہمارے خیال میں وہ اب اس وقت سے بھی زیادہ بھری ہوئیں تھیں۔ جب آپ ﷺ نے پانی لینا شروع کیا تھا پھر نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے کچھ کھانا پینا جمع کر دو، لوگوں نے اس کے لیے عجوہ کھجور، آٹا اور ستو وغیرہ جمع کر دیئے۔ اور ایک کپڑے میں باندھ دیا اور اس عورت کو اسکے اونٹ پر سوار کر دیا اور کھانے کا سامان اس کے آگے رکھ دیا۔

پھر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم جانتی ہو کہ ہم نے تمہارے پانی میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا۔ لیکن اللہ نے ہمیں پانی پلایا۔ پھر وہ عورت اپنے گھر والوں کے پاس آئی چونکہ وہ راہ میں روک لی گئی تھی (اور وہ دیر سے گھر پہنچی تھی) انہوں نے کہا کہ تجھے کس نے روک لیا تھا؟ تو اس نے کہا کہ (عجیب بات پیش آ گئی تھی) مجھے دو آدمی ملے اور مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے بے دین کہا جاتا ہے اور اس نے ایسا کام کیا۔ اللہ کی قسم! یقیناً وہ شخص زمین اور آسمان کے درمیان میں سب سے بڑا جادوگر ہے یا پھر وہ سچ مچ اللہ کا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان اس کے آس پاس کے مشرکوں سے لڑتے رہے لیکن جس بستی میں وہ عورت رہتی تھی، اسے چھوڑ دیتے تھے۔ تو اس نے ایک دن اپنی قوم سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں کہ مسلمان لوگ جان بوجھ تمہیں چھوڑ دیتے ہیں، تو کیا تم مسلمان نہیں ہو جاتے؟ تو انہوں نے اس کی بات مان لی اور اسلام میں داخل ہو گئے۔

(بخاری، التیمم۔ باب الصعید الطیب وضوء المسلم...... رقم: ٣٤٤)

قصہ معراج:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ایک رات) میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں اس [illegible]

میں تھا، پھر جبرائیل علیہ السلام اترے اور انہوں نے میرے سینے کو چاک کیا، پھر اسے زم زم کے پانی سے دھویا۔ پھر ایک تھال سونے کا حکمت ایمان سے بھرا ہوا لائے اور اسے میرے سینے میں ڈال دیا پھر سینے کو بند کر دیا۔ اس کے بعد میرے ہاتھ کو پکڑا اور مجھے آسمان پر چڑھا لے گئے تو جب میں آسمان دنیا پر پہنچا تو جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے داروغہ سے کہا کہ (دروازہ) کھول دو تو اس نے کہا تم کون ہو؟ وہ بولے کہ میں جبرائیل علیہ السلام ہوں پھر اس نے فرمایا کیا تمہارے ساتھ کوئی (اور بھی) ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر اس نے کہا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا ہاں جب دروازہ کھول دیا گیا تو ہم آسمان دنیا کے اوپر چڑھے تو میری ایک ایسے شخص پر (نظر پڑی) جو بیٹھا ہوا تھا، اس کی دائیں جانب کچھ لوگ تھے اور اس کی بائیں جانب (بھی) کچھ لوگ تھے۔ جب وہ اپنے دائیں جانب دیکھتا تو ہنس دیتا اور جب بائیں جانب دیکھتا تو رو دیتا تھا۔ پھر انہوں نے (مجھے دیکھ کر) کہا مرحبا (خوش آمدید) نیک پیغمبر اور نیک بیٹے! میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا آدم علیہ السلام ہیں اور جو لوگ ان کے داہنے اور بائیں ہیں، ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔ دائیں جانب جنت والے ہیں اور بائیں جانب دوزخ والے۔ جب وہ اپنی دائیں جانب نظر کرتے ہیں تو ہنس دیتے ہیں۔ اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔ پھر وہ مجھے دوسرے آسمان تک لے گئے اور اور اس کے نگران سے دروازہ کھولنے کو کہا تو نگران نے اسی قسم کی بات کی جیسے پہلے آسمان کے نگران نے کی تھی پھر دروازہ کھول دیا گیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں آدم، ادریس، موسیٰ، عیسیٰ اور ابراہیم علیہم السلام کو دیکھا (ان کے ٹھکانے بیان نہیں کیے صرف اتنا کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) آدم کو آسمان دنیا پر اور ابراہیم کو چھٹے آسمان پر پایا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے

ہیں پھر جب جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کو لے کر ادریس علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو انہوں نے کہا خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بھائی (آپ نے فرمایا کہ) میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون ہیں تو جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ ادریس علیہ السلام ہیں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا ”خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بھائی میں نے (جبریل علیہ السلام سے) پوچھا یہ کون ہیں؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں، پھر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس گزرا تو انہوں نے فرمایا: خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بیٹے“ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر میں ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بیٹے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ حضرت یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

سیدنا ابن عباس اور ابوحبہ انصاری رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پھر مجھے اوپر لے جایا گیا۔ یہاں تک کہ میں ایک ایسے بلند و بالا مقام پر پہنچا جہاں فرشتوں کے) قلم (چلنے) کی آواز سن رہا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ اور میں وہ لے کر لوٹا یہاں تک کہ جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزرا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے آپ ﷺ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے (یہ سن کر) فرمایا اپنے رب کے پاس لوٹ جائیے (اور تخفیف کرائیے) کیونکہ آپ ﷺ کی امت (اس قدر عبادت کی) طاقت نہیں رکھے گی پھر میں لوٹ گیا تو اللہ نے کچھ نمازیں معاف کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا اور کہا کہ اللہ نے کچھ نمازیں معاف کر دی ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، کہ اپنے رب سے رجوع کیجیے (رعایت کی اپیل کیجیے)

کیونکہ آپ کی امت (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتی۔ پھر میں نے رجوع کیا تو اللہ نے کچھ نمازیں معاف فرما دیں پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا (اور بتایا) تو وہ بولے کہ آپ اپنے رب پروردگار کے پاس لوٹ جایئے کیونکہ آپ کی امت (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتی، چنانچہ میں نے پھر اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا تو اللہ نے فرمایا (اچھا) یہ پانچ نمازیں مقرر کی جاتی (ہیں) لیکن یہ (با اعتبار ثواب کے) پچاس ہیں اور میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا۔ تو انہوں نے کہا پھر اپنے پروردگار سے رجوع کیجئے۔ میں نے کہا:

«اِسْتَحَيْتُ مِنْ رَّبِّیْ»

"(اب) مجھے اپنے پروردگار سے (بار بار اپیل کرتے ہوئے) شرم آتی ہے۔"

(پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے اور سدرۃ المنتہی تک پہنچایا) اور اس پر بہت سے رنگ چھا رہے تھے (میں (نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا تھے) پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا تو اس میں موتیوں کے ہار تھے اور وہاں کی مٹی کستوری تھی۔

(بخاری، احادیث الانبیاء۔ باب ذکر ادریس...... رقم:۳۳۴۲)

سخت چٹان آپ ﷺ کی چوٹ سے ریزہ ریزہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت چٹان آ گئی نبی ﷺ سے ذکر کیا گیا کہ سخت چٹان آ گئی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، خندق میں میں اترتا ہوں پھر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے آپ ﷺ کا پیٹ (بھوک کی شدت کم کرنے کے لیے) باندھا ہوا تھا۔ تین دنوں سے ہم نے کھانا نہیں کھایا تھا آپ ﷺ نے کدال پکڑی اور اسے چوٹ ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ﷺ مجھے گھر جانے کی اجازت دے دیں (اجازت ملی تو میں گھر گیا اور) اپنی بیوی سے کہا کہ نبی کریم ﷺ کو میں نے

بھوکا دیکھا ہے مجھ سے برداشت نہیں ہو سکتا کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ اس نے کہا میرے پاس کچھ جو ہیں اور چھوٹی سی بکری ہے۔

میں نے بکری ذبح کر ڈالی اور بیوی نے جو پیس لیے گوشت کو ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دی پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوا تب آٹا تیار تھا اور گوشت بھی پکنے والا تھا میں نے کہا: یا رسول اللہ! تھوڑا سا کھانا ہے آپ ﷺ اپنے ساتھ ایک دو آدمی بھی ساتھ لے چلیں آپ ﷺ نے پوچھا کہ وہ کھانا کتنا ہے میں نے آپ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کھانا خوب اور بہت ہے آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا میرے آنے تک ہانڈی چولہے سے نہ اتارنا اور تنور میں روٹیاں نہ لگانا پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ (جابر کے گھر تمہاری دعوت ہے) مہاجرین سب کے سب کھڑے ہو گئے۔

جب میں اپنی بیگم کے پاس پہنچا تو میں نے کہا تیری خرابی ہو:

« جَاءَ النَّبِیُّ ﷺ بِالْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَ مَنْ مَّعَهُمْ »

''اللہ کے نبی ﷺ مہاجرین و انصار اور ساتھ والے تمام لوگوں کو لے کر آچکے ہیں۔''

بیوی نے پوچھا کیا آپ ﷺ نے تم سے کھانے کی مقدار کے متعلق پوچھا تھا؟ میں نے کہا ہاں پھر آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: اندر چلو لیکن دھکم دھکی نہ کرو پھر نبی ﷺ روٹیوں کے ٹکڑے کر کے ان پر گوشت رکھتے گئے اور تنور اور ہانڈی کو ڈھانک دیتے تھے اور روٹیوں کے ٹکڑے صحابہ کو پیش کر دیتے تھے پھر ہانڈی بند کر دیتے تھے۔ قصہ مختصر آپ ﷺ روٹیوں کے ٹکڑے کر کے گوشت رکھ کر صحابہ کو دیتے چلے گئے حتی کہ تمام صحابہ سیر ہو گئے لیکن کھانا ابھی تک بچا ہوا تھا تو آپ ﷺ نے میری بیوی سے فرمایا:

« كُلِي هٰذَا وَاهْدِي فَإِنَّ النَّاسَ أَصَابَتْهُمْ مُجَاعَةٌ »

”کہ خود بھی یہ کھانا کھاؤ اور لوگوں کو تحفہ بھی دو کیونکہ لوگ بھوکے ہیں۔“

(بخاری، المغازی۔ باب غزوہ الخندق ..... رقم: ٤١٠١)

ایک روایت میں ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری بیوی نے مجھ سے کہا کہ (زیادہ لوگوں کو کھانے کی دعوت دے کر) رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کے سامنے مجھے رسوا نہ کرنا۔

پھر میں نے جا کر آپ ﷺ کے کان میں کہا یا رسول اللہ! ہم نے چھوٹی سی بکری ذبح کی ہے اور ایک صاع جو پیس کر گوندھے ہیں آپ ﷺ نے سب کو بلا لیا۔ جب آپ ﷺ صحابہ کو لے کر آ گئے تو میری بیوی نے کہا تیری ایسی تیسی ہو جائے (یہ کیا ہوا؟) میں نے کہا کہ میں نے تو ویسے ہی کہا تھا جیسے تم نے مجھ سے کہا تھا پھر اس نے آٹا رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی پھر ہانڈی میں بھی لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا کی پھر فرمایا کہ روٹی پکانے والی کسی عورت کو بھی ساتھ ملا لو اور ہانڈی سے سالن لیتے جاؤ لیکن ہانڈی چولہے پر ہی رہے۔

کھانے والے لوگ تقریباً ایک ہزار تھے:

« فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَأَكَلُوا حَتّٰى تَرَكُوهُ وَانْحَرَفُوا وَ إِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَ إِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ »

”میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمام صحابہ کھا کر فارغ ہو گئے لیکن ابھی کھانا بچا ہوا تھا اور ہماری ہنڈیا پہلے کی طرح جوش مار رہی تھی اور ہمارا آٹا پہلے کی طرح پکایا جا رہا تھا۔ (یعنی تر و تازہ تھا) (حوالہ مذکور ..... رقم: ٤١٠٢)

آپ ﷺ کے سامنے بیت المقدس:

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب مجھے قریش نے (واقعہ معراج کے سلسلے میں) جھٹلا دیا تو میں حطیم میں کھڑا ہو گیا:

«فَجَلَّى اللّٰه لِيْ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَ اَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ»

''اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میرے سامنے کر دیا وہ بیت المقدس کے متعلق سوال کرتے گئے اور میں بتاتا چلا گیا۔''

(بخاری، التفسیر۔ باب قوله ﴿أَسْرَىٰ بِعَبْدِهٖ......﴾ رقم: ٤٧١٠)

* * *

دعا کی قبولیت

نبی ﷺ کی نبوت کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ جو دعا فرماتے وہ قبول ہوا کرتی تھی، آپ ﷺ کے بعد آپ کی پیروی کرنے والے لوگوں کی دعائیں بھی اللہ قبول فرماتا ہے۔ بندہ جب بھی دعا کرتا ہے اللہ اس کی دعا کو قبول فرماتا ہے۔

اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ (المومن: ٦٠)

”تمہارے رب نے کہا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا کو شرف قبولیت بخشوں گا۔“

﴿ وَ إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ...... ﴾ (البقرة: ١٨٦)

”اور جب آپ ﷺ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں (کہ وہ دور ہے یا نزدیک؟ تو انھیں کہو کہ) میں اللہ قریب ہوں اور دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے بلائے۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، ابراہیم، نوح، موسیٰ علیہم السلام وغیرہ انبیاء کی دعائیں قبول کیں اور ان کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں بھی قبول کرتا ہے چند واقعات پیش کرتے ہیں۔

ایک ہفتہ بارش ہوتی رہی:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قحط سالی پڑی تو جمعہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے، ایک اعرابی کھڑا ہوا اور کہا کہ « هَلَكَ الْمَالُ وَ جَاعَ الْعِيَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا » یارسول اللہ! مال برباد ہوگیا اور بچے بھوکے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے (بارش کی) دعا کیجیے۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور ہم (اس وقت) آسمان میں ایک ٹکڑا بھی بادل کا نہیں دیکھ رہے تھے مگر قسم اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھوں کو نیچے بھی نہیں کر پائے تھے کہ بادل پہاڑوں کی طرح چھا گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر سے اترے نہیں حتی کہ میں نے بارش کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک سے ٹپکتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس دن بارش ہوتی رہی اور دوسرے دن اور تیسرے دن اور چوتھے دن (اسی طرح) دوسرے جمعہ تک بارش برستی رہی تو وہی اعرابی یا (کوئی) دوسرا (آدمی جمعہ کے خطبے کے دوران) پھر کھڑا ہوگیا اور اس نے عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تَهَدَّمَ الْبِنَاءُ وَ غَرِقَ الْمَالُ فَادْعُ اللّٰهَ لَنَا »

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارش کی کثرت سے) مکان گر گئے اور مال ڈوب گیا آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لیے دعا فرمائیے۔“

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا »

”اے اللہ ہمارے آس پاس بارش برسا، لیکن ہم پر نہ برسا۔“

پھر آپ ﷺ بادل کے جس ٹکڑے کی طرف اشارہ فرماتے تھے وہ ہٹ جاتا تھا اور پورا مدینہ (بادل سے صاف ہوکر) حوض کی طرح ہو گیا اور وادی قناۃ کا نالہ ایک مہینے تک بہتا رہا اور جو شخص کسی طرف سے آتا تھا وہ بارش کی کثرت کا ہی ذکر کرتا تھا۔ (بخاری، الجمعة، باب الاستسقاء فی الخطبة......۹۳۳)

نبی ﷺ کی دعا سے صحابی ؓ کو تجارت میں بہت زیادہ نفع:

سیدنا عبداللہ بن ہشام ؓ سے روایت ہے کہ انہیں ان کی والدہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں تھیں اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس سے بیعت لے لیجیے آپ ﷺ نے فرمایا: ابھی یہ چھوٹا ہے، (ان سے ابھی بیعت لینا بے فائدہ ہے) پھر آپ ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے دعا کی۔ راوی کہتا ہے کہ یہی (عبداللہ بن ہشام) بازار جاتے اور غلہ خریدتے تھے۔ پھر کبھی سیدنا ابن عمر اور ابن زبیر ؓ ان سے مل جاتے تو فرماتے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ شریک کرلو کیونکہ نبی ﷺ نے تمہارے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ تو وہ ان کو شریک کر لیتے تھے اکثر اوقات پورا پورا اونٹ (غلے کے ساتھ بطور نفع کے) حصے میں آجاتا تھا اور وہ اس کو اپنے گھر روانہ کر دیتے تھے۔

(بخاری، الشرکة، باب الشرکة فی الطعام وغیرہ: ۲۵۰۱)

قبیلہ دوس کے لیے نبی ﷺ کی دعا:

سیدنا ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ طفیل بن عمرو دوسی اور ان کے ساتھی نبی ﷺ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس کے لوگوں نے نافرمانی کی اور (دین حق کی) پیروی سے انکار کر دیا ہے۔ لہٰذا اللہ سے ان کے لیے بددعا کیجیے۔ لوگ کہنے لگے کہ ابھی (اللہ کے نبی نے بددعا کی اور ابھی) دوس ہلاک ہوئے مگر آپ ﷺ نے دعا کی۔

« اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَّ اْتِ بِھِمْ »

’’اے اللہ! دوس کو ہدایت دے اور ان کو دائرہ اسلام میں لے آ۔‘‘ (پھر دوس قبیلہ کے لوگ مسلمان ہو کر آ گئے تھے)

(بخاری، الجهاد، باب الدعاء للمشرکین بالهدی......۲۹۳۷)

جریر بن عبد اللہ ؓ بہترین گھوڑا سوار بن گئے:

سیدنا جریر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم ذی الخلصہ کو تباہ کر کے مجھے آرام کیوں نہیں دیتے؟ ذو الخلصہ قبیلہ خثعم میں ایک بت خانہ تھا۔ اس کو یمن کا کعبہ کہا کرتے تھے۔ سیدنا جریر ؓ فرماتے ہیں کہ پھر میں قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سواروں کے ساتھ چل پڑا اور ان سب کے پاس گھوڑے تھے اور میں گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا نبی ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ اتنے زور سے مارا کہ آپ ﷺ کی انگلیوں کا نشان میرے سینے پر نمایاں ہو گیا اور آپ ﷺ نے میرے حق میں دعا کی:

« اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا »

اے اللہ! ان کو سواری پر جما دے اور ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا دے۔ پھر وہ حضرت جریر وہاں گئے اور اسے توڑا اور اسے جلا ڈالا پھر رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع بھیجی تو جریر ؓ کے قاصد نے آ کر کہا:

« وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا جِئْتُكَ حَتّٰى تَرَكْتُهَا كَاَنَّهَا جَمَلٌ اَجْرَبُ »

’’قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس اس وقت آیا ہوں جب کہ وہ کھوکھلے اونٹ یا

خارشی اونٹ کی طرح ہو گیا۔"

جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ احمس کے گھوڑوں اور سواروں کے لیے پانچ مرتبہ برکت کی دعا کی۔

(بخاری، الجهاد والسیر، باب حرق الدور والنخیل: ۳۰۲۰)

کفار مکہ کو دھویں کے عذاب کا سامنا:

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہوئی کہ "ایک شخص نے مقام کندہ میں بیان کیا ہے کہ قیامت کے روز دھواں پیدا ہوگا، جس سے منافقوں کے تو کان اور آنکھیں بالکل بیکار ہو جائیں گی لیکن مومنوں کو زکام کی سی کیفیت پیدا ہو جائے گی، (جب یہ بات انہیں پہنچی اور وہ اس وقت) تکیہ لگائے بیٹھے تھے، وہ (یہ سن کر) غصے ہو گئے اور سیدھے ہو کر بیٹھے پھر فرمایا کہ انسان کو چاہیے کہ وہی بات کہے جو جانتا ہو اور جو بات نہ جانتا ہو تو کہہ دے « اَللّٰهُ اَعْلَمُ » کہ اللہ ہی خوب جانتا ہے کیونکہ یہ بھی علم کا ہی ایک حصہ ہے کہ جس چیز کو انسان نہ جانتا ہو اس کے بارے میں کہے کہ میں نہیں جانتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

﴿ قُلْ مَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴾ (ص: ٨٤)

"کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس (وعظ و نصیحت) کی کوئی اجرت نہیں مانگتا اور نہ ہی میں تکلف سے خود کوئی بات بنا تا ہوں۔"

(اصل قصہ دھویں کا یوں ہے کہ)

قریش نے ایمان لانے میں دیر کی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی

« اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلَيْهِمْ بِسَبْعٍ كَسَبْعِ يُوْسُفَ »

''اے اللہ! قریش کے لوگوں کے مقابلے میں میری مدد اس طرح کر کہ ان پر یوسف علیہ السلام کے سات سالہ قحط کی طرح سات سالہ قحط نازل کر دے۔''

چنانچہ قحط پڑ گیا اور (اتنا سخت کہ) جس میں کئی لوگ تو ہلاک ہو گئے اور جوان میں سے بچ گئے تو وہ مردار کا گوشت اور ہڈیاں تک کھا گئے اور (بھوک کے مارے) آدمی کا یہ حال تھا کہ آسمان اور زمین کے درمیان اسے دھواں سا دکھائی دیتا تھا۔ آخر کار ابوسفیان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا:

«يَا مُحَمَّدُ جِئْتَ تَأْمُرُ بِصِلَةِ الرَّحِمِ وَ إِنَّ قَوْمَكَ قَدْ هَلَكُوْا فَادْعُ اللّٰهَ »

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم تو ہمیں آپس میں رشتہ ناتا جوڑنے کی تلقین کرتے ہو اور اب تو تمہاری قوم کے بہت سے لوگ (قحط کی وجہ سے) تباہ ہو گئے۔ اللہ سے دعا کرو۔''

(کہ وہ اسے دور کر دے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی) پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ قَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝﴾

(الدخان: ۱۰۔۱۵)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کے منتظر رہیں جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ دردناک عذاب ہوگا (وہ کہیں گے) اے

ہمارے رب ہم سے عذاب ہٹا لے ، بے شک ہم ایمان لانے والے ہیں ان کے لیے نصیحت کہاں؟ ان کے پاس (احکامات الٰہی کو) کھول کھول کر بیان کرنے والا رسول آچکا ہے پھر بھی انھوں نے اس سے منہ موڑ لیا اور کہنے لگے کہ یہ سکھایا پڑھایا ہوا مجنون ہے بے شک ہم (تم سے) کچھ عذاب ہٹالیں گے تو تم پھر اپنی اسی حالت پر آجاؤ گے۔"

(سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) تو کیا آخرت کا عذاب ان پر سے کچھ عرصہ کے لئے ہٹ جائے گا اور وہ لوگ پھر اپنے کفر پر ہی قائم رہیں گے؟ (لہٰذا اس سے مراد یہ دھواں ہے نہ کہ قیامت کے روز کا دھواں ہو)

پھر اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا:

﴿يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى﴾ (الدخان: ١٦)

"جس دن ہم بڑی سخت پکڑ کریں گے۔"

اس سے بدر کی لڑائی مراد ہے" اور لِزَامًا لگ جانے والے یا چمٹ جانے والے عذاب" سے مراد (بدر میں قید ہو جانا ہے)

﴿الٓمٓ ٥ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ٥ فِيْ أَدْنَى الْأَرْضِ وَ هُمْ مِّنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ٥﴾ (الروم: ١-٣)

"اہل روم مغلوب ہو گئے...... عنقریب مغلوب ہو جانے کے بعد غالب آجائیں گے۔"

یہ پیش گوئی پہلے پوری ہو چکی ہے۔ (بخاری، التفسیر، سورة الروم، ٤٧٧٤)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے مکہ میں قحط:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرماتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (دعوت اسلام

کے قبول کرنے سے) لوگوں کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو آپ ﷺ نے بد دعا کی:

« اَللّٰهُمَّ سَبْعًا كَسَبْعِ يُوسُفَ »

اے اللہ (ان پر) سات برس (قحط ڈال دے) جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے (عہد میں) سات برس تک مسلسل قحط رہا تھا) تو قحط نے انہیں آ لیا۔ حتیٰ کہ لوگوں نے ہڈیاں اور مردار جانور کھانے شروع کر دیئے اور بھوک کی وجہ سے (ضعف اس قدر ہو گیا کہ) جب کوئی ان میں سے آسمان کی طرف دیکھتا تو اس کو دھواں (سا) دکھائی دیتا۔ تو ابو سفیان (جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

« يَا مُحَمَّدُ اِنَّكَ تَأْمُرُ بِطَاعَةِ اللّٰهِ وَ بِصِلَةِ الْاَرْحَامِ »

”اے محمد ﷺ آپ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں اور یہ آپ ﷺ کی قوم کے لوگ (ہیں جو مارے بھوک کے) مر رہے ہیں۔ آپ ﷺ اللہ سے ان کے لیے دعا کیجئے۔“

تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ...... الخ ﴾

”اے نبی! تم اس دن کا انتظار کرو جس دن آسمان ایک صریح دھواں ظاہر کرے گا اگر ہم ان کافروں سے عذاب دور کر دیں تو یہ پھر (بھی) کفر کریں گے اس کی سزا ان کو اسی دن ملے گی جس دن ہم ایک سخت گرفت میں ان کو پکڑیں گے۔“ (الدخان: ١٠-١٦)

(بخاری، الاستسقاء، باب دعا النبی ﷺ اِجْعَلْهَا......رقم: ١٠٠٧، التفسیر باب ﴿ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ ...... ﴾ رقم: ٤٧٤٤)

آپ ﷺ نے دعا کی تو مرگی کی مریضہ کا ستر نہیں کھلتا تھا:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے بعض ساتھیوں سے کہا کہ کیا میں تمہیں جنتی عورت دکھلاؤں؟ انہوں نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ فرمایا کہ یہ سانولی سی عورت نبی ﷺ کی خدمت میں آئی اور عرض کی کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا جسم ظاہر ہو جاتا ہے۔ میرے لئے دعا کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ»

”اگر تو چاہے صبر کر لے اور اس کے عوض تجھے جنت ملے گی اگر دعا کرانی ہے تو میں اللہ سے دعا کردوں گا وہ تجھے صحت دے دے گا۔“

اس نے عرض کی (کہ بہتر ہے) میں صبر کرلوں گی (لیکن) یہ میرا کپڑا ادھر ادھر ہو جاتا ہے اس کے لئے ضرور دعا کر دیجیے۔ آپ ﷺ نے دعا فرما دی (پھر اس کا بدن کبھی نظر نہ آیا)

(بخاری، المرضیٰ، باب فضل من یصرع من الریح: ۵۶۵۲)

* * *

اللہ کے چند نافرمان

اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کا انجام برا ہوتا ہے ان کو دنیا میں ذلت اور آخرت میں عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چند اللہ کے دشمنوں کا تذکرہ حسب ذیل ہے۔

ابو جہل کو دو کم سن لڑکوں نے قتل کیا:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن مجاہدین کی صف میں کھڑا ہوا تھا میں نے اپنی دائیں بائیں جانب نظر کی تو مجھے انصار کے دو کمسن لڑکے دکھائی دیے تو میں نے تمنا کی کہ کاش! میں ان (انصار) میں سے طاقتور (شہسواروں) کے درمیان ہوتا۔ خیر مجھے ان میں سے ایک نے دبایا اور کہا:

«یَا عَمِّ هَلْ تَعْرِفُ اَبَا جَهْلٍ»

”اے چچا! تم ابو جہل کو پہچانتے ہو؟“

میں نے کہا ہاں لیکن تمھیں اس سے کیا کام ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے:

«وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُفَارِقُ سَوَادِیْ سَوَادَهٗ حَتّٰی یَمُوْتَ الْاَعْجَلُ مِنَّا»

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو پھر میرا جسم اس کے جسم سے الگ نہیں ہوگا حتیٰ کہ ہم میں سے پہلے جس کی موت مقدر میں ہوگی وہ مرجائے تو میں نے اس بات سے تعجب کیا پھر مجھے

دوسرے نے دبایا اور اسی قسم کی گفتگو کی۔ پھر تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ابوجہل کو دیکھا کہ وہ لوگوں میں چکر لگا رہا ہے۔ میں نے کہا دیکھو وہ رہا وہ شخص جس کے متعلق تم مجھ سے پوچھ رہے تھے۔ وہ دونوں اپنی تلواریں لے کر اس کی طرف لپکے اور اسے مارا حتیٰ کہ اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ گئے اور آپ ﷺ کو جا کر بتایا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم میں سے کس نے اسے قتل کیا ہے؟ ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس کو قتل کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر دی ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے ان کی تلواروں کو دیکھا تو فرمایا تم دونوں نے اسے قتل کیا ہے مگر اس کا اسباب معاذ بن عمرو بن جموح کو ملے گا اور وہ دونوں لڑکے معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح کے بیٹے تھے۔

(بخاری، فرض الخمس، باب من لم يُخَمِّسُ الاسلاب: ٣١٤١)

ایک روایت میں سیدنا انس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (بدر کے دن) فرمایا: کون ابوجہل کی خبر لائے گا؟ تو سیدنا ابن مسعود ؓ گئے تو اسے (اس حال میں) پایا کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے اتنا مارا کہ وہ مرنے کے قریب تھا، سیدنا ابن مسعود ؓ نے فرمایا کہ کیا تو ہی ابوجہل ہے؟ اور اس کی داڑھی پکڑ لی تو اس نے کہا: «وَهَلْ فَوْقَ رَجُلٍ قَتَلْتُمُوْهُ» بھلا مجھ سے بڑھ کر وہ کون شخص ہے جسے تم نے قتل کیا یا یوں کہا کہ اس شخص سے بڑھ کر کون ہے جسے اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟

(بخاری، المغازی، باب قتل ابی جهل: ٣٩٦٢)

کفار مکہ کے سردار بدر کے کنویں میں:

سیدنا ابوطلحہ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے بدر کے دن قریش کے چوبیس سرداروں کی لاشوں کو بدر کے ایک گندے اور ناپاک کنویں میں پھینکنے کا حکم فرمایا اور

نبی ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی قوم پر غلبہ پاتے تو تین راتیں اسی مقام پر ٹھہرے رہتے تھے جب بدر میں (رہتے ہوئے) تیسرا دن تھا تو آپ ﷺ نے حکم دیا؛ تو آپ ﷺ کی اونٹنی پر پالان کسی گئی پھر آپ ﷺ چلے اور آپ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی چلے۔ وہ سمجھے کہ آپ ﷺ کوئی کام جا رہے ہیں لیکن آپ ﷺ اس کنویں کی منڈیر پر کھڑے ہوئے اور کفار قریش کو ان کے اپنے نام اور ان کے باپوں کے نام سے پکارنے لگے۔ ''اے فلاں کے بیٹے فلاں! اے فلاں کے بیٹے فلاں! کیا اب تمہیں یہ اچھا معلوم ہو رہا ہو گا کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کر لیتے'' سنو!

« فَاِنَّا وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا »

ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا ہم نے پا لیا، کیا تم سے بھی تمہارے رب نے (عذاب اور شکست کا) جو وعدہ کیا تھا تم نے اسے سچا پالیا ہے؟ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا تُكَلِّمُ مِنْ اَجْسَادٍ لَا اَرْوَاحَ لَهَا »

''یارسول اللہ! آپ ﷺ ان جسموں سے باتیں کرتے ہیں جن میں روح (موجود) نہیں ہے؟''

تو رسول اللہ نے فرمایا:

« وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ ﷺ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ بِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ »

''اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس کو تم ان (کافروں) سے زیادہ نہیں سن رہے۔''

حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ڈانٹ ڈپٹ کرنے اور

ان کو ذلت و رسوائی اور حسرت اور ندامت کا احساس دلانے کے لیے اس وقت زندہ کر دیا تھا۔ (بخاری، المغازی، باب قتل ابی جهل: ۳۹۷۲)

کعب بن اشرف کا قتل:

سیدنا جابر بن عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف (کے قتل) کا کون ذمہ لیتا ہے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بڑی تکلیف دی ہے۔ سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ اسے مار ڈالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ تو انہوں نے عرض کی کہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ ﷺ پر کوئی جھوٹ موٹ بات بناؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے اختیار ہے۔ چنانچہ سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ اس کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اس شخص (یعنی محمد ﷺ) نے ہم سے صدقہ مانگ مانگ کر ہمیں ستا رکھا ہے، میں تجھ سے کچھ قرض لینے آیا ہوں۔ کعب نے کہا کہ ابھی تو ابتداء ہے۔ اللہ کی قسم! آگے چل کر تم کو بہت تکلیف ہوگی۔ وہ بولے کہ خیر اب تو ہم اس کا اتباع کر چکے، اب ایک دم چھوڑنا تو اچھا نہیں لگتا، ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ خیر میں آپ کے پاس ایک یا دو وسق قرض لینے آیا ہوں، کعب بن اشرف نے کہا کہ قرض دوں گا مگر آپ میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو۔

انہوں نے فرمایا کہ تم کیا چیز گروی رکھنا چاہتے ہو؟ کعب نے کہا تم میرے پاس اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تیرے پاس عورتوں کو کیسے گروی رکھ دیں؟ کیونکہ تو عربوں میں بے انتہا خوبصورت ہے۔ کعب نے کہا تو پھر اپنے بیٹوں کو میرے پاس گروی رکھ دو۔ وہ کہنے لگے بھلا ہم انہیں کیسے گروی رکھیں؟ جو ان سے لڑے گا تو وہ یہ طعنہ دے گا کہ تو ایک وسق یا دو وسق کے عوض گروی

رکھا گیا تھا اور یہ ہمارے لیے عار ہے، لیکن ہم تیرے پاس ہتھیار گروی رکھ دیں گے۔ پھر انہوں نے کعب سے دوبارہ ملنے کا وعدہ کیا اور پھر وہ رات کے وقت کعب کے پاس آئے اور اپنے ساتھ کعب کے دودھ شریک بھائی حضرت نائلہ کو لے آئے، کعب نے انہیں قلعہ کے پاس بلا لیا اور خود قلعہ سے نیچے اتر کر ان کے پاس آنے لگا۔ اس کی بیوی نے پوچھا کہ تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ کعب نے جواب دیا کہ محمد بن مسلمہ ؓ اور میرا بھائی ابو نائلہ مجھے بلا رہے ہیں (ڈرنے کی کوئی بات نہیں) بیوی نے کہا کہ مجھے اس آواز سے خون کی بو آ رہی ہے۔ کعب نے کہا (ایسی کوئی بات نہیں کیونکہ آنے والے) یہ صرف میرے دوست محمد بن مسلمہ ؓ اور میرا دودھ شریک بھائی ابو نائلہ ہیں اور معزز آدمی کو تو اگر رات کے وقت نیزہ مارنے کے لئے بھی بلایا جائے تو فوراً آمادہ ہو جاتا ہے۔ ادھر سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ دو اور آدمیوں کو ساتھ لائے تھے (ابو عمر کی روایت کے علاوہ دوسری روایت میں ہے کہ وہ) ابو عبس بن جبیر اور حارث بن اوس اور عباد بن بشر (رضی اللہ عنہم) تھے (عمرو) فرماتے ہیں کہ جن دو آدمیوں کو وہ ساتھ لائے تھے ان سے کہہ دیا تھا کہ جب کعب بن اشرف آئے گا تو میں اس کے بال پکڑ کر سونگھوں گا، جب تم دیکھو گے کہ میں نے اس کے سر کو مضبوط پکڑ لیا ہے تو تم جلدی سے اسے مار ڈالنا۔ (ایک دفعہ راوی عمرو نے) کہا کہ محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا کہ پھر میں تمہیں سونگھاؤں گا۔ الغرض جب کعب ان کے پاس چادر سے سر لپیٹے ہوئے آیا اور خوشبو میں خوب مہک رہا تھا۔ تب محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا کہ میں نے آج کی خوشبو سے اچھی کبھی کوئی خوشبو نہیں دیکھی۔ کعب نے جواب دیا کہ میرے پاس عرب کی عورتوں میں سب سے زیادہ معطر رہنے والی اور سارے عرب کی باکمال عورت ہے۔ محمد بن مسلمہ ؓ نے کہا کہ کیا تم مجھے اپنا سر سونگھنے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں کیوں نہیں۔ محمد بن مسلمہ ؓ نے سونگھا اور اپنے ساتھیوں کو

سنگھایا۔ انہوں نے کچھ دیر کے بعد کہا کہ مجھے پھر (دوبارہ سونگھنے کی) اجازت ہے؟ اس نے کہا ہاں ہے۔ چنانچہ جب سیدنا محمد بن مسلمہ ؓ نے اسے سر سے مضبوط پکڑ لیا تب انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس کو مار ڈالو۔ اور انہوں نے کعب بن اشرف کو مار ڈالا اور رسول اللہ ﷺ کو اس کے قتل کی آ کر خوشخبری سنائی۔

(بخاری، المغازی، باب قتل کعب بن الاشرف: ٤٠٣٧)

ابو رافع یہودی کا قتل:

سیدنا براء بن عازب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چند انصار کو ابو رافع یہودی کے قتل کرنے کے لیے بھیجا اور ان پر سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ کو امیر بنایا۔ ابو رافع رسول اللہ ﷺ کو سخت ایذا دیتا تھا اور آپ ﷺ کو تکلیف دینے پر کمر بستہ رہتا تھا اور آپ ﷺ کے دشمنوں کی سپورٹ کیا کرتا تھا اور وہ اپنے اس قلعے میں جو حجاز میں تھا، رہتا تھا۔ جب یہ مذکورہ صحابہ اس کے قریب پہنچے، اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو شام کے وقت واپس لا چکے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک ؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم یہاں بیٹھو، میں جاتا ہوں، اور دربان سے مل ملا کر قلعہ کے اندر جانے کی کوئی تدبیر کرتا ہوں، پھر وہ قلعہ کی طرف چلے، یہاں تک کہ دروازے کے قریب پہنچ گئے، پھر اپنے آپ کو کپڑے میں اس طرح چھپایا، جیسے کوئی قضائے حاجت کے لئے بیٹھتا ہے۔ قلعہ والے اندر جا چکے تھے۔ دربان نے عبداللہ کو آواز دی اے اللہ کے بندے! اگر تو اندر آنا چاہتا ہے تو آ، کیونکہ میں دروازہ بند کرتا ہوں، میں اندر چلا گیا۔ جب سب آ چکے، دربان نے دروازہ بند کر کے چابیاں کھونٹی پر لٹکا دیں۔ عبداللہ ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے چابیاں لے کر دروازہ کھولا، ابو رافع کے پاس داستان گوئیاں ہوا کرتی تھیں اور وہ اپنے بالا

خانے پر رہتا تھا۔ جب اس کے پاس سے کہانی گو لوگ چلے گئے تو میں بالا خانے پر چڑھا، میں جب کوئی دروازہ کھولتا تو اندر کی جانب سے بند کر لیتا اور (اپنے دل میں کہتا کہ) اگر لوگ مجھ سے واقف بھی ہو جائیں گے تو مجھ تک ابو رافع کے مارنے سے پہلے نہ آسکیں گے، جب میں اس کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک اندھیرے مکان میں اپنے بچوں میں سو رہا تھا۔ مجھے اس کا ٹھکانہ معلوم نہ تھا میں نے اسے ابو رافع کہہ کر آواز دی، اس نے جواب دیا کون ہے؟ میں آواز کی طرف لپکا اور آواز پر تلوار کی ایک چوٹ لگائی، میرا دل دھک دھک کر رہا تھا کیونکہ میرا وار خالی گیا تھا اور وہ چلانے لگا تھا۔ میں مکان سے نکل کر تھوڑی دیر بعد پھر اندر گیا اور میں نے (آواز بدل کر) کہا کہ اے ابو رافع! یہ کیسی آواز تھی؟ اس نے کہا کہ تیری ماں پر مصیبت پڑے، کسی نے ابھی ابھی مجھے تلوار ماری ہے، یہ سنتے ہی میں نے ایک بڑا وار کیا اگرچہ اب اس کو کاری زخم آچکا تھا لیکن وہ مرا نہیں تھا آخر میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھی اور زور سے دبایا تو تلوار اس کی پیٹھ سے آر پار ہو گئی، جب مجھے یقین ہوا کہ میں نے اس کو مار دیا ہے تو پھر میں ایک ایک دروازہ کھولتا ہوا، سیڑھیوں پر پہنچ کر نیچے اتر رہا تھا، میں نے سمجھا کہ اب زمین آگئی ہے، چاندنی رات میں (دھم سے) نیچے گر پڑا اور میری پنڈلی ٹوٹ گئی، میں اسے اپنے عمامہ سے پٹی باندھ کر نکلا اور دروازہ پر یہ کہہ کر بیٹھ گیا کہ آج رات اس وقت تک نہ نکلوں گا جب تک میں یہ نہ جان لوں کہ کیا میں نے اسے قتل کر دیا ہے یا نہیں؟۔ جس وقت مرغ نے اذان دی تو اس وقت موت کی خبر سنانے والا دیوار پر کھڑا ہو کر کہنے لگا میں ابو رافع، اہل حجاز کے سوداگر کے مرنے کی خبر سناتا ہوں۔ پھر میں نے اپنے ساتھیوں سے آ کر کہا کہ جلدی چلو، اللہ نے ابو رافع کو قتل کر دیا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آ کر یہ واقعہ

بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا پاؤں پھیلاؤ۔

«فَبَسَطْتُ رِجْلِي فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا»

''میں نے اپنا پاؤں پھیلایا تو آپ ﷺ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ ایسا تندرست ہوگیا جیسے مجھے کبھی اس کی تکلیف ہی نہ تھی۔''

(بخاری، المغازی، باب قتل ابی رافع...... ٤٠٣٩)

یمن میں ایک مرتد پر معاذ کا گزر اور اس کے قتل کرنے کا حکم:

سیدنا ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں اور سیدنا معاذ بن جبلؓ کو یمن کی طرف روانہ کیا اور ہر ایک کو یمن کے ایک ایک حصے پر حاکم مقرر کیا اور یمن کے دو حصے تھے پھر فرمایا:

«يَسِّرَا وَ لَا تُعَسِّرَا وَ بَشِّرَا وَ لَا تُنَفِّرَا»

''تم لوگوں پر آسانی کرنا، سختی نہ کرنا اور انہیں خوش کرنا، دین سے نفرت نہ دلانا۔''

دونوں اپنی اپنی ڈیوٹی پر چلے گئے۔(ابو بردہ) فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں سے جو کوئی اپنے علاقے کا گشت کرتے کرتے دوسرے ساتھی کے قریب آجاتا تو ضرور ملاقات کر کے جاتا تھا۔ ایک دفعہ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ اپنے اس علاقے میں گئے جو کہ ان کے ساتھی سیدنا ابو موسیٰ کے علاقے کے قریب تھا، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے خچر پر سوار ہوکر سیدنا ابو موسیٰ کے پاس آئے، وہ بیٹھے ہوئے تھے اور بہت سے لوگ ان کے پاس جمع تھے۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا جس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے تو سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے عبداللہ بن قیس! یہ کیا معاملہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ شخص اسلام لانے کے بعد پھر مرتد ہوگیا ہے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک یہ قتل نہ کیا جائے گا۔ میں خچر پر سے

ہرگز نہ اتروں گا۔ سیدنا ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ قتل کیے جانے کے لیے ہی پکڑ کر لایا گیا ہے لہٰذا تم اتر آؤ۔ وہ بولے کہ میں تو اس کے قتل کیے جانے سے پہلے ہرگز نہ اتروں گا۔ پھر سیدنا ابوموسیٰ ؓ نے حکم دے کر اسے قتل کروادیا۔ تب وہ اترے اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اے عبداللہ! تم قرآن کی تلاوت کس طرح کرتے ہو؟ انہوں نے بتایا کہ میں تو تھوڑا تھوڑا ہر وقت پڑھتا رہتا ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ معاذ رضی اللہ عنہ! تم قرآن کی تلاوت کس طرح کرتے ہو؟ وہ بولے کہ میں اول رات میں سو جاتا ہوں پھر حسب معمول سو کر اٹھتا ہوں اور جس قدر اللہ کو منظور ہوتا ہے پڑھ لیتا ہوں اور میں سونے کا بھی عبادت کے برابر ثواب سمجھتا ہوں۔ (بخاری، المغازی، باب بعث ابی موسی و معاذ...... ٤٣٤١)

قوم ثمود کا بدبخت ترین شخص:

سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی ﷺ کو خطبہ دیتے ہوئے سنا اور آپ ﷺ نے (خطبہ میں پیغمبر صالح ﷺ کی) اونٹنی کا اور جس نے اسے قتل کیا تھا اس کا ذکر فرمایا: پھر فرمایا: ﴿ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ﴾ جب ان میں سے ایک نہایت بدبخت اٹھا" (الشمس: ۱۲) کی تفسیر یہ فرمائی کہ اس اونٹنی کو (قتل کرنے کا ذمہ) ایک ایسے شخص نے اٹھایا جو ابوزمعہ ؓ کی طرح اپنی قوم میں قوی زبردست تھا اور وہ شخص بڑا خبیث اور بدبخت تھا پھر عورتوں کا ذکر فرمایا: کہ تم میں سے کوئی ایسا نہ کرے کہ اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح کوڑے سے مارے اور پھر شام کو ہی اس سے ہم بستر ہو۔ پھر لوگوں کو ہوا خارج کرنے پر ہنسنے کی ممانعت فرمائی اور فرمایا: ایسے کام پر جو لوگ خود بھی کرتے ہیں، اس پر کیوں ہنستے ہیں؟ ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: (وہ شخص) زبیر بن عوام کے چچا ابوزمعہ کی طرح تھا۔

(بخاری، التفسیر، سورۃ والشمس...... ٤٩٤٩)

* * *

تذکرہ انبیاء کرام اور ایمان افروز واقعات

اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ اور کئی ہزار نبی بھیجے ان میں سے ہر نبی اللہ کا برگزیدہ اور صاحب عزت وفضیلت تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اپنا اپنا مقام عطا فرمایا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ﴾ (البقرۃ:۲۵۳)

”یہ رسول ہیں جن میں سے کسی کو دوسرے پر ہم نے فضیلت عطا فرمائی تھی ان میں سے کچھ نبی ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے براہ راست گفتگو کی اور کچھ کے درجات کو اللہ نے بلند کردیا ہے۔“

انبیاء کے ان درجات کے پیش نظر انبیاء کرام کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام:

حضرت آدم علیہ السلام اللہ کے وہ برگزیدہ نبی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے پیدا فرمایا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا

خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۝﴾(صٓ:۷۱-۷۵)

”جب آپ کے رب نے کہا فرشتوں سے کہ بے شک میں مٹی سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں جب میں اسے بنالوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے لیے سجدہ کرنا چنانچہ تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہ کیا بلکہ) اس نے تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس تجھے اس کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا فرمایا ہے۔“

حضرت آدم کو پیدا کرنے کے بعد انھیں تمام چیزوں کے نام سکھا دیے جب کہ فرشتے ان ناموں سے ناواقف تھے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾(البقرۃ:۳۱ تا ۳۳)

”اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھلا دیے پھر ان کو فرشتوں پر پیش کیا پھر فرمایا کہ اگر تم سچے ہو تو پھر ان چیزوں کے نام بتاؤ لیکن فرشتوں نے کہا (اے اللہ) تو پاک ہے ہمیں تو صرف اسی چیز کا علم ہو سکتا ہے جو تو نے ہمیں سکھا دی بے شک تو غالب حکمت والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم ان کو ان چیزوں کے ناموں کی خبر دے

دیں، جب حضرت آدم نے انھیں ان چیزوں کے نام بتا دیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تمھیں کہہ نہیں دیا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین میں ہر چھپی چیز کو جانتا ہوں۔"

حضرت نوح:

حضرت آدم کے بعد پہلے نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس وقت بھیجا جب کہ قوم شرک کی انتہائی گہری کھائی میں گر چکی تھی۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس بڑی محنت اور ثابت قدمی سے تبلیغ کی لیکن ان کی اتنی محنت کے باوجود بھی قوم کفر کی ضلالتوں میں گرتی چلی گئی تو نوح علیہ السلام نے قوم کی بربادی کے لیے بد دعا کر دی۔ جس سے تمام قوم کا ملیا میٹ ہو گیا صرف وہی چند لوگ نجات سے ہمکنار ہوئے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے ان کی بد دعا اور قوم کی تباہی کا منظر اللہ تعالیٰ نے سورہ ھود (۲۵ تا ۴۸) میں اور سورہ نوح میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان افروز تذکرہ:

دوستی کے گیارہ درجات ہیں ان میں سے سب سے افضل اور بڑا درجہ خلیل کا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ کئی مقامات پر فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عقیدے کی پختگی اللہ پر اعتماد اور بھروسہ اور عبادت اور گریہ زاری، توحید کا پرچار۔ دشمنوں سے دلائل کے ساتھ مقابلہ وغیرہ بے شمار اوصاف بیان فرماتے ہیں۔

ایک مقام پر اللہ رب العزت نے فرمایا:

﴿ وَ اِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّیْ

جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ﴾ (البقرۃ:١٢٤)

"اور جب اللہ تعالیٰ نے کئی باتوں میں حضرت ابراہیم کی آزمائش کی تو وہ آزمائش میں پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے (انھیں تمغہ دیتے ہوئے) فرمایا بے شک میں آپ کو لوگوں کے لیے پیشوا بنانے لگا ہوں۔"

اور ایک جگہ فرمایا:

﴿ وَ مَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ وَّ اتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾

(النساء:١٢٥)

"اور اس شخص سے دین کے لحاظ سے اچھا کون ہو سکتا ہے جو اپنا چہرہ اللہ کے لیے تابع کر دے اور حضرت ابراہیم کے دین کی اتباع کرے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل (اپنا گہرا دوست) بنا لیا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو بطور نمونہ پیش کیا ہے کہ ان کو دیکھ کر تم عمل کیا کرو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم نے اسی برس کی عمر میں بسولے کے ساتھ اپنا ختنہ کیا تھا۔

مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل ابراهيم، رقم ٦١٤١

یعنی جب ان کو ختنہ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا فوراً تعمیل کی اس وقت ان کی عمر اسی (٨٠) برس کی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ کو ایک شخص نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: "يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ" (اے مخلوق میں سے بہتر آدمی) تو آپ علیہ السلام نے (بطور تواضع) ارشاد فرمایا: یہ (مقام) تو حضرت ابراہیم کا ہے (کہ وہ مخلوق میں سے بہترین انسان ہیں) مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل ابراهيم، رقم: ٦١٣٨

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم سب اللہ کے پاس ننگے بدن ننگے پاؤں اور بغیر ختنہ کیے ہوئے اکٹھے کیے جاؤ گے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ﴾(الانبياء: ١٠٤)

”ہم نے جیسے پہلے پیدا کیا ویسے ہم دوبارہ بھی انھیں پیدا کریں گے یہ ہم پر وعدہ ہے بے شک ہم یہ کرنے والے ہیں۔“

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« وَ أَوَّلُ مَنْ يُكْسٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِبْرٰهِيمَ »

”قیامت کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔“

بخاری، كتاب الفضائل، باب قول الله تعالى ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرٰهِيمَ خَلِيلًا ﴾ رقم٣٣٤٩

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت ابراہیم کی ملاقات ان کے باپ آزر سے ہوگی اور اس کے چہرے پر غبار اور سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے اے ابا جان میں نے آپ کو دنیا میں کہا نہیں تھا کہ تم میری نافرمانی نہ کرو؟

باپ کہے گا آج جیسے کہو گے ویسے کروں گا (یعنی گزشتہ کی معافی چاہتا ہوں)

حضرت ابراہیم علیہ السلام (میں باپ کی محبت جوش مارے گی اور وہ) فرمائیں گے اے میرے رب آپ نے تو مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا کہ قیامت کے دن تجھے رسوا نہیں کریں گے کیا اس سے بھی بڑی کوئی رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ (تیری رحمت

سے) دور (جہنم میں ڈالا جا رہا ہے) اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرے ابراہیم ''حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ'' کہ میں نے کافروں پر جنت حرام کردی ہے (تیرا باپ کافر جنت میں کیسے جا سکتا ہے؟)

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا جائے گا ابراہیم اپنے قدموں میں تو نظر کرو وہ قدموں میں دیکھیں گے تو ان کا باپ گندگی میں لت پت بجو کی شکل میں تبدیل ہو چکا ہو چکا ہوگا پھر اس کی ٹانگوں سے پکڑ کر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(بخاری، حوالہ مذکورہ، ۳۳۵۰)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اہل کو جنگل میں چھوڑ دیا:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے پہلے ام اسماعیل سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کمر پٹا باندھا تھا، ان کی غرض یہ تھی کہ سارہ ان کا سراغ نہ پائیں، (وہ جلد بھاگ جائیں) پھر سیدنا ابراہیم علیہ السلام انہیں اوران کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو (مکہ میں) لے آئے اور ہاجرہ رضی اللہ عنہا (اس وقت) اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتی تھیں اور انہیں بیت اللہ کے قریب ایک درخت کے نیچے بٹھا دیا جو اس مقام پر ہے جہاں آب زم زم ہے، مسجد کی بلند جانب میں اور ان دنوں مکہ میں کوئی انسان نہ رہتا تھا اور نہ وہاں پانی تھا، پھر ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں کو وہاں بٹھایا اور چمڑے کا ایک تھیلا کھجوروں کا (بھرا ہوا) اور پانی سے بھرا ہوا ایک چھوٹا مشکیزہ دیا، پھر واپس جانے لگے تو ام اسماعیل ان کے پیچھے چلیں اور کہنے لگیں کہ ابراہیم! ہمیں اس جنگل میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو کہ جہاں نہ کوئی انسان ہے اور نہ کوئی اور چیز؟ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے بار بار پکار کر یہی کہا لیکن ابراہیم علیہ السلام نے انہیں مڑ کر بھی نہ دیکھا تو ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ایسا کرنے کا حکم آپ کو اللہ نے دیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا ہاں، ہاجرہ نے کہا پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا، یہ کہہ کر وہ واپس لوٹ آئیں اور ابراہیم علیہ السلام چل دیئے یہاں تک کہ جب اس

پہاڑی (ثنیہ) پر پہنچے جہاں سے وہ (ہاجرہ کو) دکھائی نہ دے سکتے تھے تو انہوں نے کعبہ کی طرف منہ کیا پھر ان کلمات کے ساتھ دونوں ہاتھ بلند کر کے دعا کی کہ:

﴿ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ﴾ (ابراهيم: ٣٧)

''اے ہمارے پروردگا! میں نے اپنی اولاد اس بے آب و گیاہ وادی میں تیرے محترم گھر کے پاس چھوڑ دیا ہے تا کہ وہ نماز قائم کریں لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں پھلوں کا رزق عطا کرنا تا کہ یہ شکر گزاری کرتے رہیں۔''

اور ام اسماعیل سیدہ ہاجرہ اسماعیل علیہ السلام کو دودھ پلاتیں اور خود مشک سے پانی پیتی رہیں، حتیٰ کہ جب مشک کا پانی ختم ہو گیا تو انہیں خود کو بھی پیاس لگی اور ان کے بیٹے (اسماعیل علیہ السلام) کو بھی اور وہ بچے کو دیکھ رہی تھیں کہ وہ (پیاس کی وجہ سے) اوپر تلے ہو رہا تھا اور تڑپ رہا تھا تو وہ وہاں سے ہٹ گئیں تا کہ بچے کا یہ حال نہ دیکھیں اور ان کے سامنے صفا پہاڑ قریب ہی تھا وہ اس پر چڑھ گئیں پھر وادی میں دیکھا کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی نظر نہ آیا پھر وہ وہاں سے اتریں اور اپنا کرتا سمیٹ کر نالے کے نشیب میں اس طرح دوڑیں جیسے کوئی مصیبت زدہ دوڑتا ہے یہاں تک کہ نالے کو پار کر کے مروہ پہاڑی پر پہنچیں اور اس پر چڑھ کر دیکھا کہ شاید کوئی آدمی نظر آئے لیکن کوئی نظر نہ آیا، پھر اسی طرح (صفا مروہ کے درمیان) سات دفعہ چکر لگایا، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی صفا و مروہ کے درمیان (سعی

کرنا ہے (جو بعد میں حج میں مسلمانوں پر فرض کی گئی) پھر جب ہاجرہ (آخری چکر میں) مروہ پر چڑھیں تو انہوں نے ایک آواز سنی تو اپنے آپ ہی سے کہنے لگیں کہ چپ رہ، پھر وہی آواز دوبارہ سنی تو کہنے لگیں کہ (اے اللہ کے بندے! تو جو کوئی بھی ہے) میں نے تیری آواز سن لی ہے، کیا تو کوئی ہماری مدد کر سکتا ہے؟ پھر دیکھا کہ آب زم زم (چشمہ والی جگہ) کے قریب فرشتہ (جبریل علیہ السلام) ہے جو اپنی ایڑی مار کر (یا) اپنا پر مار کر زمین کھود رہا ہے یہاں تک کہ اس جگہ سے پانی نکلنے لگا، وہ اپنے ہاتھ سے اس کے گرد حوض سا بنانے لگیں اور پانی چلو سے بھر بھر کر اپنی مشک میں ڈالنے لگیں، جوں جوں وہ پانی لیتیں وہ چشمہ اور جوش مارتا (پانی زیادہ ہو جاتا) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اسماعیل علیہ السلام کی والدہ پر رحم کرے، اگر وہ زم زم کو اس کے حال پر چھوڑ دیتیں (حوض نہ بناتیں) یا یوں فرمایا کہ اگر وہ چلو بھر کر (مشک بھرنے کے لیے) پانی نہ لیتیں تو زم زم ایک چشمہ (کی صورت) بہتا رہتا۔ (پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: ہاجرہ نے خود بھی پانی پیا اور بچے کو بھی دودھ پلایا فرشتے نے انہیں کہا کہ خوف نہ کرو، یہاں اللہ کا گھر ہے جسے یہ بچہ اور اس کے والد (مل کر) بنائیں گے اور اللہ اپنے بندوں کو ضائع کرنے والا نہیں ہے اور اس وقت بیت اللہ (کا مقام) ٹیلے کی طرح زمین سے اونچا تھا اور جب برسات کا پانی آتا تو وہ دائیں بائیں سے نکل جاتا۔ سیدہ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے ایک مدت اسی طرح گزاری یہاں تک جرہم قبیلے کے کچھ آدمی ہاجرہ اور اسماعیل پر گزرے جو کداء کے راستے سے آرہے تھے، وہ مکہ کے نشیب میں اترے، انہوں نے ایک پرندے کو وہاں گھومتے ہوئے دیکھا تو کہنے لگے کہ بے شک یہ پرندہ ضرور پانی کے گرد گھوم رہا ہے اور ہم اس میدان سے اچھی طرح واقف ہیں اور پہلے یہاں پانی کہیں بھی نہیں تھا۔ پھر انہوں نے ایک یا دو آدمیوں کو بھیجا کہ دیکھ کر آؤ تو انہوں نے آکر دیکھا کہ پانی

موجود ہے، وہ لوٹ کر گئے اور انہیں پانی کی خبر دی، وہ بھی (وہاں) آئے نبی ﷺ نے فرمایا: پانی کے پاس ہی ام اسماعیل بیٹھی تھیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ کیا تم ہمیں یہاں رہنے کی اجازت دیتی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں! لیکن پانی میں تمہارا کوئی حق نہیں ہوگا، انہوں نے قبول کیا۔ سیدنا ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا (جرہم کے) لوگوں نے (وہاں رہنے کی) اس وقت اجازت مانگی جب خود اسماعیل کی والدہ یہ چاہتی تھیں کہ یہاں بستی ہو۔ پھر وہ لوگ وہیں اتر پڑے اور اپنے اہل و عیال کو بھی بلا لیا، وہ بھی وہیں ان کے پاس آگئے۔ یہاں تک کہ جب وہاں کئی گھرانے آباد ہو گئے اور اسماعیل علیہ السلام جوان ہوئے اور انہوں نے عربی ان لوگوں سے سیکھی اور جوان ہو کر ان کی نگاہ میں بہت اچھے نکلے (جرہم قبیلے کے) لوگ ان سے محبت کرنے لگے اور اپنے خاندان کی ایک عورت سے ان کی شادی کردی۔ بعد میں جب ام اسماعیل فوت ہوگئیں، ابراہیم، اسماعیل، کی شادی کے بعد اپنے اہل و عیال کی خبر لینے کو آئے جنہیں وہ چھوڑ کر گئے تھے لیکن اسماعیل اپنے گھر پر نہ تھے تو ابراہیم علیہ السلام نے ان کی بیوی سے ان کے بارے میں دریافت کیا، اس نے کہا کہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں، ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا کہ تمہاری گزران کیسی ہوتی ہے اور معاش کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ بہت بری اور بڑی تنگی سے گزران ہوتی ہے اور ان سے خوب شکایت کی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جب تیرا شوہر آئے تو انہیں میری طرف سے سلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل دیں۔ پھر جب اسماعیل علیہ السلام گھر میں آئے اور (اپنے باپ کی) کچھ خوشبو محسوس کی تو (بیوی سے) کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں! ایک بوڑھا آدمی فلاں شکل کا آیا تھا اس نے تیرے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں اور اس نے مجھ سے پوچھا کہ تمہاری گزران کیسی ہوتی ہے؟ تو میں نے کہا کہ بڑی تکلیف اور تنگی سے۔ اسماعیل علیہ السلام

نے کہا کہ کیا انہوں نے تجھے کوئی نصیحت کی تھی؟ اس نے کہا ہاں! اس نے مجھے کہا تھا کہ میں تجھے ان کی طرف سے سلام کہہ دوں اور یہ بھی کہا کہ تم اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالو۔ اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ میرے والد تھے اور انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تجھے چھوڑ دوں، اس لیے تو اپنے گھر والوں میں چلی جا اور اسے طلاق دے دی، اور (جرہم قبیلہ میں سے) اور کسی دوسری عورت سے شادی کر لی۔ پھر جتنی دیر اللہ کو منظور تھا ابراہیم علیہ السلام (اپنے ملک میں) ٹھہرے رہے پھر اسکے بعد دوبارہ آئے تو اسماعیل علیہ السلام (پھر بھی اتفاق سے) گھر میں نہ ملے۔ پھر وہ ان کی (دوسری) بیوی کے پاس گئے اور اس سے اسماعیل علیہ السلام کا پوچھا تو اس نے کہا کہ روزی کی تلاش میں گئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ اور اس سے اس کے گزران اور رہن سہن کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا اللہ کا شکر ہے ہم بہت خیر و خوبی کے ساتھ اور خوش گزران رہتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم کیا کھاتے ہو؟ اس نے کہا گوشت، پھر پوچھا کہ تم پیتے کیا ہو؟ اس نے کہا پانی۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کے اے اللہ! ان کے گوشت اور پانی میں برکت دے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں مکہ میں اناج کا نام تک نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو ابراہیم علیہ السلام اس میں بھی برکت کی دعا کرتے۔ (اور) فرمایا: (یہ خاصیت اللہ نے مکہ ہی میں رکھی ہے) اگر دوسرے ملک والے صرف گوشت اور پانی پر گزران کریں تو بیمار ہو جائیں۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ جب تیرا شوہر آئے تو اسے میری طرف سے سلام کہنا اور کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ کو حفاظت سے رکھے (یہ بہت عمدہ ہے) پھر جب اسماعیل علیہ السلام آئے تو بیوی سے کہا کہ کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟ اس نے کہا ہاں! ایک خوبصورت سے بزرگ آئے تھے اور (بیوی نے) ابراہیم علیہ السلام کی بہت تعریف کی، (پھر کہا کہ) تمہارا پوچھتے تھے تو میں نے بتا دیا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ تمہاری گزران کیسی ہوتی ہے؟ میں نے بتایا کہ بہت اچھی،

اسماعیل نے کہا کہ پھر تمہیں کوئی نصیحت بھی کی؟ اس نے کہا ہاں! وہ آپ کو سلام کہتے تھے اور کہتے تھے کہ تم اپنے دروازے کی چوکھٹ کو حفاظت سے رکھنا۔ اسماعیل علیہ السلام نے کہا وہ میرے والد تھے اور دروازے کی چوکھٹ تم ہی ہو، انہوں نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں اپنی زوجیت میں رہنے دوں۔

پھر جب تک اللہ کو منظور تھا ابراہیم (اپنے ملک میں) ٹھہرے رہے۔ اس کے بعد جب آئے تو اسماعیل علیہ السلام اس وقت چاہ زمزم کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے اپنے تیر درست کر رہے تھے۔ جب انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے جو سلوک کیا کرتا ہے کیا۔ پھر فرمایا کہ اے اسماعیل علیہ السلام! اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حکم دیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ نے جو حکم دیا ہے وہ بجا لائیں ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیا آپ میری مدد کرو گے؟ انہوں نے کہا ہیں ضرور مدد کروں گا۔ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ پر ایک گھر بناؤں اور ایک اونچے ٹیلے کی طرف اشارہ کیا کہ اس کے گرد گرد (نبی ﷺ نے فرمایا کہ) اس وقت دونوں (باپ بیٹے) نے اس گھر کی دیواریں بلند کیں۔ اسماعیل علیہ السلام پتھر لاتے جاتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام تعمیر کرتے جاتے تھے، جب دیواریں اونچی ہو گئیں (زمین پر کھڑے ہو کر تعمیر نہ ہو سکتی تھی) تو اسماعیل علیہ السلام ایک پتھر (جسے آج ہم مقام ابراہیم کہتے ہیں) لے آئے اور اس کو رکھ دیا پھر ابراہیم علیہ السلام اس پر کھڑے ہو کر دیوار تعمیر کرتے اور اسماعیل علیہ السلام انہیں پتھر لا کر دیتے تھے اور دونوں کہہ رہے تھے:

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

"اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ کوشش) قبول فرما تو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔" (بقرہ: ۱۲۷)(بخاری :احادیث الانبیاء، باب قول اللہ ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾...... ۳۳٦٤)

اللہ کے عظیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام

موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت اور نبی کریم ﷺ کی تواضع پسندی:

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن دو آدمیوں نے آپس میں گالی گلوچ کی۔ ایک ان میں سے مسلمان تھا اور دوسرا یہودی۔ مسلمان نے (اثنائے کلام) کہا کہ قسم اس کی جس نے محمد ﷺ کو تمام جہان کے لوگوں پر منتخب کیا ہے۔ یہودی نے کہا قسم اس کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان کے لوگوں پر منتخب کیا ہے مسلمان نے اس وقت اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔ وہ یہودی نبی ﷺ کے پاس گیا اور اس مسلمان کا واقعہ بیان کیا تو نبی ﷺ نے اس مسلمان کو بلوایا اور اس سے بھی واقعہ پوچھا، اس نے (کل واقعہ) بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم لوگ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت نہ دو کیونکہ قیامت کے دن سب لوگ بے ہوش ہو جائیں گے ان کے ساتھ میں بھی بے ہوش ہو جاؤں گا اور مجھے سب سے پہلے ہوش آئے گا تو میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام عرش کا ایک پایہ پکڑے ہوئے کھڑے ہیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ وہ بے ہوش ہوئے تھے مگر انہیں مجھ سے پہلے ہوش آ گیا یا وہ ان لوگوں میں سے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے (بے ہوش ہونے سے) مستثنیٰ کر لیا ہے۔

(حوالہ مذکور: ٣٤٠٨)

حضرت موسیٰ علیہ السلام پتھر کے پیچھے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کے لوگ ایک دوسرے کے سامنے ننگے نہا لیا کرتے تھے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے نہایا کرتے تھے، بنی اسرائیل کے لوگ کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے سامنے ننگے نہیں نہاتے اللہ کی قسم ان کے خصیے پھولے ہوئے ہیں اس لیے ہم سے شرماتے ہیں۔

اتفاق سے ایک روز حضرت موسیٰ علیہ السلام (علیحدہ کسی جگہ) نہانے لگے کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھ دیے لیکن پتھر کپڑے اٹھا کر دوڑ پڑا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے چلے گئے اے پتھر میرے کپڑے اے پتھر میرے کپڑے۔ بالآخر وہ پتھر بنی اسرائیل کے ایک مجمع میں جا کر رک گیا اور انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا (کہ ان پر کوئی عیب نہیں تھا) تو کہنے لگے اللہ کی قسم موسیٰ کو تو کوئی عیب نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھاگے بھاگے پتھر کے پاس گئے اور پتھر کو ڈنڈوں سے مارنے لگے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! موسیٰ علیہ السلام کے ڈنڈوں کے چھ یا سات نشانات پڑ گئے ایک روایت میں ہے کہ ذیل کی آیتیں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ﴾

”اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف دی لیکن اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس (عیب) سے بری کر دیا جو انھوں نے کہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تو اللہ کے ہاں عظیم مرتبے والے ہیں۔“

(مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل موسیٰ، رقم ٦١٤٧)

موسیٰ علیہ السلام نے فرشتے کو تھپڑ رسید کر دیا:

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا جب وہ آیا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس کے ایک ایسا طمانچہ مارا کہ اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی اور وہ اپنے رب کے پاس واپس گیا اور عرض کی کہ تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا جو مرنا نہیں چاہتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ دوبارہ سے عنایت فرمائی

اور حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس پھر جا اور ان سے کہہ کہ وہ اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھیں، جس قدر بال ان کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے، اتنے ہی سال کی زندگی انہیں عطا کر دی جائے گی۔ (چنانچہ فرشتہ آیا اور موسیٰ علیہ السلام کو پیغام باری سنایا) تو انہوں نے فرمایا: اے رب! (جب وہ تمام برس گزر جائیں) گے تو پھر کیا ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر موت آئے گی۔ انہوں نے فرمایا تو پھر ابھی ہی موت آ جائے پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی، کہ مجھے ارض مقدس سے بقدر ایک پتھر پھینکنے کے قریب کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرما کر مزید فرمایا کہ اگر میں اس مقام پر ہوتا تو تمہیں موسیٰ علیہ السلام کی قبر راستے کی جانب سرخ ٹیلے کے پاس دکھا دیتا۔

(بخاری احادیث الانبیاء، باب وفاۃ موسیٰ و ذکرہ بعد: ۳٤۰۷)

حضرت خضر علیہ السلام کا عظیم مقام

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ خضر کا نام خضر (سرسبز لہلہاتا ہوا) اس لیے رکھا گیا کہ وہ ایک بنجر زمین پر بیٹھے تو وہ سرسبز ہو کر لہلہانے لگی اس لیے ان کا نام خضر پڑ گیا۔

(بخاری، احادیث الانبیاء، باب حدیث الخضر مع موسیٰ: ۳٤۰۲)

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام (ایک دن) بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ سب سے بڑا عالم تو میں ہی ہوں۔ تب اللہ ان پر ناراض ہوا کہ انہوں نے علم کی نسبت اللہ کی طرف کیوں نہ کی؟ پھر اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے

ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے، وہ تم سے بڑا عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اے میرے رب! میری ان سے کس طرح ملاقات ہو گی؟ تو ان سے کہا گیا کہ مچھلی کو زنبیل میں رکھو (اور مجمع البحرین کی طرف چل پڑو) پھر (جس مقام پر) اس مچھلی کو نہ پاؤ تو سمجھ لینا) وہ بندہ وہیں ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام چل پڑے اور اپنے ہمراہ اپنے خادم یوشع بن نون کو بھی لے لیا۔ اور ان دونوں نے ایک مچھلی زنبیل میں لی۔ یہاں تک کہ جب صخرہ (ایک پتھر) کے پاس پہنچے تو دونوں نے اپنے سر (زمین پر) رکھ لیے اور سو گئے تو (یہیں) مچھلی زنبیل سے نکل گئی اور دریا میں وہ راستہ بنا کر چلی گئی اور (مچھلی کے زندہ ہو جانے پر) موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کو تعجب تھا، پھر دونوں بقیہ رات اور ایک دن چلتے رہے۔

جب صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ (یعنی مچھلی والا کھانا) بے شک ہم نے اپنے اس سفر سے تکلیف اٹھائی ہے اور موسیٰ علیہ السلام جب تک کہ اس جگہ سے آگے نہیں نکل گئے، جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ اس وقت تک انہوں نے کچھ تکلیف محسوس نہیں کی تھی۔ تب خادم نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تب (مچھلی نکل گئی تھی) لیکن شیطان نے مجھے بھلوا دیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہی تو چیز تھی جسے ہم تلاش کر رہے تھے۔ پھر وہ دونوں کھوج لگاتے ہوئے اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹ آئے۔ پھر جب اس پتھر تک پہنچ گئے (کیا دیکھتے ہیں کہ) ایک آدمی (خضر علیہ السلام) کپڑا لپیٹے بیٹھا ہوا تھا۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ تیرے ملک میں سلام کہاں سے آیا؟ تو انہوں نے کہا کہ میں (یہاں کا رہنے والا نہیں ہوں) میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ علیہ السلام، انہوں نے کہا: ہاں! موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں اس امید پر تمہاری پیروی کر سکتا ہوں کہ جو کچھ ہدایت تمہیں سکھائی گئی

ہے، مجھے بھی سکھا دو گے؟ انہوں نے کہا کہ تم میرے ساتھ (رہ کر میری باتوں پر) ہرگز صبر نہ کر سکو گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! بیشک میں اللہ کے علم میں سے ایک ایسے علم پر (مطلع) ہوں کہ جسے خاص کر اس نے مجھے عطا کیا ہے تم اسے نہیں جانتے اور تم ایسے علم پر (مطلع) ہو جو اللہ نے تمہیں تعلیم کیا ہے کہ میں اسے نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان شاء اللہ تم مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں کسی بات میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا (چنانچہ خضر علیہ السلام راضی ہو گئے) پھر وہ دونوں دریا کے کنارے چلے (اور) ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی۔ اتنے میں ایک کشتی ان کے پاس (سے ہو کر) گزری تو کشتی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بٹھا لو۔ خضر علیہ السلام پہچان لیے گئے اور کشتی والوں نے انہیں بے کرایہ بٹھا لیا۔ پھر (اسی اثناء میں) ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے ایک یا دو چونچیں دریا میں ماریں۔ خضر علیہ السلام بولے کہ اے موسیٰ! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم سے صرف اس چڑیا کی چونچ کے بقدر کم کیا ہے۔ پھر خضر علیہ السلام کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کی طرف گئے اور اسے اکھیڑ ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ ان لوگوں نے ہمیں بغیر کرایہ (لیے) بٹھا لیا اور آپ نے ان کی کشتی توڑ ڈالی تاکہ اس پر سوار لوگ غرق ہو جائیں۔ خضر علیہ السلام نے کہا۔ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر میری باتوں پر صبر نہ کر سکو گے موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں بھول گیا تھا اس لیے میرا مواخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملے میں مجھ پر تنگی نہ کیجیے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ پہلی بار موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہو گئی۔ پھر وہ دونوں (کشتی سے اتر کر) چلے تو ایک لڑکا (ملا جو دوسرے) لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کا سر اوپر سے پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ سے اس کو اکھیڑ ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایک بے گناہ جان کو بے وجہ تم نے قتل کر دیا؟ خضر علیہ السلام نے کہا، کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ (رہ کر میری باتوں پر) ہرگز صبر نہ کر سکو گے؟

ابن (عیینہ زاوی حدیث) نے کہا ہے کہ (پہلے جواب کی نسبت) اس میں زیادہ تاکید تھی۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس پہنچے۔ وہاں کے رہنے والوں سے انہوں نے کھانا مانگا لیکن ان لوگوں نے ان کی مہمانی کرنے سے (صاف) انکار کر دیا۔ پھر وہاں ایک دیوار ایسی دیکھی جو کہ گرنے ہی والی تھی تو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس کو سہارا دیا اور اس کو سیدھا کھڑا کر دیا۔ (اب) موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے۔ خضر علیہ السلام بولے کہ (بس اس مرحلے پر) ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اس قدر بیان فرما کر) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم کرے ہم یہ چاہتے تھے کہ کاش موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو ان کے اور حالات ہم سے بیان کیے جاتے۔

اس واقعہ کی تفصیل دیکھیے سورۃ کہف میں:

(بخاری: کتاب الانبیاء، باب مذکور: ٣٤٠١)

حضرت سلیمان علیہ السلام

بچے کو بھیڑیا لے گیا اور سلیمان نے درست فیصلہ کیا:

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اور لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ سلگائی، اب پتنگے اور جانور اس میں گرنے لگے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ (بنی اسرائیل میں) دو عورتیں تھیں ہر ایک کے پاس لڑکا تھا، بھیڑیا آیا اور ایک کا بچہ اٹھا کر لے گیا تو اس کے ساتھ والی کہنے لگی کہ تیرا بچہ بھیڑیا لے گیا ہے (یہ میرا بچہ ہے) دوسری کہنے لگی کہ (نہیں بلکہ بھیڑیا) تیرا بچہ اٹھا کر لے گیا ہے۔ دونوں فیصلہ کروانے کے لیے داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں تو انہوں نے بڑی عورت کو بچہ دلا دیا (کیونکہ اسی کے قبضہ میں تھا اور

دوسری کوئی گواہ نہ لا سکی) پھر دونوں سلیمان علیہ السلام کے پاس گئیں اور ان سے واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ چھری لاؤ، میں اس بچے کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو دے دیتا ہوں۔ یہ سن کر چھوٹی عورت بولی کہ اللہ تجھ پر رحم کرے ایسا نہ کرو کیونکہ وہ اسی (بڑی عورت) کا بچہ ہے۔ پھر انہوں نے وہ بچہ چھوٹی عورت کو دلا دیا۔ (وہ پہچان گئے کہ یہی بچے کی اصل ماں ہے اور دوسری جھوٹی ہے)

(بخاری: احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿ وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ...... ٣٤٢٧)

حضرت سلیمان علیہ السلام میں جہادی جذبہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے فرمایا ایک روز حضرت سلیمان نے ارشاد فرمایا:

«لَا طُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلٰى مِأَةِ امْرَأَةٍ اَوْ تِسْعٍ وَّ تِسْعِيْنَ كُلُّهُنَّ تَأْتِىْ بِفَارِسٍ يُجَاهِدُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ»

"آج رات میں اپنی سو یا فرمایا ننانوے بیویوں کے پاس جاؤں گا ان سب کے پیٹ سے ایک گھڑسوار مجاہد پیدا ہوگا وہ سب اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے۔"

حضرت سلیمان کے ساتھ والے فرشتے نے کہا، آپ " اِنْ شَآءَ اللّٰهُ " کہیں یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا (تو ایسا ہوگا جب سلیمان نے ان شاء اللہ نہ کہا تو) ان کی کوئی بھی بیوی حاملہ نہ ہوئی صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی تھی لیکن اس سے بھی ناقص بچہ پیدا ہوا۔

نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ قَالَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُرْسَانًا اَجْمَعُوْنَ»

”مجھے اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر وہ ان شاء اللہ کہہ دیتے تو واقعتاً تمام بیویوں سے بچے ہوتے اور وہ سب اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے شاہسوار ہوتے۔“

بخاری، کتاب الجهاد، باب من طلب الولد للجهاد، رقم: ۲۸۱۹

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کا تذکرہ:

ایک دن حضرت عمران کی بیوی جن کا نام حسنہ تھا انھوں نے دیکھا کہ ایک چڑیا اپنے بچے کو خوراک دے رہی ہے، حضرت حسنہ کے دل میں ماں کی ممتا کا ولولہ اٹھا، چنانچہ انھوں نے اسی وقت اللہ کے حضور اولاد کے لیے دعا کی...... دعا قبول ہوئی اور وہ امید سے ہوگئیں...... اس پر انھوں نے اللہ کے ہاں نذر مانی کہ اللہ تعالیٰ مجھے جو اولاد دے گا اسے بیت المقدس میں اللہ کے نام پر آزاد کر دوں گی یعنی وہ بچہ اللہ کے نام پر وقف ہوگا اور بیت المقدس میں عبادت الٰہی میں مصروف رہے گا۔ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿ إِذْ قَالَتِ امْرَأَةُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾

(آل عمران: ۳۵)

”جب عمران کی بیوی نے کہا اے میرے رب میں نے تیرے لیے نذر مانی ہے کہ جو بچہ میرے پیٹ میں ہے وہ (بیت المقدس کے لیے) آزاد ہوگا میری دعا قبول کرلے تو سننے جاننے والا ہے۔“

بنی اسرائیل کے ہاں یہ طریقہ تھا کہ وہ اپنے بچوں کی نذر مانتے ہوئے انھیں بیت المقدس کی نذر کر دیتے تھے، وہاں ہیکل سلیمانی میں عبادت گزار رہا کرتے تھے، ان کی نگرانی میں یہ بچے مسجد کی خدمت کرتے، زائرین کی خدمت کرتے، عبادت میں

مصروف رہتے اور تورات لکھ لکھ کر اسے آگے پھیلاتے۔ یوں وہ دین کی خدمت میں مصروف رہتے۔ اب جناب عمران کی زوجہ حسنہ نے جو نیت کی، وہ تو بڑی نیک تھی لیکن جب حسنہ کے ہاں ولادت ہوئی تو وہ بچہ نہ تھا بلکہ بچی تھی...... اس بچی کا نام مریم رکھا گیا۔

ہیکل سلیمانی میں ان دنوں بہت سارے چھوٹے چھوٹے کمرے یعنی حجرے ہوا کرتے تھے۔ ان حجروں میں یہود کے علماء عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت مریم جب عقل وشعور کی عمر کو پہنچیں اور مسجد یا ہیکل سلیمانی میں جانے کے قابل ہوگئیں تو سوال پیدا ہوا کہ ہیکل میں ان کا نگران کون ہو؟ حضرت زکریا علیہ السلام ان دنوں اللہ کے نبی تھے اور وہ بھی ہیکل سلیمانی میں رہتے تھے اور وہ حضرت مریم کے خالو بھی تھے، چنانچہ ان کی خواہش تھی کہ وہی حضرت مریم کے کفیل بنیں۔ حضرت مریم یتیم ہوگئی تھیں۔ ان کے والد گرامی حضرت عمران فوت ہوگئے تھے۔ اب ہیکل میں جو دیگر یہود کے علماء اور عبادت گزار تھے، ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ حضرت مریم کی سرپرستی کا اعزاز حاصل کریں۔ اس پر آپس میں جھگڑا ہونے لگا اور استحقاق کی باتیں ہونے لگیں۔ بالآخر طے یہ پایا کہ ایسے سب حضرات جو حضرت مریم کی کفالت کے خواہشمند ہیں وہ اپنا اپنا قلم جس سے وہ تورات لکھا کرتے تھے، کسی بہتی ندی میں پھینک دیں، ان میں سے جس شخص کا قلم ندی کے بہاؤ کی طرف بہنے سے رک جائے اور اپنی جگہ قائم رہے تو وہی شخص مریم کی سرپرستی کا حق دار ہوگا۔ اس خرق عادت معاملے کو اختیار کرکے سب نے اپنی اپنی قلمیں ندی میں پھینکیں۔ چنانچہ ندی کا پانی جس طرف جا رہا تھا سب قلمیں اسی طرف بہ گئیں، صرف ایک قلم بہنے سے رک گیا اور یہ جو قلم رکا تو یہ یقیناً اللہ کے فیصلے کے مطابق تھا۔ چنانچہ اللہ کے نبی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم کے کفیل بن گئے۔ (قرآن نے اس بات کی طرف یوں اشارہ فرمایا:)

﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾ (آل عمران: ٤٤)

”اور (اے محمد ﷺ) آپ ان کے پاس نہیں تھے جب کہ وہ اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کرے گا اور نہ ہی آپ ﷺ ان کے پاس موجود تھے جب وہ (اس سلسلے میں) جھگڑ رہے تھے۔“

حضرت مریم کی کفالت کے مسئلے پر ہیکل سلیمانی کے عبادت گزاروں کا باہم جھگڑا اس لیے تھا کہ آل عمران کو بنی اسرائیل میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ قرآن میں آل عمران کی فضیلت کا ذکر موجود ہے اور سورۃ آل عمران کا نام بھی اس فضیلت کی گواہی دے رہا ہے۔

حضرت مریم کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آگئی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس کفالت کے منصب کو اپنی طرف منسوب کر کے کہا: ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا﴾ ”اللہ نے زکریا کو مریم کا کفیل بنایا......“ اب اس کفالت کے بعد حضرت مریم کے حجرہ میں جسے قرآن نے ”محراب“ کے نام سے موسوم کیا...... صرف حضرت زکریا ہی داخل ہوتے تھے اور وہ جب بھی داخل ہوتے تو وہاں عجیب منظر دیکھتے۔ قرآن نے اس منظر کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

﴿كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝﴾ (آل عمران: ٣٧)

”(حضرت) زکریا جب بھی (حضرت) مریم کے حجرہ میں داخل ہوتے تو اس کے ہاں کھانے پینے کی چیزیں موجود پاتے۔ اس پر وہ (مریم

سے) پوچھتے: ''اے مریم! یہ (رزق) تجھے کہاں سے ملا؟'' وہ کہہ دیتیں: ''اللہ کی جناب سے۔'' حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔''

قارئین کرام! حضرت مریم کی والدہ محترمہ حسنہ جن کا ایک دوسرا نام ''حنۃ'' بھی مفسرین نے لکھا ہے اور ان کی قبر دمشق میں واقع ہے...... ان کی نیت کس قدر خالص تھی کہ اللہ نے اس نیت کو ایسا بھاگ لگایا کہ جو بیٹی عطا فرمائی اس کی ولایت کو اس طرح ظاہر فرمایا کہ حضرت مریم کو بے موسم کے پھلوں سے نواز دیا۔ یہ حضرت مریم کی کرامت تھی۔ نبی کا معجزہ ہو یا ولی کی کرامت سب اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، اس اللہ نے اپنی عبادت گزار نوجوان بندی کو بے موسم کے پھلوں سے نواز کر اس کی عزت وکرامت میں اضافہ کر دیا...... اور مزید یہ مقام عطا فرمایا کہ:

﴿وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران:٤٢)

''یاد کرو وہ وقت جب فرشتوں نے (مریم سے) کہا: ''اے مریم! بلاشبہ اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاکیزگی عطا فرمائی ہے اور تجھے تمام جہانوں کی عورتوں کے مقابلے میں (عیسیٰ کی پیدائش کے لیے) منتخب فرما لیا ہے۔''

ذرا غور کرو حضرت مریم علیہا السلام کا مقام کس قدر بلند ہے کہ اللہ کے فرشتے انھیں اونچے مقامات کی خوشخبریاں سنا رہے ہیں...... الغرض حضرت مریم کا مقام اس قدر اعلیٰ ہے کہ قرآن کے تیس پاروں میں '' اَلْحَمْدُ '' سے لے کر ''والناس'' تک اللہ تعالیٰ نے بعض عورتوں کے فضائل کا تذکرہ تو کیا مگر سوائے حضرت مریم کے کسی کا نام نہیں لیا...... اور حضرت مریم کا نام قرآن مجید میں درج فرمایا تو دو تین بار نہیں بلکہ چونتیس (۳۴) مرتبہ مریم کا نام لیا...... اس سے حضرت مریم کی فضیلت وعظمت اور بزرگی کا

اظہار ہوتا ہے۔

یہ بزرگی اور ولایت جو عبادت گزار حضرت مریم کو بیت المقدس کے حجرہ میں مل رہی تھی ...... فرشتوں نے اللہ کی طرف سے اس بزرگی کے ملنے پر مزید اللہ کا شکر ادا کرنے کی نصیحت کی اور کہا:

﴿ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾

(آل عمران:٤٣)

”اے مریم! اپنے رب کی فرمانبردار رہنا، سجدے کرتی رہا کرنا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہنا۔“

یعنی بیت المقدس میں جب نماز کی جماعت ہو تو باجماعت نماز ادا کرتی رہنا۔

صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ جناب رسول کریم ﷺ نے حضرت مریم ؓ کی فضیلت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

”جہاں تک مردوں کی بات ہے ان میں تو بہت سارے باکمال انسان ہو گزرے ہیں مگر عورتوں میں کوئی کامل نہیں ہوئی سوائے مریم بنت عمران کے اور فرعون کی بیوی آسیہ کے۔“

اللہ! اللہ! حضرت مریم کے مقام اور کمالات کا کیا کہنا کہ خاتم الانبیاء ﷺ نے دو عورتوں کو کامل قرار دیتے ہوئے حضرت مریم ؓ کا ذکر پہلے کیا۔

حضرت مریم ؓ کی ایک اور پیدائشی فضیلت بھی ہے کہ جب حضرت مریم ؓ پیدا ہوئیں تو ان کی والدہ محترمہ نے کہا:

﴿ وَ اِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَ اِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴾ (آل عمران:٣٦)

”میں نے اس کا نام مریم رکھا۔ (اے مولا!) میں اس (بچی) کو اور اس

کی (ہونے والی) اولاد (عیسیٰ) کو دھتکارے ہوئے شیطان سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔“

چنانچہ اللہ کے رسول جناب محمد کریم ﷺ نے فرمایا:

”جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے اس کی پیدائش کے وقت شیطان اسے چھوتا ہے تو وہ چلا کر رونے لگتا ہے، صرف مریم اور اس کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو شیطان نے نہیں چھوا۔“ (مسلم، الفضائل، فضائل عیسی: ٦١٣٥)

یعنی دونوں ماں بیٹا کس قدر باکمال اور صاحب فضائل ہیں کہ شیطان ان کے قریب بھی نہیں بھٹکا۔ حضرت مریم کی ایک اور فضیلت بھی ہے کہ قرآن میں ایک سورت ان کے نام پر ہے اور اس کا نام ”مریم“ ہے اور یہی وہ سورت ہے جس میں تفصیل کے ساتھ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں بچے کی ولادت کا ذکر ہے۔

فرشتے کی ہدایت کے مطابق حضرت مریم رضی اللہ عنہا اور زیادہ عبادت و ریاضت اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوگئیں...... ایک دن اچانک کیا ہوا؟ سورۃ آل عمران میں اختصار کے ساتھ اور سورۃ مریم میں اللہ نے اس واقعہ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے..... حضرت مریم رضی اللہ عنہا جو اپنے حجرہ میں ذکر و فکر میں منہمک تھیں، آنکھ اٹھاتی ہیں تو کیا دیکھتی کہ سامنے ایک نوجوان کھڑا ہے۔

جوان اور کنواری مریم دیکھ کر گھبرا گئیں، انھیں اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی فکر لاحق ہوگئی، چنانچہ حضرت مریم اس نوجوان کو دیکھ کر اسے مخاطب کرتی ہیں اور کہتی ہیں:

﴿قَالَتْ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِالرَّحْمَٰنِ مِنكَ إِن كُنتَ تَقِيًّا ۝﴾

(مریم: ١٨)

”اگر تو کچھ بھی اللہ کا خوف رکھنے والا ہے تو میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں۔“

منقول از :مومن عورتوں کی کرامات) تفصیل کے لیے دیکھیے : سورۃ آل عمران اور سورہ مریم)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اسے کونچا مارتا ہے (جس سے بچہ پیدائش کے وقت رونے لگتا ہے) لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ (شیطان کے شر سے محفوظ رہے تھے)

مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل، عیسیٰ علیہ السلام، رقم: ٦١٣٥

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور ظلم و جبر ختم کریں گے اور اللہ کے دین کو غالب کر دیں گے۔

جادوگر بچہ اور عیسائی راہب:

حضرت صہیب فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس نے ایک جادوگر رکھا ہوا تھا جب جادوگر بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اس لیے میرے پاس ایک (ذہین) لڑکا بھیجو جسے میں جادو سکھلا دوں۔

چنانچہ بچہ اسے دے دیا گیا وہ بچے کو جادو کی تعلیم دینے لگا بچے کے راستے میں ایک راہب (عیسائی عبادت گزار) جھونپڑی لگائے ہوئے تھا وہ اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اس کی باتیں سنیں تو اسے راہب کی باتیں پسند آ گئیں پھر اس کا یہ معمول بن گیا کہ جب وہ جادوگر کے پاس جانے لگتا تو پہلے اس راہب کے پاس جا کر بیٹھ جاتا اور اس سے دین کی تعلیم لیتا اس طرح وہ بچہ جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا تھا اور جاذوگر اسے مارتا تب اس نے راہب سے شکایت کی۔ راہب نے اس سے کہا جب تجھے جادوگر سے سزا کا خطرہ ہو تو اسے کہا کر کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب گھر

والوں کی سزا کا خطرہ ہو تب ان سے کہا کر کہ مجھے جادوگر کے ہاں دیر ہو گئی۔ لڑکے نے یہ طریقہ اختیار کیا تو یہ طریقہ کامیاب ثابت ہوا وہ اس طرح وقت بسر کرتا رہا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ اس کا گذر ایک بہت بڑے جانور پر ہوا جس نے لوگوں کو روک رکھا تھا۔ لڑکے نے کہا کہ آج میں جاننا چاہتا ہوں کہ جادوگر کا دین افضل ہے یا راہب کا؟ پھر اس نے ایک پتھر پکڑا اور کہنے لگا اے اللہ اگر تیرے نزدیک جادوگر کے دین سے راہب کا دین زیادہ محبوب ہے تو اس پتھر کے ذریعے اس جانور کو مار ڈال اور (راستہ کھل جانے پر) لوگ گزر جائیں پھر اس نے وہ پتھر اس جانور کو دے مارا جس سے جانور مر گیا اور لوگ گزرنے لگے پھر وہ لڑکا راہب کے پاس گیا اور اس واقعے کی خبر دی تو راہب کہنے لگا اے بیٹا آج سے تو مجھ سے افضل ہے کیونکہ جہاں تک آپ کا معاملہ پہنچ چکا ہے میں وہ دیکھ رہا ہوں اور یہ بھی ذہن نشین کر لو کہ تم آزمائش میں مبتلا ہوؤ گے اگر تم پر کوئی آزمائش آن پڑے تو میرے متعلق کسی کو نہ بتانا۔

پھر وہ لڑکا اس کمال کو پہنچا کہ وہ پیدائشی اندھوں اور برص کے مریضوں کو بھی تندرست کر دیتا تھا (یہ دونوں بیماریاں ایسی ہیں جن کا علاج آج تک نہیں مل سکا) اور وہ لوگوں کی دوسری امراض کا بھی علاج کرتا تھا۔

بادشاہ کا ایک وزیر جو نابینا ہو چکا تھا جب اسے اس لڑکے کے متعلق معلوم ہوا تو وہ کئی قسم کے تحائف لے کر آ گیا اور کہنے لگا کہ اگر تو مجھے ٹھیک کر دے تو یہ تمام تحائف تجھے دے دوں گا۔

لیکن لڑکے نے جواب دیا کہ میں تو کسی کو بھی شفایاب نہیں کر سکتا شفا کا مالک تو رب کائنات ہی ہے ہاں اگر تو اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئے تو میں اللہ سے دعا کروں گا وہ تجھے شفایاب کر دے گا۔ وزیر نے ایمان قبول کر لیا اور لڑکے نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفا بخش دی پھر وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اس کی مجلس میں جا کر بیٹھ گیا بادشاہ

نے دریافت کیا کہ تیری نظر کس نے درست کی ہے؟ وزیر نے کہا میرے رب نے۔

بادشاہ نے پوچھا کیا تیرا میرے علاوہ کوئی اور رب ہے؟ وزیر نے کہا میرا اور تیرا دونوں کا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ بادشاہ نے یہ سنا تو اسے پکڑ لیا اور اسے تکلیفیں دینے لگا (اور کہا کہ یہ تعلیم تمھیں کس نے دی ہے؟) حتی کہ اس نے بتا دیا کہ مجھے اس عقیدے کی تعلیم دینے والا فلاں لڑکا ہے۔ بادشاہ کے پاس اس لڑکے کو گرفتار کر کے لایا گیا بادشاہ نے لڑکے سے کہا اے بیٹا تیرا جادو تو کمال درجے کو پہنچ گیا کہ تو جادو کے ذریعے مادر زاد اندھوں اور برص کے مریضوں کو اور اسی طرح فلاں فلاں مریضوں کو تندرست کرنے لگا ہے۔

لڑکے نے کہا کہ میں تو کسی کو بھی شفا نہیں دیتا شفا تو اللہ ہی دیتا ہے پھر بادشاہ نے اسے بھی تکلیفیں دینی شروع کر دیں حتی کہ لڑکے نے راہب کے متعلق بتا دیا پھر راہب کو لایا گیا اور اسے کہا گیا کہ اپنے دین سے باز آ جاؤ لیکن راہب نے جب دین چھوڑنے سے انکار کر دیا تو بادشاہ نے آری منگوائی اور آری اس کے سر پر رکھ کر اسے دو ٹکڑے کر دیا پھر وزیر کو لایا گیا اسے بھی دین چھوڑنے کا کہا گیا جب اس نے انکار کر دیا تو اسے بھی دو ٹکڑے کر دیا گیا۔

پھر لڑکے کو لایا گیا اسے بھی دین چھوڑ دینے کا کہا گیا لیکن اس نے بھی انکار کر دیا تو بادشاہ نے اسے اپنے چند ساتھیوں کے سپرد کر دیا اور کہا اسے فلاں پہاڑ کی چوٹی پر لے جاؤ پھر اسے دین چھوڑ دینے کا کہو اگر اپنا دین چھوڑ دے تو ٹھیک ورنہ اسے وہاں سے نیچے پھینک دو۔

چنانچہ وہ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے، ادھر بچے نے دعا کی:

«اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيهِمْ بِمَا شِئْتَ»

''اے اللہ تو مجھے ان کے مقابلے میں جیسے چاہے کافی ہو جا۔''

(یعنی مجھے ان سے بچالے) پھر پہاڑ کانپنے لگا۔ وہ سب نیچے گر گئے اور وہ لڑکا (صحیح سلامت) بادشاہ کے پاس آ گیا بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے ساتھی کہاں ہیں؟ تو لڑکے نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا (اور انھیں تباہ کر دیا)

پھر بادشاہ نے اسے دوسرے چند لوگوں کے سپرد کر دیا اور کہا اسے کشتی میں بٹھا کر سمندر کے درمیان لے جا کر اسے دین چھوڑنے کا کہو اگر دین چھوڑ دے تو ٹھیک ورنہ اسے سمندر میں پھینک دینا۔ وہ اسے لے کر سمندر میں پہنچے اور دین چھوڑنے کا کہا بچے نے دعا کی اے اللہ مجھے جیسے بھی تو چاہے ان سے بچالے پھر کشتی الٹ گئی وہ سب غرق ہو گئے لڑکا بادشاہ کے پاس پہنچا بادشاہ نے اپنے لوگوں کے متعلق سوال کیا تو لڑکے نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے۔

پھر لڑکے نے کہا اے بادشاہ تو مجھے اس وقت تک قتل کرنے پر قادر نہیں ہو سکتا جب تک مجھے قتل کرنے میں وہ طریقہ اختیار نہیں کرے گا جو میں تجھے بتاؤں گا۔

بادشاہ نے پوچھا وہ کیا طریقہ ہے؟ لڑکے نے کہا کہ تو تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر اور مجھے (کھجور کے) تنے پر پھانسی پر لٹکا دے پھر میری ترکش سے تیر نکال کر اسے کمان پر رکھ پر یہ کہہ «بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ» کہ میں اسی لڑکے کے رب یعنی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اس لڑکے کو قتل کرتا ہوں۔ پھر مجھے وہ تیر مار دے جب تو ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر لے گا۔

بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر لیا اور لڑکے کو تنے پر سولی لٹکا دیا اور اس کی ترکش سے تیر نکالا پھر اسے کمان پر رکھا اور کہا: «بِسْمِ اللّٰهِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ» اور تیر مار دیا تیر لڑکے کی کنپٹی پر جا لگا لڑکے نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا اور فوت ہو گیا (جب لوگوں نے دیکھا کہ بادشاہ اپنے کو رب کہتا ہے اور اس نے لاکھ کوشش کی

لیکن لڑکے کو قتل نہ کر سکا جب اس نے اللہ کا نام لیا تو بچہ قتل ہو گیا تو وہ جان گئے کہ سچا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے)

تمام لوگ پکار اٹھے ہم تو بچے کے رب کے ساتھ ایمان لائے ہیں۔ بادشاہ سے کہا گیا کہ تمہیں جس چیز کا خطرہ تھا وہی ہوا یعنی لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔

تب بادشاہ نے سڑکوں کے کناروں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا پھر ان میں آگ بھڑکا دی گئی بادشاہ نے حکم دیا کہ جو شخص اپنا دین نہ چھوڑے اسے آگ میں جھونک دو بادشاہ کے درباریوں نے ایسا ہی کیا وہ انکار کرنے والوں کو آگ میں ڈالتے چلے گئے حتی کہ ایک خاتون آئی اس کے ساتھ اس کا شیر خوار بچہ بھی تھا اس نے چھلانگ لگانے سے ہچکچاہٹ محسوس کی لیکن بچہ بول اٹھا اے امی جان صبر سے کام لو اور چھلانگ لگا دو کیونکہ تم حق پر ہو۔

(مسلم، کتاب الزھد والرقائق، باب قصة اصحاب الاخدود......رقم:٣٠٠٥)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں گویا میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں آپ کسی نبی کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں کہ اس نبی کو اس کی قوم نے مارا حتی کہ اسے لہو لہان کر دیا نبی اپنے چہرے سے خون بھی صاف کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ»

"اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے (کہ میں تیرا نبی ہوں)" بخاری، کتاب الانبیاء، باب...... رقم:٣٤٧٧

* * *

فضائل النبی ﷺ

نبی ﷺ کی صفات تورات میں:

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے رسول اللہ ﷺ کی ان صفات کے بارے میں پوچھا گیا جو تورات میں مذکور ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا! اللہ کی قسم! جو آپ ﷺ کی تعریف قرآن میں ہے اسی قسم کی بعض تعریفیں تورات میں بھی ہیں (تورات میں اسی قسم کا مضمون موجود ہے)

«يَـاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَ نَذِيْرًا وَ حِرْزًا لِلْاُمِّيِّيْنَ اَنْتَ عَبْدِيْ وَ رَسُوْلِيْ...... »

اے نبی! ہم نے آپ کو (دین حق کا) گواہ اور (مومنوں کو) بشارت دینے والا اور (کافروں کو) ڈرانے والا اور امیوں کا نگہبان بنا کر بھیجا ہے آپ میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔ نہ وہ نبی بدخلق ہے نہ بازاروں میں شور کرنے والا ہے اور نہ وہ برائی کے بدلے میں برائی کرتا ہے بلکہ درگزر اور مہربانی کرتا ہے اللہ اسے ہرگز موت نہ دے گا۔ یہاں تک کہ اس کے ذریعے سے ایک ٹیڑھے مذہب کو سیدھا کر دے۔ اس طرح کہ وہ (یقین کے ساتھ) لا الہ الا اللہ کہنے لگیں اور اس (ذات) کے ذریعہ سے اندھی آنکھیں، بہرے کان اور غافل دل کھول دے۔

(بخاری، البیوع۔ باب کراھیة السخب فی السوق...... رقم: ۲۱۲۵)

قبر میں آپ ﷺ کا نام مبارک لیا جاتا ہے:

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی اور وہ نماز پڑھ رہی تھیں، تو میں نے (ان سے) کہا لوگوں کو کیا ہوا ہے؟ (کیوں اس قدر گھبرا رہے ہیں) تو انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا (کہ دیکھو آفتاب میں گرہن) ہے میں نے دیکھا کہ سب لوگ (نماز کسوف) پڑھ رہے تھے، تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا سبحان اللہ۔ میں نے پوچھا کہ (یہ گرہن کیا) کوئی نشانی ہے؟ انہوں نے اپنے سر سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہاں۔ پھر میں بھی (نماز کے لیے) کھڑی ہوگئی، یہاں تک کہ مجھ پر غشی طاری ہوگئی تو میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی۔ پھر (جب نماز ختم ہو چکی اور گرہن جاتا رہا) تو نبی ﷺ نے اللہ کی حمد ثنا بیان کی اور فرمایا: جو چیز (اب تک) مجھے نہ دکھائی گئی تھی، اسے میں نے (اس وقت) اپنی اسی جگہ میں (کھڑے کھڑے) دیکھ لیا۔ یہاں تک کہ جنت اور دوزخ کو (بھی دیکھا ہے) اور میری طرف یہ وحی بھیجی گئی: " اِنَّكُمْ تُفْتَنُوْنَ فِيْ قُبُوْرِكُمْ " کہ قبروں میں تمہاری آزمائش ہوگی، مسیح دجال کی آزمائش کے مثل یا اسی کے قریب قریب۔ (قبر میں) کہا جاتا ہے " مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ " اس شخص (یعنی محمد ﷺ) کے متعلق تیری کیا معلومات ہیں؟ اگر وہ مؤمن ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ وہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں اور وہ ہمارے پاس معجزات اور ہدایت لے کر آئے تھے۔

لہٰذا ہم نے ان کی بات مانی اور ان کی پیروی کی اور وہ محمد ﷺ ہیں (یہ کلمہ) تین مرتبہ (کہتا ہے) تو اس سے کہہ دیا جاتا ہے:

" نَمْ صَالِحًا قَدْ عَلِمْنَا اِنْ كُنْتَ لَمُوْقِنًا بِهٖ "

" تو آرام سے سویا رہ۔ بے شک ہم نے جان لیا تھا کہ تو محمد ﷺ پر ایمان رکھتا ہے۔"

لیکن منافق کرنے والا کہتا ہے کہ میں (حقیقت تو) نہیں جانتا (البتہ) میں نے لوگوں کو ان کے متعلق کچھ کہتے ہوئے سنا تھا چنانچہ میں نے بھی وہی کہہ دیا تھا۔

(بخاری، العلم۔ باب من اجاب الفتیا...... رقم: ٨٦)

فضول سوالات کرنے پر نبی ﷺ کی ناراضگی:

سیدنا ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) نبی ﷺ سے چند باتیں پوچھی گئیں جو آپ کے خلاف مزاج تھیں تو جب (ان سوالات کی) آپ کے سامنے بھرمار کر دی گئی تو آپ کو غصہ آ گیا اور آپ نے لوگوں سے فرمایا: "سَلُوْنِیْ عَمَّا شِئْتُمْ" جو چاہو مجھ سے پوچھ لو (میں تمھیں بتاؤں گا) تو ایک شخص نے کہا کہ میرا باپ کون ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ تیرا باپ حذافہ ہے۔ پھر دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میرا باپ کون ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تیرا باپ سالم ہے، جو شیبہ کا غلام ہے۔ پھر جب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر آثار غضب دیکھے تو انہوں نے عرض کی یارسول اللہ!

"اِنَّا نَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ"

"ہم اللہ و بزرگ و برتر سے توبہ کرتے ہیں۔"

(یعنی اب کبھی اس قسم کے سوالات آپ ﷺ سے نہ کریں گے) دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا:

« رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا »

"ہم اللہ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے نبی ہونے پر راضی ہیں۔" (یعنی ہمیں ان سے جو حکم ملے گا ہم سر تسلیم خم کریں گے۔)

(بخاری، الاعتصام۔ باب ما یکرہ من کثرۃ السوال...... رقم: ٧٢٩٤)

آپ ﷺ نے جنت دوزخ دیکھی:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے گرہن کی طویل حدیث ذکر کی پھر فرمایا کہ لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ (نماز کی حالت میں) ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ جیسے آپ ﷺ نے اپنی جگہ میں کھڑے کھڑے کوئی چیز اپنے ہاتھ میں پکڑ رہے تھے۔ پھر ہم نے آپ ﷺ کو دیکھا کہ آپ پیچھے آگئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنِّیْ رَأَیْتُ الْجَنَّةَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُهٗ لَاَكَلْتُمْ مِنْهُ مَا بَقِيَتِ الدُّنْيَا »

''میں نے جنت کو دیکھا تھا اور ایک خوشہ انگور کی طرف میں نے ہاتھ بڑھایا، (کہ اسے توڑوں لیکن اسے نہ توڑا) اگر میں اسے توڑ لیتا تو تم اسے کھاتے رہتے جب تک کہ دنیا باقی رہتی۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے دوزخ اور جنت اس دیوار میں دکھائی گئی تو میں نے آج کی طرح کبھی خوفناک اور بھلائی والا منظر نہیں دیکھا میں نے عورتوں کو دوزخ میں زیادہ پایا۔ لوگوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! یہ کیوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے کفر کے سبب سے۔ پھر سوال کیا گیا کہ کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان نہیں مانتیں اگر تو ان میں سے کسی کے ساتھ لمبا زمانہ احسان کرے پھر (اتفاقاً) کوئی بدسلوکی تیری جانب سے دیکھ لے تو (بلا تامل) کہہ دے گی کہ میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ (بخاری ، الكسوف۔ باب صلاة الكسوف جماعةً ......رقم:١٠٥٢)

آپ ﷺ کا دل جاگتا تھا:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی رمضان کی نماز کے

بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

« مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَ لَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشَرَ رَكْعَةً »

”رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔“

(پہلے) چار رکعت پڑھتے تھے تم ان کی خوبی اور ان کے طول کی کیفیت نہ پوچھو، پھر چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے ان کے حسن اور طول کے متعلق بھی سوال ہی نہ کرو (پھر سو جایا کرتے تھے) اس کے بعد تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« تَنَامُ عَيْنَايَ وَ لَا تَنَامُ قَلْبِيْ »

”میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔“

(بخاری، التہجد۔ باب قیام اللیل…… رقم: ١١٤٧)

نبی ﷺ کا ایک اہم خواب اور آپ کا مقام:

سیدنا سمرہ بن جندب ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب فجر کی نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے: تم میں سے کسی نے اگر آج رات کو کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرے۔ سیدنا سمرہ ؓ فرماتے ہیں اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو وہ اسے بیان کر دیتا پھر جو کچھ اللہ چاہتا، آپ ﷺ اس کی تعبیر بیان فرماتے، اسی دستور کے مطابق ایک دن آپ ﷺ نے ہم سے دریافت فرمایا: تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کی کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا، مگر میں نے آج دو شخصوں کو خواب میں دیکھا کہ وہ میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ کو پکڑ لیا اور مجھے

ایک مقدس زمین میں لے گئے۔ یکایک میں وہاں پہنچ کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا ہے اور دوسرا آدمی ہاتھ میں لوہے کا ایک آنکڑا لیے کھڑا ہے وہ اسے اس بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں داخل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کی گدی تک چیرتا ہوا پہنچ جاتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے جبڑے کے ساتھ بھی ایسا ہی کرتا ہے اور اس دوران اس کا پہلا جبڑا ٹھیک ہو جاتا ہے۔ پھر وہ دوبارہ ایسا ہی کرتا ہے تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے جواب دیا کہ آگے چلیے۔ یہاں تک کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے جو چت لیٹا ہوا تھا اور ایک شخص اس کے سرہانے ایک پتھر لیے ہوئے کھڑا تھا پس وہ اس پتھر سے اس لیٹے ہوئے آدمی کا سر کچل دیتا تھا۔ جب اسے مارتا اور پتھر لڑھک جاتا تو جا کر اس کو اٹھا لیتا اور جب اس لیٹے ہوئے آدمی کے پاس واپس آتا تو اس وقت اس کا سر ٹھیک ہو چکا ہوتا تھا اور جو حالت اس کی پہلے تھی وہی ہو جاتی تھی پھر وہ اسے دوبارہ مارتا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے کہا کہ آگے چلیے۔ چنانچہ ہم چلے تو ایک گھڑے کے پاس سے ہمارا گزر ہوا۔ وہ تنور کی طرح کا تھا، منہ اس کا تنگ تھا اور نچلا حصہ اس کا چوڑا تھا۔ اس گڑھے میں آگ جل رہی تھی اس کے اندر کچھ ننگے مرد اور عورتیں تھیں جب آگ بہت بھڑک اٹھتی تو وہ لوگ بھی اوپر کو اٹھ جاتے یہاں تک کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے تو میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے مجھے کہا آگے چلیے۔ چنانچہ ہم چلے یہاں تک کہ خون کی ایک نہر پر پہنچے جس میں ایک آدمی کھڑا تھا اور نہر کے کنارے پر بھی ایک آدمی تھا جس کے سامنے کچھ پتھر تھے اور وہ نہر والے شخص کے سامنے کھڑا ہوا تھا جب وہ اس نہر سے باہر نکلنا چاہتا تو یہ شخص ایک پتھر اس کے منہ پر کھینچ کر مارتا تو وہ جہاں تھا وہیں واپس چلا جاتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ آگے چلیے چنانچہ ہم چلے یہاں تک ایک نہایت شاداب اور سرسبز باغ میں پہنچے، اس میں ایک بڑا سا درخت لگا ہوا تھا اس کی جڑ کے پاس ایک بوڑھا آدمی اور

کچھ بچے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ درخت کے قریب ایک اور شخص تھا جس کے سامنے کچھ آگ تھی۔ وہ اسے روشن کر رہا تھا۔ پھر وہ دونوں مجھے اس درخت پر چڑھا لے گئے۔ اس درخت کے اندر ایک گھر تھا، اس میں مجھے داخل کیا۔ میں نے کبھی اس سے عمدہ اور شاندار مکان نہیں دیکھا تھا، اس گھر میں کچھ بوڑھے، کچھ جوان، کچھ عورتیں اور کچھ بچے تھے پھر وہ دونوں آدمی مجھے اس گھر سے نکال لائے اور درخت کی دوسری شاخ پر مجھے چڑھایا۔ اس میں بھی ایک گھر تھا، اس میں مجھے داخل کیا گیا یہ گھر بھی نہایت عمدہ اور شاندار تھا۔ اس میں بھی کچھ بوڑھے اور جوان مرد تھے۔ جب میں یہ سب کچھ دیکھ چکا تو میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ تم نے مجھے رات بھر گشت کرایا ہے، اب بتاؤ تو سہی کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم بتاتے ہیں۔ وہ شخص جس کو آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا جبڑا پھاڑا جا رہا ہے تو وہ جھوٹ بولنے والا شخص ہے۔ دنیا میں جھوٹی باتیں کیا کرتا تھا اور وہ اس سے آگے نقل کی جاتی تھیں حتی کہ تمام اطراف عالم میں پہنچ جاتی تھیں۔ لہٰذا اس کے ساتھ روز قیامت تک ایسا ہی معاملہ کیا جائے گا اور وہ شخص جس کو آپ ﷺ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جا رہا ہے تو یہ وہ شخص ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم دیا تھا مگر وہ رات کو اس سے غافل ہو کر سو جاتا ہے اور دن میں بھی اس پر عمل نہیں کرتا۔ لہٰذا روز قیامت تک اس کے ساتھ اسی طرح کیا جائے گا اور وہ لوگ جنہیں آپ ﷺ نے گڑھے میں دیکھا تو وہ زنا کار لوگ ہیں اور وہ شخص جس کو آپ ﷺ نے نہر میں دیکھا تھا وہ سود خور ہے اور وہ بوڑھے آدمی جو درخت کی جڑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ابراہیم علیہ السلام تھے اور چھوٹے بچے جو ان کے گرد تھے وہ لوگوں کے وہ بچے ہیں جو قبل از بلوغت فوت ہو جاتے ہیں اور وہ شخص جو آگ روشن کر رہا تھا، وہ مالک فرشتہ تھا جو دوزخ کا نگران تھا ہے اور وہ پہلا مکان جس میں آپ ﷺ تشریف لے گئے تھے عام مسلمانوں کا گھر ہے اور دوسرا گھر شہیدوں کا ہے

اور میں جبرائیل ہوں اور یہ میکائیل ہے۔ اب آپ اپنا سر اٹھایئے۔ میں نے سر اوپر کو اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کی مانند کوئی چیز ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کا مقام ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے اپنے مقام میں داخل ہونے دو تو ان دونوں نے کہا کہ ابھی آپ کی کچھ عمر باقی ہے جسے آپ نے ابھی تک پورا نہیں کیا۔ اگر آپ اسے پورا کر چکے ہوتے تو اپنے مقام میں جا سکتے تھے۔

(بخاری، الجنائز۔ باب ما قیل فی اولاد المشرکین کا ذیلی باب......رقم: ۱۳۷۶، کتاب التفسیر۔ باب تعبیر الرؤیا...... رقم: ۷۰۴۷)

نبی ﷺ پر وحی کے نزول کی حالت کا نظارہ:

سیدنا یعلی بن اُمیہ ؓ نے سیدنا عمر ؓ سے کہا کہ میں نبی ﷺ کو اس حالت میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہو تو سیدنا عمر ؓ نے کہا اچھا۔ یعلی ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ مقام جعرانہ میں تھے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو حالانکہ وہ خوشبو سے تر ہو؟ تو نبی ﷺ نے کچھ دیر خاموش ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے لگی تو سیدنا عمر ؓ نے یعلی ؓ کی طرف اشارہ کیا تو وہ آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کے اوپر ایک کپڑا تنا ہوا تھا اس سے آپ ﷺ پر سایہ کیا گیا تھا تو یعلی ؓ نے اپنا سر اس کپڑے کے اندر داخل کیا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہے اور آپ ﷺ خراٹے لے رہے ہیں پھر جب وحی کی حالت آپ ﷺ سے زائل ہو گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ شخص کہاں ہے جس نے عمرہ کے متعلق سوال کیا تھا''؟ وہ شخص لایا گیا تو آپ نے فرمایا:

« اِغْسِلُ الطِّيْبَ الَّذِیْ بِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَ انْزَعُ عَنْكَ

الْجُبَّةَ وَاصْنَعْ فِيْ عُمْرَتِكَ كَمَا تَصْنَعُ فِيْ حَجِّكَ »

”جو خوشبو تجھے لگی ہے اس کو تین مرتبہ دھو ڈالو اور اپنا جبہ اپنے جسم سے اتار دو اور عمرہ میں بھی اس طرح اعمال کرو جس طرح اپنے حج میں کرتے ہو۔“ (بخاری، الحج۔ باب غسل الخلوق...... رقم:۱۵۳۶)

آپ ﷺ نے فرمایا: میرا نام رکھ لیا کرو لیکن میری کنیت نہ رکھو:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ بازار میں تھے کہ ایک شخص نے کہا، اے ابو القاسم آپ ﷺ نے اس کی طرف پلٹ کر دیکھا (کیونکہ آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم تھی) تو اس شخص نے کہا میں نے فلاں کو بلایا ہے آپ کو نہیں بلایا۔

تب آپ ﷺ نے فرمایا:

« سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَ لَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِيْ »

”کہ تم میرا نام رکھ لیا کرو، لیکن میری کنیت نہ رکھا کرو۔“

(کیونکہ آپ کو محمد نام سے پکارنا غلط تھا اس لیے کسی مسلمان سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ آپ ﷺ کو یا محمد کہہ کر پکارتا۔ لیکن آج مسلمان یا محمد یا محمد کہتے ہیں)
(بخاری، البیوع۔ باب ماذکر فی الاسواق ...... رقم: ۲۱۲۰)

ابو القاسم کنیت رکھنا ممنوع ہو گیا:

سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا۔ انصار نے کہا کہ ہم تجھے ابو القاسم (کبھی) نہیں کہیں گے اور (اس مبارک کنیت سے) تیری آنکھ ٹھنڈی نہیں کریں گے تو وہ شخص نبی ﷺ کے پاس گیا اور اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا میں نے اس کا نام قاسم رکھا ہے لیکن انصار فرماتے ہیں ہم تجھ کو

ابوالقاسم نہ کہیں گے اور تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کریں گے تو نبی ﷺ نے فرمایا انصار نے درست کہا ہے:

«سَمُّوا بِاسْمِي وَلَا تَكَنَّوْا بِكُنْيَتِي»

”میرا نام رکھ لو مگر میری کنیت نہ رکھو کیونکہ قاسم تو میں ہی ہوں۔“

(بخاری، فرض الخمس ۔ (باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ......﴾ رقم: ۳۱۱۵)

(آپ ﷺ کی وفات کے بعد ممانعت نہیں ہے)

یہود کا آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ کی شوریلی زمین میں چل رہا تھا اور آپ ﷺ کھجور کی ایک چھڑی کو (زمین) پر لگا کر چل رہے تھے کہ اتنے میں یہود کے کچھ لوگوں کے پاس آپ ﷺ گزرے، تو ان میں سے ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ آپ ﷺ سے روح کے متعلق سوال کرو۔ اس پر بعض نے کہا کہ نہ پوچھو، ایسا نہ ہو اس کے جواب میں آپ ﷺ کوئی ایسی بات کہہ دیں جو تمہیں ناگوار لگے۔ پھر کچھ لوگوں نے کہا کہ ہم تو ضرور پوچھیں گے۔ چنانچہ ان میں سے ایک شخص کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے ابوالقاسم! روح کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ خاموش ہو گئے (ابن مسعود فرماتے ہیں) میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ آپ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ لہٰذا میں کھڑا ہو گیا۔ پھر جب وحی کی کیفیت آپ ﷺ سے دور ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتُوْا مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا......الخ﴾ (بنی اسرائیل: ۸۵)

”اور یہ لوگ آپ ﷺ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو

آپ انہیں جواب دیجئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تمہیں بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔"

امام اعمش کہتے ہیں کہ "وَ مَا اُوتُوا" ایک قراءت ہے۔

(بخاری، العلم۔ باب قول اللّٰہ تعالیٰ ﴿وَمَا اُتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ ......﴾ رقم: ۱۲۵)

حضرت نوح علیہ السلام کی امت قیامت کے دن جھوٹ بولے گی:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام بلائے جائیں گے، وہ عرض کریں گے "میں حاضر ہوں اے رب، جو حکم ہو بجالاؤں گا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے لوگوں کو ہمارے احکام بتادیئے تھے؟ وہ کہیں گے: "ہاں" پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ نوح (علیہ السلام) نے تم کو میرا حکم پہنچایا تھا (یا نہیں؟) تو وہ کہیں گے کہ "ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تھا۔ نوح علیہ السلام سے کہا جائے گا کہ "کوئی تمہارا گواہ ہے"؟ وہ عرض کریں گے ہاں محمد (ﷺ) اور ان کی امت کے لوگ گواہ ہیں۔ پھر اس امت کے لوگ گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے اللہ کا پیغام اپنی امت کو پہنچادیا تھا یہ اللہ کا فرمان:

﴿وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾

"اور پیغمبر (محمد ﷺ) تم پر گواہ بنیں گے۔"

اللہ تعالیٰ کے اس قول:

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾ (البقرۃ: ۱۴۳)

کا یہی مطلب ہے کہ ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا ہے تا کہ لوگوں پر

گواہ ہو جاؤ اور رسول (ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں۔

(بخاری، التفسیر۔ باب قوله تعالیٰ ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ......﴾ رقم: ٤٤٨٧)

آپ ﷺ قیامت میں سفارش کریں گے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پکا ہوا گوشت لایا گیا تو دستی کا گوشت آپ ﷺ کو اٹھا کر دیا گیا۔ وہ آپ ﷺ کو پسند تھا، آپ ﷺ نے اس کو دانتوں سے پکڑا اور تناول فرمانے لگے پھر فرمایا: « اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ »میں قیامت کے دن سب کا سردار ہوں گا تم جانتے ہو کہ کس وجہ سے؟ اس لئے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمام اگلے پچھلے آدمیوں کو ایک میدان میں اکھٹا کرے گا اور (وہ میدان ایسا ہموار ہوگا کہ) پکارنے والا اپنی آواز تمام لوگوں کو سنا سکے اور دیکھنے والا سب کو دیکھ سکے گا، سورج بہت قریب ہوگا اس وقت لوگوں کو ایسی ناقابل برداشت تکلیف اور غم ہوگا کہ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے ہوں گے اس وقت لوگ آپس میں کہیں گے کہ دیکھو کیسی تکلیف ہو رہی ہے، کوئی سفارشی تلاش کرو جو اللہ کے پاس تمہاری کچھ سفارش کرے۔

بعض کہیں گے آدم علیہ السلام کے پاس چلو تو سب کے سب ان کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے مبارک ہاتھوں سے بنایا تھا اور اپنی روح آپ میں پھونکی تھی اور فرشتوں سے آپ کو سجدہ کرایا تھا، آپ ہماری شفاعت کیجیے، دیکھیے ہمیں کیسی تکلیف ہو رہی ہے اور ہمارا کیا حال ہو رہا ہے؟ آدم علیہ السلام کہیں گے:

« اِنَّ رَبِّیْ قَدْ غَضِبَ الْیَوْمَ غَضَبًا لَمْ یَغْضَبْ قَبْلَهٗ مِثْلَهٗ وَ لَمْ یَغْضَبْ بَعْدَهٗ مِثْلَهٗ »

کہ آج میرا رب اتنے غصے میں ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا غصے ہوا ہوگا اور نہ اس کے بعد ایسا غصے میں آئے گا اور مجھے اس درخت کے پھل سے منع کیا تھا لیکن میں نے (کھالیا اور) نافرمانی کی اور وہ فرمائیں گے: «نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ» (مجھے تو خود اپنی پڑی ہے) اور پھر کہیں گے کہ تم کسی اور کے پاس جاؤ، حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ پھر وہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ تم سب سے پہلے زمین پر نبی بن کر آئے تھے، اللہ نے تمہارا نام عبداً شکوراً (شکر گزار بندہ) رکھا تھا۔ آپ ہماری شفاعت کرو، ہمارا حال نہیں دیکھتے کہ کس تکلیف میں مبتلا ہیں؟ لیکن وہ کہیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ اتنے غصے میں ہے کہ نہ تو ایسا پہلے کبھی ہوا اور نہ اس کے بعد ہوگا اور میرے واسطے ایک دعا کا حکم تھا کہ وہ مقبول ہوگی وہ میں نے اپنی امت کے لئے مانگ لی (وہ مقبول دعا اپنی قوم پر بددعا کی شکل میں کرلی جس سے وہ ہلاک ہوگئی تھی) «نَفْسِيْ نَفْسِيْ» (مجھے تو اپنی فکر ہے) اور کہیں گے کہ کسی اور کے پاس جاؤ، تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ تو سب لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں اور ساری زمین والوں میں اس کے خلیل (جانی دوست) ہیں آپ رب کے ہاں ہماری شفاعت کیجیے ہمارا حال نہیں دیکھتے کیسا خراب ہورہا ہے؟ وہ کہیں گے کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ بہت غصے میں ہے اتنا غصے میں ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا اور میں نے تین جھوٹ بولے تھے (مجھے ان کی فکر ہے پھر کہیں گے) «نَفْسِيْ نَفْسِيْ نَفْسِيْ» (مجھے تو اپنی پڑی ہے) تم میرے علاوہ کسی دوسرے کے پاس جاؤ، اچھا تم موسیٰ کے پاس جاؤ تو وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے کہ اے موسیٰ! آپ اللہ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رسالت اور کلام سے لوگوں پر فضیلت و بزرگی دی تھی، آپ رب تعالیٰ

سے ہماری سفارش کیجیے، دیکھیے ہماری کیسی (بری) حالت ہے تو وہ بھی یہی کہیں گے کہ آج میرا رب بہت غصے میں ہے، اتنا غصے میں کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا اور (مجھ سے ایک گناہ ہوا تھا وہ یہ کہ) میں نے ایک شخص کو قتل کردیا تھا، جس کے قتل کا مجھے حکم نہیں ملا تھا، پھر کہیں گے: «نَفْسِي نَفْسِي نَفْسِي» (مجھے تو اپنی پڑی ہے) تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ (ایسا کرو کہ) تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ تو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ! آپ اللہ کے رسول اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا اور اس کی روح ہیں اور آپ نے گود میں رہ کر بچپن میں لوگوں سے باتیں کی تھیں، آپ ہمارے لئے شفاعت کیجیے کہ اللہ ہم کو اس میدان حشر کی ہولناکیوں سے نجات دے) دیکھیے ہم کیسی (بری) حالت میں ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کہ آج میرا رب بہت غصے میں ہے، اتنے غصے میں کہ نہ اس سے پہلے کبھی ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا پھر وہ اس کے بعد اپنا کوئی گناہ بیان نہ کریں گے، وہ بھی، نفسی نفسی (مجھے تو اپنی فکر دامن گیر ہے) کہیں گے اور کہیں گے کہ تم کسی دوسرے کے پاس جاؤ (میرے خیال میں) تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ تو وہ لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ اے محمد ﷺ! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیے ہیں، اللہ سے ہماری شفاعت کیجیے، دیکھیے تو سہی کہ ہمیں کیسی تکلیف ہے (رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ) میں یہ سنتے ہی (میدان حشر سے) چلوں گا اور عرش کے نیچے آکر سجدے میں گر پڑوں گا، اللہ تعالیٰ اپنی تعریف اور خوبی کی وہ باتیں میرے دل میں ڈال دے گا (میری زبان سے نکلوائے گا) جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں

بتلائیں، پھر حکم ہوگا:

« يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ تُعْطَهْ وَ اشْفَعْ تُشَفَّعْ »

” اے محمد! سر اٹھاؤ اور مانگو، جو مانگو گے دیا جائے گا جس کی سفارش کرو گے ،قبول کی جائے گی، میں سر اٹھا کر عرض کروں گا:

« اُمَّتِیْ يَا رَبِّ اُمَّتِیْ يَا رَبِّ اُمَّتِیْ يَا رَبِّ »

” اے میرے رب میری امت پر رحم فرما، اے میرے رب میری امت پر رحم فرما، اے میرے رب میری امت پر رحم فرما، حکم ہوگا کہ اے محمد! اپنی امت میں سے جن لوگوں پر کوئی حساب کتاب نہیں ان کو جنت کے داہنے دروازے سے داخل کرو اور انہیں یہ بھی اختیار ہے کہ دوسرے لوگوں کی طرح اس دروازے کے علاوہ باقی دروازوں سے بھی جاسکتے ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جنت کے ایک دروازے کی چوڑائی ایسی ہے جیسے مکہ اور حمیر (یعنی صنعا جو کہ یمن کا دارالحکومت ہے) کے درمیان کا فاصلہ یا مکہ اور بصریٰ (ملک شام) کے درمیان کا فاصلہ۔ (راوی کو شک ہے)

(التفسیر۔ باب ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا...... رقم: ٤٧١٢)

نبی ﷺ کا ایک نسخہ، شہد پلانے سے مریض ٹھیک ہوگیا:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور عرض کرنے لگا کہ میرے بھائی کو پیٹ کی تکلیف ہے (یعنی دست آ رہے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ (چنانچہ اس نے جا کر شہد پلایا) پھر وہ دوبارہ آیا (اور عرض کی کہ اس کو ابھی آرام نہیں آیا) فرمایا: پھر شہد دو پھر وہ تیسری بار آیا اور عرض کی کہ اب بھی آرام نہیں آیا۔ فرمایا شہد پلاؤ (وہ گیا اور شہد پلایا) پھر لوٹ کر آیا اور کہا (کہ اب بھی آرام نہیں اور) میں سب کر چکا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«صَدَقَ اللّٰهُ وَ كَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ اِسْقِهِ عَسَلًا»

”اللہ کا فرمانا (اس شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے) سچ ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔“

اس لئے تو شہد ہی پلائے جا۔ چنانچہ وہ پلاتا رہا بالآخر وہ تندرست ہو گیا۔

(بخاری، الطب۔ باب الدواء بالعسل …… رقم: ٥٦٨٤)

* * *

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

صحابہ کرام انبیاء کے بعد تمام لوگوں میں سے بہتر تھے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَیْرُ النَّاسِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَجِیْئُ......»

''لوگوں میں سے بہتر میرے زمانے کے لوگ ہیں پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن کی گواہی قسم سے اور ان کی قسم ان کی گواہی سے سبقت لے جائے گی (یعنی بے تحاشا قسمیں اور جھوٹی گواہی دیں گے)''

بخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، رقم ۳۶۵۱

صحابہ کرام کی نبی ﷺ سے محبت:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ کا گزر اسلم قبیلے کے لوگوں پر ہوا وہ تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِرْمُوْا بَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ »

''اے اسماعیل کی اولاد تم تیر اندازی کرو کیونکہ تمھارے دادا (اسماعیل) تیر انداز تھے۔''

اور آپ ﷺ نے دو گروہوں میں سے ایک گروہ کے متعلق فرمایا کہ) میں اس گروہ کے ساتھ ہوں۔ جب دوسرے گروہ نے سنا تو وہ تیر اندازی چھوڑ کر بیٹھ گئے تو

آپ ﷺ نے پوچھا کہ انھیں کیا ہوا (کہ یہ بیٹھ گئے ہیں؟) انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم تیر اندازی کیسے کریں جب کہ آپ تو ہمارے مدمقابل گروہ کے ساتھ ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِرْمُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ كُلِّكُمْ»

”تم تیر اندازی کرو میں تم تمام کے ساتھ ہوں (تب انھوں نے تیر اندازی شروع کردی)“

بخاری، کتاب المناقب باب نسبة الیمن الی اسماعیل علیه السلام، رقم ۳۵۰۷

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فاقہ کیا کرتے تھے:

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صحابیہ عورت (کھیتوں میں جانے والی) نالیوں کے کناروں پر چقندر کا ساگ لگایا کرتی تھی پھر جب جمعہ کا دن ہوتا تھا تو وہ ساگ توڑ کر لاتی اور ہانڈی میں ڈال کر اور جو پیس کر اس کے آٹے کی ایک مٹھی اس میں ڈال دیا کرتی تھی جب ہم جمعے کی نماز پڑھ لیتے تھے تو ہم اس کے پاس چلے آتے تھے اور سلام کرتے تھے وہ ہمارے آگے وہ کھانا پیش کر دیتی تھی ہم اسے کھا لیتے تھے ہمیں اس کھانے کی اتنی چاہت ہوتی کہ ہم جمعہ کا انتظار کیا کرتے تھے۔

بخاری کتاب الجمعه باب قول اللّٰه تعالیٰ فاذاقضیت الصلوة“ رقم:۹۳۸

صحابہ کو غربت کے بعد فراوانی ملی تھی:

حضرت ابومسعود انصاری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب ہمیں صدقہ کرنے کا حکم دیا کرتے تھے تو ہم بازار میں جا کر بوجھ اٹھا (مزدوری میں تقریباً) آدھا کلو (کھجور وغیرہ) لے کر آتے تھے (اور صدقہ کیا کرتے تھے)

لیکن آج ہم میں سے کئی ایسے بھی ہیں جو لاکھ روپے کے مالک ہیں۔

بخاری کتاب الزکوة باب اِتَّقُوْا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ......رقم......

تذکرہ ابوبکر صدیق ؓ

ابوبکر ؓ نے شروع سے ہی نبی ﷺ کی نبوت کو تسلیم کر لیا تھا:

حضرت ابودرداء ؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا تھا کہ حضرت ابوبکر ؓ اپنے کپڑے کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے آئے، حتی کہ ان کا گھٹنا ننگا تھا آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ لگتا ہے کہ ابوبکر کسی سے جھگڑ کر آئے ہیں پھر ابوبکر ؓ نے سلام کہا اور فرمایا کہ میرے اور حضرت عمر ؓ کے درمیان اختلاف ہو گیا مجھ سے زیادتی ہو گئی تو اس پر میں نادم ہوا اور ان سے معافی مانگی لیکن انھوں نے مجھے معاف نہ کیا تو میں (یہ شکوہ لے کر) آپ کی خدمت میں آ گیا آپ ﷺ نے تین بار فرمایا:

«يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكَ يَا اَبَا بَكْرٍ»

”ابوبکر! آپ کو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔“

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حضرت عمر ؓ بھی (ابوبکر کو معافی نہ دینے پر) نادم ہو کر ابوبکر کے گھر پر پہنچ گئے اور پوچھا کہ ابوبکر گھر پر ہیں گھر والوں نے کہا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں پھر وہ سیدھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے لیکن عمر ؓ کو دیکھ کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ بدل گیا (یعنی آپ ﷺ کو غصہ آ گیا) تو حضرت ابوبکر ڈر گئے (کہ آپ ﷺ عمر ؓ کے بارے میں کوئی سخت فیصلہ نہ فرما دیں وہ) گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور دو بار فرمایا: «يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ اللّٰهِ اَنَا كُنْتُ اَظْلَمَ» ”یا رسول اللہ (ﷺ) اللہ کی قسم اس میں زیادتی تو میری تھی۔“ (آپ اس

پر غصہ نہ فرمائیں)

تو نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ اِلَیْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِیْ بِنَفْسِهٖ وَ مَالِهٖ فَهَلْ اَنْتُمْ تَارِكُوْا لِیْ صَاحِبِیْ مَرَّتَیْنِ »

”اللہ نے جب مجھے نبی بنا کر بھیجا تھا تو تم سب نے مجھے جھوٹا کہا لیکن ابو بکر نے میری تصدیق کی اور اپنی جان اور مال مجھ پر قربان کر دیا (پھر آپ ﷺ نے دوبار فرمایا) کہ کیا تم میرے دوست (یعنی ابو بکر) کو ستانے سے باز آ سکتے ہو؟“

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کسی نے ایذاء نہ دی۔

بخاری، کتاب المناقب، فضائل ابو بکر رضی اللہ عنہ، رقم: ٣٦٦١

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے نبی ﷺ پر بے شمار احسانات تھے:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس مرض میں آپ ﷺ نے وفات پائی تھی اس میں ایک روز اپنا سر ایک پٹی سے باندھے ہوئے تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا: اے لوگو! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ اپنی جان اور اپنے مال سے مجھ پر احسان کرنے والا کوئی نہیں اور اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی بھائی چارہ افضل ہے۔ سوائے ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ (الصلاۃ، باب الخوفة الممر في المسجد، رقم: ٤٦٦)

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو عقبہ کے ہاتھوں سے چھڑوایا:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی ﷺ پر آنے والی بہت بڑی مشکل گھڑی کا

ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک بار میں نے عقبہ بن معیط (پلید) کو دیکھا کہ اس نے آپ ﷺ کی گردن میں چادر ڈالی اور گلا گھونٹا اس وقت آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں حضرت ابوبکر دوڑتے ہوئے آئے اور انھوں نے آپ ﷺ کو اس ظالم سے چھڑایا اور فرمایا:

> « اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ » بخاری کتاب المناقب، فضائل ابوبکر، رقم: ۳٦٧٨
>
> ”تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو (جس کا یہ قصور ہے کہ) وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے اور وہ شخص تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے واضح دلائل لے کر آیا ہے۔“

نبی ﷺ کو سب سے زیادہ محبت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے تھی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا کہ:

> « اِنَّ اللّٰهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَ بَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ »
>
> ”اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے (یعنی جنت) کے درمیان اختیار دیا ہے (کہ ان دونوں میں سے جو چیز چاہے اختیار کر لے) تو اس بندے نے اللہ کے پاس والی چیز (یعنی آخرت) کو اختیار کر لیا۔“

(یہ سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگ گئے ہم نے ان کے رونے پر تعجب کیا کہ اللہ کے نبی کسی بندے کے متعلق بتا رہے ہیں کہ اسے اختیار دیا گیا (اس میں رونے کی کونسی بات ہے؟) لیکن اس بندے سے مراد تو خود رسول اللہ ﷺ تھے (جو

بات ابو بکر پا گئے وہ ہم نہ پا سکے آخر ایسا کیوں نہ ہوتا؟) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تو ہم میں سے سب سے بڑے عالم تھے۔

پھر آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

« إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَ مَالِهِ أَبُو بَكْرٍ وَ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّي لَا تَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا وَ لٰكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ »

”اگر کسی کی صحبت اور مال کے لحاظ سے مجھ پر کسی کے بہت زیادہ احسانات ہیں تو حضرت ابو بکر ہیں اس لیے اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو اپنا خلیل (یعنی جگری دوست) بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن ان سے اسلامی بھائی چارہ اور محبت ہے۔“

پھر فرمایا:

« لَا تُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ »

”مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے ابو بکر کے دروازے کے علاوہ بند کر دیے جائیں۔“

بخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ سدوا الابواب ......رقم ٣٦٥٤

حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ ذات السلاسل کی جنگ میں نبی رحمت ﷺ نے مجھے سپہ سالار بنا دیا (ابو بکر و عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں مجھے امیر بنا دینے پر ایک سوال میرے ذہن میں آیا اور) میں نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ عزیز آپ ﷺ کو کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عائشہ! ہیں میں نے کہا مردوں میں سے کون زیادہ پیارا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ کے والد (ابو بکر) میں نے کہا ان کے بعد کون ہے؟ آپ ﷺ نے

فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ ہیں اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بعد کئی افراد کا نام لیا (لیکن میرا نام نہ لیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید پوچھنا چھوڑ دیا۔

بخاری، کتاب المناقب ،فضائل ابوبکر، رقم: ٣٦٦٢

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیا کرتے تھے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں (جب عمر رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے اور انھیں چار پائی پر رکھا گیا تھا لوگ ان کے حق میں دعائیں کر رہے تھے اتنے میں ایک شخص میرے پیچھے سے آیا اور اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی اور کہنے لگا:

«یَرْحَمُكَ اللّٰهُ اِنْ كُنْتُ لَاَرْجُوْا اَنْ يَّجْعَلَكَ اللّٰهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِاَنِّيْ كَثِيْرًا مَّا كُنْتُ اَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ كُنْتُ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ وَ فَعَلْتُ وَ اَبُوْبَكْرٍ وَ عُمَرُ»

”اے عمر آپ پر اللہ کی رحمت ہو مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دو ساتھیوں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ ہی کر دے گا کیونکہ کثرت سے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں تھا اور ابوبکر و عمر بھی تھے فلاں کام میں نے کیا اور ابوبکر و عمر نے بھی کیا میں بھی چلا اور ابوبکر و عمر بھی چلے، مجھے امید تھی کہ اللہ آپ کو ان دونوں کے ساتھ ہی کر دے گا (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے۔

بخاری، کتاب المناقب، فضائل ابوبکر، رقم: ٣٦٧٧

علی رضی اللہ عنہ کے ہاں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد بن الحنفیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا:

«اَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

"نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر شخص کون ہے؟"
حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوبکر ہیں پھر میں نے کہا ان کے بعد کون ہے؟ تو فرمایا عمر رضی اللہ عنہ۔ مجھے خدشہ ہوا کہ اب کی بار کہیں حضرت عثمان کا نام ہی نہ لے لیں تو میں نے کہا عمر کے بعد تو آپ ہی بہتر انسان ہوں گے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ »

"میں تو مسلمانوں میں سے ایک (عام) شخص ہوں۔"

بخاری، کتاب المناقب، فضائل ابوبکر رضی اللہ عنہ: ۳۶۷۱

زکوٰۃ کے منکرین سے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوگئے تو بعض عرب قبائل (زکاۃ کا انکار کرکے) مرتد ہو گئے تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان مرتدین سے جنگ کرنے کا ارادہ کرلیا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے کیسے لڑ سکتے ہیں؟ حالانکہ رسول اللہ ﷺ فرمایا تھا:

« اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَ نَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَ حِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ »

" مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑوں حتی کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ دیں۔ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے گا تو وہ اپنا مال اپنی جان مجھ سے محفوظ کر لے گا (کہ میں ان پر حملہ نہیں کروں گا) مگر بحق اسلام (اگر وہ اسلام کے کسی حق کا انکار کردیں گے تب لڑوں گا اور اگر وہ ظاہری طور پر مسلمان ہو جائیں گے تو) ان کا حساب اللہ پر ہے۔"

لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

« وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكَاةِ »

"اللہ کی قسم! میں اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔"

اس لیے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ اللہ کی قسم! اگر وہ ایک بھیڑ کا بچہ جو زکوٰۃ میں رسول اللہ ﷺ کے دور میں دیا کرتے تھے مجھے نہیں دیں گے تو میں اس کو روک لینے پر بھی ضرور ان سے جنگ کروں گا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! وہ (درست رائے اور پختہ ارادہ) صرف اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینے کو (دین کی بلندی کے لیے) کھول دیا تھا۔ لہٰذا میں سمجھ گیا کہ حضرت ابوبکر کی رائے حق ہے۔ (الاعتصام: باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ...... رقم: ۷۲۸۵)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کے اوصاف

ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل تھے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں ہم سب سے زیادہ بہترین انسان ابوبکر کو پھر عمر کو پھر عثمان کو گنا کرتے تھے۔

بخاری، کتاب المناقب باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ، رقم ۳۶۵۵

حضرت مطعم فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس (کسی کام کے سلسلے میں) آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ کسی اور موقع پر آ جانا خاتون نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر میں آپ کے پاس آؤں اور آپ نہ ہوں؟ اس کی مراد یہ تھی کہ آپ کی وفات ہو چکی ہو (تو پھر کیا کروں؟) آپ ﷺ نے فرمایا

«فَإِنْ لَّمْ تَجِدِينِيْ فَأْتِيْ أَبَا بَكْرٍ»

"اگر میں نہ ہوں تو پھر ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلی جانا۔"

بخاری، کتاب المناقب، قول النبی ﷺ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا کا ذیلی باب: ۳۶۵۹)

احد پہاڑ کانپنے لگا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ اور ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو احد پہاڑ حرکت کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّ صِدِّيْقٌ وَّ شَهِيْدَانِ »

”اے احد ٹھہر جا (حرکت نہ کر کیونکہ) تجھ پر ایک اللہ کا نبی اور ایک صدیق (ابوبکر) اور دو شہید (عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما) ہیں۔“

بخاری کتاب المناقب فضائل ابوبکر، رقم: ٣٦٧٥

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دنیا سے نہیں بلکہ نبی ﷺ سے محبت تھی:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ (غلے کے لدے ہوئے (اونٹ مدینے میں آ گئے نبی ﷺ کے صحابہ مسجد سے باہر نکل گئے) آپ ﷺ کے پاس صرف بارہ صحابہ بیٹھے رہے ان میں ابوبکر و عمر بھی تھے تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا ﴾

”جب انہوں نے تجارت یا لھو دیکھا تو وہ اس کی طرف چل دیے اور آپ کو کھڑا چھوڑ گئے۔“ مسلم کتاب الجمعة“ رقم: ١٩٩٧

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے رازدان صحابی تھے:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب ام المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں، ان کے خاوند خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے صحابی تھے اور جنگ بدر میں بھی شریک تھے، مدینہ میں فوت ہوگئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان کے سامنے حفصہ کا ذکر کیا اور کہا کہ (وہ بیوہ

ہو چکی ہیں) اگر تم چاہو تو میں ان کا نکاح تم سے کر دوں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں سوچ کر بتاؤں گا پھر میں کئی دن بعد ان سے ملا تو انہوں نے کہا کہ ابھی میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ فی الحال (دوسرا) نکاح نہ کروں۔ پھر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ اگر تم چاہو تو میں حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح تم سے کر دوں؟ تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے اور مجھے کوئی بھی جواب نہ دیا تو مجھے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے زیادہ صدمہ ہوا پھر کئی دن بعد نبی ﷺ نے حفصہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے ان کا نکاح نبی ﷺ سے کر دیا۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے آ کر ملے تو فرمایا کہ شاید تمہیں اس وقت غصہ آیا ہوگا۔ جب تم نے مجھ سے حفصہ کا ذکر کیا تھا اور میں نے تمہیں کوئی جواب نہ دیا تھا؟ میں نے کہا ہاں (آیا تھا) انہوں نے فرمایا میں نے تم کو جواب نہیں دیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا تھا (کہ کیا میں ان سے نکاح کر لوں؟)

«لَمْ اَكُنْ لِاُفْشِيَ سِرَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا»

''میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کر سکتا تھا اگر نبی ﷺ ان سے نکاح کرنے کا ارادہ چھوڑ دیتے تو میں ان سے نکاح کر لیتا۔''

(النکاح، باب عرض الانسان ابنته......رقم:٥١٢٢)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے بلایا جائے گا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جو چیزیں خرچ کرے گا جنت کے اسی دروازے سے اسے بلایا جائے گا۔ جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ جو مجاہد ہوگا اسے جہاد کے دروازہ سے بلایا جائے گا، جو روزہ دار ہوگا اسے باب ریان سے بلایا جائے گا۔ جو زکوٰۃ ادا کرنے والا ہوگا اسے زکوٰۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں جانا تو جنت میں ہے چاہے جس دروازے سے چلا جائے تمام دروازوں سے بلائے جانے کی کوئی خاص حاجت تو نہیں ہوگی لیکن آپ یہ فرمائیں کہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«نَعَمْ وَ اَرْجُوْا اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا اَبَا بَكْرٍ»

''ہاں اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ایک ہو گے۔''

بخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذاً خليلاً: ٣٦٦٦

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھایا ہوا کھانا قے کر دیا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر کا ایک غلام تھا جو روزانہ مقرر کردہ خراج ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ادا کیا کرتا تھا اور آپ اس کے لائے ہوئے خراج سے کھایا کرتے تھے ایک دن وہ کھانے کی کوئی چیز لایا آپ نے اس میں سے کچھ کھالیا تب غلام نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ آپ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں میں نے ایک شخص کی کہانت کی (یعنی نجومیوں کی طرح بتایا کہ تیری قسمت میں کیا ہوگا) میں کہانت جانتا تو نہیں تھا لیکن میں نے تکا لگایا تھا (لیکن اس کا وہ کام اس طرح ہو گیا جیسے میں نے بتایا تھا) آج وہ مجھے ملا اور اس نے میری کہانت کا انعام دیا تو یہ کھانا اس میں سے لایا ہوں جسے آپ نے کھالیا ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور الٹی کر ڈالی۔ بخاری، کتاب المناقب، باب ایام الجاهلية، رقم: ٣٨٤٢)

ابو بکر کے گھر کھانا بڑھ گیا:

سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو (ان

میں سے) لے جائے اور اگر چار کا ہو تو پانچواں یا چھٹا ان میں سے لے جائے۔ اور امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین آدمی لے گئے اور نبی ﷺ دس افراد لے گئے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گھر میں تھا اور میرے ماں باپ تھے (راوی حدیث ابو عثمان نے کہا) میں نہیں جانتا کہ انہوں نے یہ بھی کہا (یا نہیں) کہ میری بیوی اور ہمارا خادم بھی تھا جو میرے اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں مشترک تھا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے ہاں رات کا کھانا کھایا اور تھوڑی دیر وہاں ٹھہرے رہے جہاں عشاء کی نماز پڑھی تھی۔ پھر تھوڑی دیر ٹھہرے یہاں تک کہ نبی ﷺ نے شام کا کھانا کھایا پھر اس کے بعد جس قدر، اللہ نے چاہا رات کو وہیں رہے اپنے گھر میں آئے تو ان سے ان کی بیوی نے کہا کہ آپ نے اپنے مہمانوں کی خبر نہیں لی ؟ تو وہ کہنے لگے کہ کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا؟ انہوں نے کہا کہ کھانا تو ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا لیکن انہوں نے کھانے انکار کر دیا، حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تو (مارے خوف کے گھر میں) جا کر چھپ گیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لئیم! اور پھر بہت سخت برا بھلا کہا اور مہمانوں سے کہا کہ تم خوب سیر ہو کر کھاؤ۔ اللہ کی قسم! میں ہرگز نہ کھاؤں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن فرماتے ہیں :

« وَ اَيْمُ اللّٰهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنَ اللُّقْمَةِ اِلَّا رَبَا مِنْ اَسْفَلِهَا اَكْثَرَ مِنْهَا حَتّٰى شَبِعُوْا »

"اللہ کی قسم ہم جب کوئی لقمہ لیتے تھے تو اس کے نیچے سے اس سے زیادہ بڑھ جاتا تھا۔ پھر جب سب مہمان سیر ہو گئے اور کھانا جس قدر تھا اس سے کہیں زیادہ بچ گیا جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو وہ اسی قدر تھا جس قدر پہلے تھا یا اس سے بھی زیادہ تو اپنی بیوی سے کہا کہ اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا ماجرا ہے؟ وہ بولیں:

« لَا وَ قُرَّةِ عَيْنِيْ لَهِيَ الْاٰنَ اَكْثَرُ مِمَّا كَانَتْ قَبْلُ »

کہ اپنی آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم! یقیناً یہ اس وقت پہلے سے تین گنا زیادہ ہے۔ پھر اس میں سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھایا اور کہا یہ میری قسم شیطان ہی کی طرف سے تھی بالآخر اس میں سے ایک لقمہ انہوں نے کھا لیا۔ اس کے بعد اسے نبی ﷺ کے پاس اٹھا لے گئے۔ وہ صبح کو نبی ﷺ کے پاس پڑا تھا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان کچھ عہد تھا اس کی مدت گزر چکی تھی تو ہم نے بارہ آدمی منتشر کر دیئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ کچھ آدمی بھی تھے، اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہر شخص کے ساتھ کس قدر آدمی تھے، اس کھانے سے ان تمام نے کھانا کھا لیا۔

(مواقیت الصلاۃ، باب السمر مع الاهل والضيف، رقم: ۶۰۲)

تیمم کی آیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اولاد کی برکت سے تھی:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (غزوہ بن مصطلق کے) سفر میں ہم نبی ﷺ کے ساتھ گئے جب ہم بیداء یا ذات الجیش مقام پر پہنچے تو میرا ہار گر گیا نبی ﷺ اور صحابہ ہار تلاش کرنے کی خاطر رک گئے وہاں پانی نہیں تھا اور نہ ہی صحابہ کے پاس پانی موجود تھا لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے عائشہ کا حال دیکھا ہے کہ اس نے لوگوں کو وہاں ٹھہرا دیا جہاں کوئی پانی کا نام نشان نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ (ناراض ہو کر میرے پاس) آئے اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنا سر میری ران میں رکھے ہوئے سوئے ہوئے تھے آ کر کہنے لگے کہ تو نے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کو ایک ایسی جگہ پر روک لیا ہے جہاں پانی نہیں ہے انھوں نے مجھ سے ناراضگی کا اظہار کیا جتنا کچھ اللہ چاہتا تھا انھوں نے وہ مجھے کہا اور میری کوکھ میں اپنے ہاتھ سے (مکے) مارنے لگے لیکن رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے میں اپنی جگہ سے نہ ہلی پھر آپ ﷺ سوئے رہے حتی کہ جب صبح ہوئی تو (وضوء کے لیے) پانی نہیں تھا تو اللہ نے تیمم کی آیت نازل فرما دی۔

حضرت اسید بن حضیر نے فرمایا اے ابوبکر کی اولاد تمھاری یہ پہلی برکت نہیں ہے (یعنی تیمّم کی آیت کا نازل ہونا مسلمانوں کے لیے اللہ کی طرف سے پہلی رحمت اور برکت نہیں تھی بلکہ ابوبکر کی اولاد کی وجہ سے اللہ کی طرف سے کئی برکتیں نازل ہوئی تھیں)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم نے اونٹ کو اٹھایا تو ہار اس کے نیچے پڑا ہوا

ملا۔ بخاری، کتاب المناقب فضائل ابوبکر رضی اللہ عنہ، رقم: ٣٦٧٢

حضرت ابوبکر ہر نیکی میں سبقت لے جایا کرتے تھے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہوا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ ﷺ نے پوچھا کہ آج جنازے پر کون گیا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ آج کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ ابوبکر نے فرمایا میں نے پھر آپ ﷺ نے فرمایا آج بیمار پرسی کس نے کی ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَا اجْتَمَعْنَ فِيْ امْرِءٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ »

”جس شخص میں یہ نیک کام جمع ہو جاتے ہیں وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔“

مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل ابی بکر، رقم: ٦١٨١

نبی کریم ﷺ کی مرض الموت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت:

ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بہت بیمار ہو گئے اور آپ ﷺ کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور نماز کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں میں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو (اپنی قرأت) نہ سنا سکیں گے۔ لہذا آپ سیدنا

عمر کو حکم دیجیے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو (اپنی قراءت) نہ سنا سکیں گے۔ چنانچہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہہ دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّكُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوْسُفَ »

''تم لوگ یوسف علیہ السلام کی ہم نشین عورتوں کی طرح ہو۔''

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہی کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تو ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میں نے کبھی تم سے فائدہ نہیں پایا۔

(الاذان، باب اهل العلم و الفضل احق بالامة، رقم: ٦٧٩)

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی اس بیماری میں جس میں آپ نے وفات پائی تھی لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے پھر جب پیر کا دن ہوا اور لوگ نماز میں صف باندھے ہوئے کھڑے تھے تو نبی ﷺ نے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور ہم لوگوں کی طرف دیکھیں۔ (اس وقت) آپ کا چہرہ مبارک گویا مصحف کا صفحہ تھا پھر آپ ﷺ بشاشت سے مسکرائے ہم لوگوں نے خوشی کی وجہ سے چاہا کہ نبی ﷺ کی طرف دیکھنے لگے اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے الٹے پاؤں پیچھے ہٹ آئے تاکہ صف میں مل جائیں۔ وہ سمجھے کہ نبی ﷺ نماز کے لیے آ رہے ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے ہماری طرف اشارہ کیا: «اَتِمُّوا صَلَاتَكُمْ» کہ اپنی نماز پوری کر لو اور آپ ﷺ نے پردہ ڈال دیا اور اسی دن آپ ﷺ نے وفات پائی۔ (حوالہ مذکور، رقم: ٦٨٠)

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ بنی عمرو بن عوف کے پاس ان میں باہم صلح کرانے کے لیے تشریف لے گئے۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا تو مؤذن امیر المؤمنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس

آیا اور ان سے کہا کہ اگر آپ لوگوں کو نماز پڑھا دیں تو میں اقامت کہوں؟ انہوں نے کہا ہاں! پھر صدیق اکبر ؓ نماز پڑھانے لگے تو اتنے میں رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ ﷺ (صفوں میں) داخل ہوئے اور (پہلی) صف میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ لوگ تالی بجانے لگے اور صدیق اکبر ؓ اپنی نماز میں اِدھر اُدھر نہیں دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب لوگوں نے کثرت سے تالیاں بجائیں تو انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو صف میں کھڑا پایا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر کھڑے رہو تو سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور اس بناء پر کہ انہیں رسول اللہ ﷺ (نے نماز جاری رکھنے کا) حکم دیا اللہ کا شکر ادا کیا پھر ابو بکر صدیق پیچھے ہٹے اور صف میں آ گئے اور رسول اللہ ﷺ مصلے پر چلے گئے اور آپ ﷺ نے نماز پڑھائی جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: اے ابو بکر ؓ جب میں نے تم کو حکم دیا تھا تو تم مصلے پر کیوں نہ کھڑے رہے؟ تو سیدنا ابو بکر ؓ نے عرض کی

« مَا كَانَ لِابْنِ اَبِيْ قُحَافَةَ اَنْ يُّصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ »

”ابو قحافہ کے بیٹے کو زیب نہیں دیتا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے تم کو دیکھا کہ تم نے تالیاں بکثرت بجائیں تم نے ایسا کیوں کیا؟ (دیکھو) جب کسی کو نماز میں کوئی بات پیش آ جائے تو اسے چاہیے کہ سبحان اللہ کہہ دے جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو اس کی طرف توجہ کی جائے گی:

« اِنَّمَا التَّصْفِيْقُ لِلنِّسَاءِ »

”تالی بجانا تو صرف عورتوں کے لیے (جائز) ہے۔“

(الاذان، باب من دخل لیؤم الناس...... رقم: ٦٨٤)

نبی ﷺ کے بعد خلافت کے مستحق حضرت ابوبکر ؓ تھے:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی مرض الموت میں فرمایا (اے عائشہ!) میرے پاس اپنے والد ابوبکر اور اپنے بھائی کو بلا کر لاؤ میں ایک تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھ کو خوف ہے کہیں کوئی تمنا کرنے والا یہ تمنا نہ کر بیٹھے اور کہنے لگے کہ (خلافت کا) میں زیادہ حقدار ہوں جب کہ اللہ اور تمام مؤمن اس بات کا انکار کرتے ہیں مگر یہ (کہ ابوبکر ہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں)

مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل ابوبکر، رقم: ٦١٨١

نبی ﷺ کی وفات پر ابوبکر ؓ کا خطبہ اور سقیفہ بنو ساعدہ:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت حضرت ابوبکر ؓ (مدینے کی بالائی جانب) مقام سنح پر تھے تو عمر ؓ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! آپ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی عمر ؓ سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ کو وفات نہیں آئی اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اٹھائیگا اور آپ ﷺ کئی لوگوں کے ہاتھ اور ٹانگیں کاٹ ڈالیں گے۔

اتنے میں حضرت ابوبکر ؓ بھی تشریف لائے اور سیدھے نبی ﷺ کے حجرے میں ہی تشریف لے گئے) اور آپ ﷺ کے چہرہ انور سے چادر ہٹائی (دیکھا کہ واقعی آپ ﷺ وفات پا چکے ہیں) تو انھوں نے آپ ﷺ کو بوسہ دیا اور فرمایا:

« بِأَبِي أَنْتَ وَ أُمِّي طِبْتَ حَيًّا وَ مَيِّتًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا »

"میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، آپ اپنی زندگی اور موت دونوں میں اچھے تھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دو دفعہ موت کبھی بھی نہیں دے گا۔"

یعنی جو موت آپ ﷺ پر لکھی ہوئی تھی وہ آ چکی ہے اب آپ ﷺ فوت ہونے کے بعد زندہ ہو کر دوبارہ نہیں مریں گے) پھر حضرت ابو بکر حجرہ سے باہر نکل کر مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اے قسمیں کھانے والے شخص (عمر رضی اللہ عنہ) ٹھہر جاؤ پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا

« اَلَامَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ »

"تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کیا کرتا تھا تو (اسے جان لینا چاہیے کہ) محمد ﷺ وفات پا چکے ہیں لیکن جو شخص اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا تو (اسے جان لینا چاہیے کہ) اللہ تعالیٰ زندہ ہے وہ کبھی نہیں مرے گا۔"

(پھر یہ آیات تلاوت کیں)

﴿ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴾ (الزمر: ٣٠)

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وقفة اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴾

(آل عمران: ١٤٤)

"(اے محمد) آپ بھی مریں گے اور اور یہ لوگ بھی۔" "محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں (یعنی وفات پا چکے ہیں تو انھیں بھی موت آئے گی) اگر وہ (فطری طور پر) فوت ہو جائیں یا انھیں شہید کر دیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے؟ (یعنی دین سے پھر جاؤ گے؟) جو شخص اپنی ایڑیوں پر پھر جائے گا تو وہ

اللہ کو کوئی نقصان نہیں دے گا (بلکہ اپنا ہی نقصان کرے گا) عنقریب اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو جزاء دے گا۔"

لوگ (ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطاب سن کر) پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین ہو گیا تو) انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں سعد بن عبادہ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم (انصار) میں سے ہو گا ایک تم (مہاجرین) میں سے ہو گا (جب اس بات کا علم دوسرے صحابہ کو ہوا تو) حضرت ابوبکر، عمر اور ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم سقیفہ میں چلے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گفتگو کرنے لگے لیکن آپ نے انھیں منع کر دیا۔

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے گفتگو اس لیے کرنی چاہی کہ میں نے ایک مضمون تیار کر رکھا تھا جو مجھے بہت پسند آ رہا تھا مجھے یہ بھی ڈر تھا کہ اس مضمون کا حضرت ابوبکر کو پتا نہ چل جائے۔

لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی اور بہت ہی عمدہ گفتگو کی آپ نے اپنی گفتگو میں یہ بھی فرمایا تھا:

«نَحْنُ الْاُمَرَاءُ وَ اَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ»

"ہم (قریش) امیر ہوں گے اور تم انصار ہمارے وزیر ہو گے۔"

لیکن حضرت حباب بن منذر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اللہ کی قسم ہم اس فیصلے کو تسلیم نہیں کریں گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں! ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر ہو گے کیونکہ قریش تمام عرب میں سے شہرت کے لحاظ سے افضل ہیں اور حسب ونسب کے اعتبار سے بھی افضل ہیں اس لیے تم عمر رضی اللہ عنہ کی یا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اے ابوبکر!) ہم آپ کی بیعت کریں گے کیونکہ آپ ہمارے سردار اور ہم میں سے سب سے بہتر اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب

سے زیادہ پیارے تھے۔

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بیعت کی پھر لوگوں نے بیعت کرنی شروع کردی۔ ایک شخص نے کہا کہ تم نے حضرت سعد بن عبادہ (کی بیعت کی بجائے، ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرکے) ان کو ہلاک کردیا، عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اسے ہلاک کرے۔ بخاری، کتاب المناقب، فضائل ابوبکر، رقم: ٣٦٦٧)

عمر رضی اللہ عنہ نے امت کو انتشار سے بچا لیا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں کئی مہاجرین کو قرآن پڑھایا کرتا تھا عبدالرحمٰن بن عوف بھی انھیں لوگوں میں شامل تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (۲۳ھ میں) آخری حج کیا تھا اس سال میں منیٰ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی منزل میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے جب حضرت عبدالرحمٰن میرے پاس واپس آئے تو مجھے کہنے لگے آپ کو معلوم ہے کہ ایک شخص آج امیر المومنین کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین فلاں شخص کے بارے میں آپ کچھ کہیں گے کہ اس نے کہا ہے کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو میں طلحہ بن عبید اللہ کی بیعت کرلوں گا۔ حضرت ابوبکر کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور وہ کامیاب ہوگئی (میں بھی طلحہ کی بیعت اچانک کروں گا تو وہ بھی کامیاب ہو جائے گی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر غصے میں آگئے اور پھر فرمایا ان شاء اللہ آج میں شام لوگوں کو خطبہ دوں گا (اس میں اس بات کا تذکرہ کروں گا) اور ایسے لوگوں سے انھیں خبردار رہنے کا کہوں گا جو (حکومت کے متوالیان سے) ان کے عہدے چھین لینا چاہتے ہیں لیکن عبدالرحمٰن نے فرمایا، اے امیر المومنین ایسا نہ کریں کیونکہ یہ حج کا موقع ہے اور حج کے موقع پر کم فہم اور گھٹیا قسم کے لوگ بھی آئے ہوئے ہیں۔ جب آپ خطبہ دیں گے تو آپ کے پاس وہی لوگ جمع ہو جائیں گے۔ (اور عقلمند لوگوں کو آپ کے پاس بیٹھنے کا موقع ہی نہیں ملے

گا) اور مجھے خدشہ ہے کہ آپ جو بات کہیں گے وہ اسے اڑا دیں گے وہ اسے سمجھ نہیں سکیں گے اور اس کا صحیح معنی مفہوم نہیں بتائیں گے اس لیے آپ فی الحال ایسا نہ کریں جب آپ واپس مدینے میں جائیں گے (تو وہاں خطبہ دینا کیونکہ) مدینہ دارالھجرت ہے وہاں سنت نبوی کا راج ہے وہاں آپ کا واسطہ سمجھدار اور معزز لوگوں سے پڑے گا جو بات آپ مدینے میں کہیں گے وہ دلوں میں اتر جائے گی اور آپ کی بات کو اہل علم لوگ نقل کریں گے اور اس کا صحیح مطلب بیان کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم میں مدینہ میں جا کر پہلا خطبہ اسی موضوع پر دوں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم حج سے ذوالحج کے آخر میں لوٹ کر مدینہ منورہ پہنچے، جب جمعہ کا دن ہوا تو سورج ڈھلتے ہی میں مسجد میں جلدی جلدی پہنچ گیا وہاں دیکھا کہ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل (عشرہ مبشرہ میں سے ہیں وہ) منبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں ان کے پاس جا کر بیٹھ گیا میرا گھٹنا ان کے گھٹنے سے ٹکرا رہا تھا اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لیے تشریف لائے میں نے انھیں آتا ہوا دیکھا تو میں نے سعید بن زید سے کہا کہ آج عمر رضی اللہ عنہ وہ بات کہنے والے ہیں جو انھوں نے خلافت کے دور میں کبھی بھی نہیں کہی لیکن سعید بن زید نے میری بات نہ مانی کہنے لگے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ آج وہ کوئی ایسی بات کہیں جو پہلے کبھی نہ کہی ہو۔

خیر عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے جب اذان ہو چکی تو عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا، اے لوگو! آج میں ایک ایسی بات کہنے والا ہوں جو میرے مقدر میں لکھی ہوئی تھی ہو سکتا ہے کہ میری وفات کا وقت آ چکا ہو دیکھو! جو شخص میری بات کو سمجھ لے اور اسے یاد رکھ سکتا ہو تو وہ جہاں تک وہ پہنچ سکتا ہے وہاں تک میری بات پہنچائے اور جس کو خدشہ ہو کہ وہ میری بات نہ سمجھ پائے گا تو اس کے

لیے قطعاً حلال نہیں ہے کہ وہ مجھ پر جھوٹی باتیں بناتا پھرے (پھر اپنا خطبہ یوں شروع کیا)

« إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ وَ أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتٰبَ فَكَانَ ، مِمَّا أَنْزَلَ اللّٰهُ آيَةَ الرَّجْمِ فَقَرَأْنَاهَا وَعَقَلْنَاهَا وَوَعَيْنَاهَا رَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَ رَجَمْنَا بَعْدَهُ »

”بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو حق (دین دے کر) بھیجا اور ان پر قرآن بھی نازل کیا اور جو آیات آپ ﷺ پر نازل ہوئیں ان میں سے ایک رجم کی آیت بھی تھی ہم نے وہ آیت پڑھی تھی اور اسے یاد بھی کیا اور اسے اچھی طرح سمجھا بھی تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے (شادی شدہ زانی کو اس آیت کی وجہ سے) رجم کیا تھا پھر آپ ﷺ کے بعد ہم بھی رجم کرتے چلے آئے۔“

لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کچھ عرصہ بعد کوئی کہنے والا کہے گا:

« مَا نَجِدُ آيَةَ الرَّجْمِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَيَضِلُّوْا بِتَرْكِ فَرِيْضَةٍ أَنْزَلَهَا اللّٰهُ »

”رجم کی آیت ہمیں قرآن میں نہیں ملی (پھر وہ رجم کی آیت کا انکار کریں گے اور) وہ اللہ کے نازل کردہ فریضہ کا انکار کر کے گمراہ ہو جائیں گے۔“

پھر فرمایا:

« اَلرَّجْمُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ حَقٌّ عَلٰى مَنْ زَنٰى »

”رجم (کا حکم) اللہ کی کتاب میں موجود ہے اور جو شادی شدہ مرد یا عورت زنا کرے اور اس پر گواہ موجود ہوں یا حمل ٹھہر جائے یا پھر ملزم خود بدکاری کا اقرار کر لے تو اس پر رجم لازم ہو گا“

پھر فرمایا: ”قرآن میں ہم یہ آیت بھی تلاوت کیا کرتے تھے:

﴿ لَا تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَاءِ كُمْ فَاِنَّهٗ كُفْرٌ بِكُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَاءِ كُمْ یا یہ الفاظ تھے اِنَّ كُفْرًا بِكُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ اٰبَاءِ كُمْ ﴾

''کہ تم اپنے باپ دادوں کو چھوڑ کر دوسرے باپ دادے نہ بناؤ، کیونکہ اپنے باپ دادوں سے بے رغبتی کفر ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا:

« لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا اُطْرِئَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَ قُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ »

''تم میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آمیزی نہ کرنا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ آمیزی کی گئی تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو۔''

پھر فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کسی نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم! اگر عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں شخص کی بیعت کروں گا کوئی شخص اس بات سے دھوکہ نہ کھائے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اس لیے وہ مکمل ہو گئی، ٹھیک ہے حضرت ابوبکر کی بیعت فوری تھی اور وہ کامیاب رہی لیکن اللہ نے فوری بیعت کے نقصان سے تم کو بچا لیا تھا یہ بتاؤ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا شخص تم میں کون ہے؟ (جو ان جیسا متقی عالم مفکر ہو)

سن لو جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر بیعت کرے گا تو نہ اس کی پیروی کی جائے گی اور نہ ہی اس کی جس کی اس نے بیعت کی ہو گی بلکہ انھیں قتل کر دیا جائے گا جب اللہ کے نبی ﷺ کا انتقال ہوا تو اس وقت ہم سب سے بہتر انسان حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے (خلافت کے مستحق وہی تھے) لیکن انصار ہماری مخالفت کرتے

ہوئے ثقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ اور حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ہمنوا لوگوں نے ہماری مخالفت کی لیکن مہاجرین حضرت ابوبکر کے پاس جمع ہو گئے۔

میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں ہمارے انصاری بھائیوں کے پاس لے چلو ہم ان کے پاس چل پڑے جب ہم ان کے قریب پہنچ گئے تو انصار کے دو صالح انسان (عویمر بن ساعدہ، معن بن عدی) آ کر ملے انھوں نے بتایا کہ انصار لوگ فلاں شخص پر متفق ہو گئے ہیں انھوں نے ہم سے دریافت کیا کہ اے مہاجرین کی جماعت تم کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم اپنے انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں انھوں نے کہا کہ تم ان کے پاس نہ جاؤ تم نے جو کرنا ہے وہ کر ڈالو لیکن میں نے کہا اللہ کی قسم ہم ان کے پاس ضرور جائیں گے پھر ہم چلے اور ثقیفہ بنی ساعدہ میں ان کے پاس پہنچے تو ایک شخص کو کپڑا لپیٹے ان کے درمیان بیٹھا ہوا دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا یہ حضرت سعد بن عبادہ ہیں، میں نے کہا اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا، انھیں بخار ہوا ہے۔

ہم تھوڑی دیر بیٹھے اتنے میں ان کا خطیب (ثابت بن قیس یا کوئی اور شخص کھڑا ہوا اور) اس نے خطبہ میں اللہ کی تعریف کی پھر کہا ہم اللہ (کے دین اور اس کے رسول) کے مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں اے مہاجرین تم چھوٹا سا گروہ ہو جو قریش کی قوم سے نکل کر آیا تھا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ ہماری جڑ کاٹیں اور خلافت کے حقدار بن بیٹھیں۔

جب اس نے اپنی بات ختم کی تو میں نے گفتگو کرنا چاہی کیونکہ میں نے ایک عمدہ تقریر ذہن میں تیار کر رکھی تھی میں نے چاہا کہ حضرت ابوبکر کی گفتگو سے پہلے میں اپنی تقریر کروں اور انصار کی تقریر سے حضرت ابوبکر کو جو غصہ آیا ہوا ہے اسے زائل کر دوں جب میں نے گفتگو کرنا چاہی تو ابوبکر نے فرمایا: ٹھہر جاؤ تو میں نے حضرت

ابوبکر کو ناراض کرنا اچھا نہ سمجھا چنانچہ انھوں نے گفتگو کی اور وہ مجھ سے زیادہ عقلمند، حوصلہ والے اور باوقار شخص تھے اللہ کی قسم جو میں نے تقریر تیار کر رکھی تھی اس کا ایک لفظ بھی انھوں نے نہ چھوڑا مگر وہ انھوں نے کہہ دیا بلکہ اس سے بھی عمدہ جملے فرما دیے ان کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ انھوں نے انصار سے کہا کہ جو باتیں تم نے اپنے بارے میں کہی ہیں ان کے تم اہل ہو لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ خلافت صرف قریش کا حق ہے کیونکہ قریش خاندان اور قوم کے اعتبار سے پورے عرب سے افضل ہیں پھر ابوبکر نے میرا اور حضرت ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے ان دو شخص کو تمہارے لیے منتخب کیا ہے ان میں سے کسی ایک کی بیعت کر لو، ابوبکر کی صرف یہ بات مجھے ناگوار گزری تھی۔ اللہ کی قسم! اگر بے قصور میری گردن اڑا دی جاتی تو یہ مجھے اس سے اچھا لگتا تھا کہ میں ابوبکر کے ہوتے ہوئے امیر بن جاؤں ہاں یہ اور بات ہے کہ موت کے وقت میرا نفس مجھے بہکا دے اور مجھے وہ خیال آ جائے جو اب نہیں ہے۔

خیر اس وقت ایک انصاری اٹھا اور اس نے کہا کہ میں وہ اونٹ کی لکڑی ہوں جس سے وہ اپنی کھجلی کی تکلیف رفع کرتا ہے اور وہ باڑ ہوں جو درخت کے گرد لگائی جاتی ہے (یعنی میں قابل اعتبار شخص ہوں میں تمھیں یہ مشورہ دیتا ہوں) کہ ایک خلیفہ انصار سے ہو اور ایک قریش سے (وہ دونوں مل کر خلافت کا نظام چلائیں)

اب بہت شور برپا ہو گیا اور آوازیں بلند ہونے لگیں مجھے اختلاف کا خدشہ پیدا ہو گیا تو میں نے کہا ابوبکر اپنا ہاتھ بڑھائیں انھوں نے ہاتھ کھولا تو میں نے ان کی بیعت کر لی پھر مہاجرین نے بیعت کی ان کے بعد انصار نے بیعت کی اور ہم نے سعد بن عبادہ (جو کہ انصار میں سے خلافت کے امیدوار تھے) ان پر غلبہ حاصل کر لیا (وہ خلیفہ نہ بن سکے اور ہوا وہی جو اللہ کی مرضی تھی اور مہاجرین چاہتے تھے اس صورت حال کے پیش نظر) ایک شخص نے کہا: «قَتَلْتُمْ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ» کہ تم نے

سعد بن عبادہ کو قتل کر ڈالا، تب میں نے کہا: «قَتَلَ اللّٰهُ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ» کہ سعد بن عباد کو اللہ نے قتل کیا ہے۔

حضرت عمر ؓ نے یہ بھی فرمایا اس وقت ہم کو ابوبکر کی خلافت سے زیادہ کوئی چیز ضروری معلوم نہیں ہوئی کیونکہ ہمیں خوف تھا کہ اگر ہم لوگوں سے الگ رہتے اور ابھی بیعت نہ ہوئی ہوتی اور لوگ کسی شخص کی بیعت کر لیتے یا تو ہم نا چاہتے ہوئے اس کی بیعت کر لیتے یا دوسری صورت میں ہم ان کی مخالفت کرتے دونوں صورتوں میں فساد برپا ہوتا۔

میں دوبارہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی بیعت کرے گا تو نہ اس کی اتباع کی جائے اور نہ ہی اس کی جس کی اس کی بیعت کی بلکہ دونوں کی جانوں کو مار دیا جائے گا۔

بخاری، کتاب المحاربین، باب رجم الحبلیٰ، رقم: ٦٨٣٠

حضرت ابوبکر کا جرأت مندانہ فیصلہ:

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور ابوبکر ؓ خلیفہ منتخب ہو گئے عرب کے کچھ لوگوں نے کفر کیا تو (ابوبکر ؓ نے ان سے جنگ کرنے کا پختہ اراد کر لیا تو) عمر ؓ نے فرمایا اے ابوبکر ؓ آپ (زکوۃ کے منکرین سے جنگ کریں گے) حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

«أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهُ وَ نَفْسَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللّٰهِ»

"مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم ملا ہے کہ میں لوگوں سے تب تک لڑتا رہوں جب تک وہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ نہ کہہ دیں جو شخص لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ

کہے گا تو وہ اپنا مال اور جان مجھ سے محفوظ کر لے گا مگر اس کے حق کے ساتھ (یعنی اگر وہ اسلام کے کسی حق کے منکر ہیں تو پھر لڑائی کرونگا اگر وہ اسلام لانے میں اپنی نیت میں سچے نہیں ہیں تو) ان کا حساب اللہ نے لینا ہے (تم انہیں مسلمان ہی سمجھو گے)

حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا جو شخص نماز اور زکوۃ میں فرق کرتا ہے میں اس سے ضرور لڑونگا کیونکہ زکوۃ مال کا حق ہے اللہ کی قسم اگر کوئی شخص نبی ﷺ کو زکوۃ میں (اونٹ باندھنے کی) رسی دیا کرتا تھا اگر اب اس رسی کو ادا کرنے کا بھی انکار کرتا تو اس انکار پر بھی اس سے جنگ کرونگا۔

حضرت عمر ؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! (ابوبکر ؓ کی اس دلیرانہ گفتگو سے) میں جان گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابوبکر ؓ کا سینہ کھول دیا ہے اس لئے (ابوبکر ؓ کا یہ اقدام) درست اور حق ہے۔

(مسلم کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتی......" رقم: ١٢٤)

حضرت ابوبکر ؓ نے نبی ﷺ کا ورثہ تقسیم کرنے سے انکار کر دیا:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ (نبی ﷺ کی وفات کے بعد) حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر ؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ جو مال اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو فیء کے طور پر دیا تھا اس میں سے میرے حصے کا ورثہ مجھے دیا جائے نبی ﷺ کا جو صدقہ مدینے میں تھا اور فدک اور خیبر کے خمس میں سے ان کا حصہ دیا جائے۔

لیکن حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ»

"ہماری وراثت نہیں چلتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔"

ہاں محمد ﷺ کی آل اس میں سے صرف کھا سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں لے

سکتے اللہ کی قسم نبی ﷺ کے صدقات جس طرح نبی ﷺ کے زمانہ میں استعمال ہوتے تھے ان میں میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں کروں گا میں انھیں اسی طرح ہی چلاؤں گا جیسے نبی ﷺ چلاتے تھے۔

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا پھر فرمایا اے ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت سے واقف ہیں پھر انھوں نے اپنی قرابت کا ذکر کیا جو رسول اللہ ﷺ سے ان کو حاصل تھی اور اپنے حق کا ذکر کیا۔

پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرے نزدیک اپنی قرابت داری کو ملانے سے رسول اللہ ﷺ کی قرابت کو ملانا (اور اس کا لحاظ کرنا) زیادہ محبوب ہے۔

بخاری، کتاب المناقب ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ رقم: ٣٧١١

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور اپنے باپ کا ورثہ مانگا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»

”ہمارا ورثہ نہیں ہوتا بلکہ جو مال ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے (اس لیے میں وہ مال آپ کو کیسے دے سکتا ہوں)

یہ سن کر حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں اور اپنی زندگی میں پھر کبھی (اس سلسلے میں) بات نہ کی اور وہ آپ ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہی تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اللہ کے نبی ﷺ کے اس مال سے اپنا حصہ مانگا تھا جو خیبر، فدک اور مدینے میں جو آپ کا صدقہ تھا لیکن حضرت ابوبکر نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا:

« لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَعْمَلُ بِهِ »

"جو کام رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے اس میں ہرگز نہیں چھوڑ سکتا میں اسے ضرور کروں گا کیونکہ آپ ﷺ کا کوئی حکم اگر میں چھوڑ دوں تو مجھے خدشہ ہیں کہ میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا۔"

اس کے بعد جو مدینے کا صدقہ تھا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عباس اور علی رضی اللہ عنہما کے سپرد کر دیا تھا لیکن خیبر اور فدک کے مالوں کو انھوں نے اپنے کنٹرول میں رکھا تھا کہ یہ دونوں مال آپ ﷺ کے حقوق اور ضروریات میں خرچ ہوں گے اور ان دونوں مالوں کا معاملہ اس شخص کے سپرد ہو گا جو خلیفہ ہو گا۔

راوی کہتا ہے کہ یہ دونوں مال آج تک اس نہج پر صرف ہو رہے ہیں۔

(فرض الخمس، باب فرض الخمس: ۳۰۹۳)

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت فاطمہ نے فدک، خیبر کے مالوں میں سے اپنی میراث کا سوال کیا اور حضرت ابوبکر نے انکار کر دیا تو وہ ناراض ہو گئیں اور پھر کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بات نہ کی اور نبی ﷺ کی وفات کے چھ ماہ بعد تک وہ زندہ رہیں پھر وہ فوت ہو گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انھیں حضرت ابوبکر کو اطلاع دیے بغیر رات کو جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا جب تک حضرت فاطمہ زندہ رہیں تب تک لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بہت عزت کیا کرتے تھے جب حضرت فاطمہ کا انتقال ہوا تو حضرت علی نے لوگوں کی بے رخی دیکھی تو انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے صلح اور ان کی بیعت کرنی چاہی انھوں نے اس سے پہلے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی تھی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کو اپنے گھر پر آنے کی دعوت دی اور ساتھ یہ بھی کہلا بھیجا کہ وہ اکیلے تشریف لائیں۔ (راوی کہتا ہے کہ) انھیں یہ اندیشہ تھا کہ کہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھ نہ

آ جائیں، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«وَاللّٰهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ»

''اللہ کی قسم! آپ ان کے پاس اکیلے نہیں جائیں گے۔''

حضرت ابوبکر نے فرمایا وہ مجھ سے کیا کریں گے (یعنی مجھے ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے) میں ان کے پاس ضرور جاؤں گا پھر وہ ان کے پاس چلے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا پھر فرمایا اے ابوبکر! ہمیں آپ کی فضیلت کا اقرار ہے اور اللہ نے آپ کو جو بھلائی عطا فرمائی ہے اس پر ہمیں کوئی حسد نہیں ہے ہمیں صرف یہ دکھ ہے کہ آپ نے اکیلے (ہمارے مشورے کے بغیر) خلافت حاصل کر لی ہم سمجھتے تھے کہ خلافت کے معاملے میں ہمارا بھی حق ہوگا کیونکہ ہم اللہ کے رسول کے قرابت دار ہیں (حضرت علی رضی اللہ عنہ مسلسل ایسی باتیں کرتے رہے) حتی کہ ابوبکر کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی فرمایا:

«وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ قَرَابَتِيْ»

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میرے نزدیک میری اپنی رشتہ داری کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کا لحاظ زیادہ پسندیدہ ہے باقی جو (فدک، خیبر وغیرہ کے) مالوں میں آپ کا اور ہمارا اختلاف ہوگیا ہے اس میں نے اچھائی اور بھلائی کرنے میں کسی قسم کی کمی نہیں کی بلکہ میں نے ان اموال میں جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا تھا میں نے وہی کیا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا ہم آج پچھلے پہر آپ سے بیعت کریں گے جب حضرت ابوبکر نے ظہر کی نماز پڑھا لی تو منبر پر تشریف لے گئے اور

خطبہ پڑھا اور اس میں حضرت علی ؓ کے معاملے کا ذکر کیا اور انھوں نے جس عذر کی بناء پر بیعت کرنے میں تاخیر کی اس کا بھی ذکر کیا پھر استغفار کیا (اور نیچے اترے تو) حضرت علی ؓ نے خطبہ پڑھا اور حضرت ابوبکر کے فضائل بیان کیے اور فرمایا کہ میں نے بیعت میں تاخیر کر کے جو کچھ کیا تھا وہ ابوبکر ؓ سے حسد کی بنیاد پر نہیں تھا اور نہ ہی ان کے فضائل سے انکار کی بنا پر تھا بلکہ بات صرف یہ تھی کہ ہم سمجھتے تھے کہ خلافت کے معاملات میں بھی ہمارا حق ہے لیکن ابوبکر ہمارے مشورے کے بغیر خلیفہ بن گئے اس پر ہمیں صدمہ ہوا۔

حضرت علی کے اس اقدام پر مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور کہنے لگے کہ آپ نے بالکل درست کیا ہے جب مسلمانوں نے دیکھا کہ حضرت علی ؓ اچھائی کی طرف لوٹ آئے تو ان سے محبت کرنے لگے۔

(بخاری: المغازی، باب غزوۃ خیبر: ٤٢٤٠)

ابوبکر ؓ نے پرانے کپڑوں میں کفن دینے کا حکم دیا:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت ابوبکر ؓ کے ہاں گئی (جبکہ وہ مرض الموت میں تھے) آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے نبی ﷺ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ میں نے عرض کیا کہ تین سفید کپڑوں میں کفن دیا تھا جو سحولی (یمنی) تھے اور کفن میں قمیص اور پگڑی نہیں تھی۔

پھر پوچھا کہ آپ ﷺ کس دن فوت ہوئے تھے؟ میں نے کہا پیر کے دن پھر پوچھا کہ آج کونسا دن ہے؟ میں نے کہا پیر کا دن ہے فرمایا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میں آج رات تک فوت ہو جاؤں گا پھر اپنے لباس کی طرف دیکھا۔ جسے انہوں نے بیماری کے دنوں میں پہنا ہوا تھا اس پر زعفران کے داغ لگے ہوئے تھے فرمایا میرے یہ کپڑے دھو ڈالو (اس چادر کے ساتھ) دو کپڑے مزید لے کر (تین کپڑے میرے

کفن کے لئے بنا لینا) اور انہیں کپڑوں میں مجھے کفن دے دینا

میں نے کہا ابا جان جو کپڑے آپ نے پہن رکھے ہیں وہ پرانے ہیں (ہم آپ کے لئے نیا کفن لے آئیں گے)

آپ فرمانے لگے:

«اِنَّ الْحَیَّ اَحَقُّ بِالْجَدِیْدِ مِنَ الْمَیِّتِ»

”نئے کپڑے کی زندہ شخص کو میت سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔“

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے پیر کے دن شام کو منگل کی رات کو ہی وفات پائی تھی اور رات کو ہی انہیں دفن کر دیا گیا۔ (رضی اللہ عنہ)

بخاری کتاب الجنائز باب موت یوم الاثنین“رقم:۱۳۸۷

* * *

تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسلام کو عزت ملی:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« مَا زِلْنَا اَعِزَّةً مُنْذُ اَسْلَمَ عُمَرُ »

’’حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہو جانے سے ہم عزت والے بن گئے۔‘‘

بخاری، كتاب المناقب، باب اسلام عمر رضی الله عنه، رقم ٣٨٦٣

عمر رضی اللہ عنہ کے پاس علم نبوی:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا خواب میں میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا میں نے وہ خوب جی بھر کر پیا پھر جو بچ گیا وہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس کی کیا تعبیر دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: علم (یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اللہ کے نبی ﷺ کا علم ہے جو کہ لوگوں کے لیے مفید ہے)

مسلم، كتاب الفضائل باب فضائل عمر، رقم: ٦١٩٠

عمر رضی اللہ عنہ میں دینداری کمال درجے کی تھی:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو مجھ پر پیش کیا گیا جنھوں نے قمیصیں پہن رکھی تھیں کسی کا قمیص پستانوں تک تھا اور کسی کا اس سے نیچے تھا لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ میرے سامنے آئے تو ان پر بڑا قمیص تھا جسے وہ گھسیٹ کر چل رہے تھے (یعنی قدموں سے بھی نیچے تک تھا)

صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کی تعبیر دین ہے (یعنی جتنا کسی کا قمیص بڑا تھا وہ دین میں اتنا پختہ تھا عمر رضی اللہ عنہ سرتا پا دین داری کا پیکر تھے) بخاری، کتاب المناقب، فضائل عمر رضی اللہ عنہ، رقم: ۳۶۹۰

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو الہام ہوا کرتے تھے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پہلی امتوں میں ایسے لوگ گزرے ہیں جن کو الہام ہوتا تھا اگر میری امت میں ایسے لوگ ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہیں۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ: ۳۶۸۹)

شیطان بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے خوف زدہ رہتا تھا:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس گئے وہاں قریش کی کئی عورتیں آپ ﷺ کے پاس بلند آواز سے باتیں کر رہی تھیں اور وہ اپنا مطالبہ پیش کر رہی تھیں جب عمر رضی اللہ عنہ پہنچے تو وہ عورتیں کھڑی ہوگئیں اور جلدی جلدی پردے کے پیچھے چلی گئیں تو نبی کریم ﷺ (یہ ماجرہ دیکھ کر) ہنس دیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! اللہ آپ کو ہنستا رکھے (آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے ان عورتوں پر تعجب آرہا ہے جو میرے پاس بیٹھی تھیں جب انھوں نے تمھاری آواز سنی تو چھپ گئیں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یارسول اللہ زیادہ حق تو آپ ﷺ کا ہے کہ یہ عورتیں آپ سے ڈرتیں پھر (عورتوں کو مخاطب کرکے) فرمایا:

« يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ أَتَهَبْنَنِي وَ لَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ »

”اے اپنی جان کی دشمن (عورتو!) تم مجھ سے تو ڈرتی ہو اور اللہ کے رسول ﷺ سے نہیں ڈرتیں؟“

عورتیں کہنے لگیں کہ آپ سخت دل اور سخت کلام کرنے والے ہیں اور رسول اللہ ﷺ (ایسے نہیں ہیں) نبی ﷺ نے فرمایا، رہنے دو اے عمر

« وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ »

(مجھے اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر شیطان آپ کو ایک راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو وہ آپ والے راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر چلنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔"

بخاری، کتاب المناقب، فضائل عمر، رقم: ٣٦٨٣

حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بیعت رضوان میں شریک تھے:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کے والد (سیدنا عمرؓ) نے انہیں اپنا گھوڑا لانے کے لئے بھیجا جو ایک انصاری شخص کے پاس تھا، انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم نہ تھا۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر لی۔ پھر گھوڑا لینے گئے اور گھوڑا لے کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، اور وہ ہتھیار پہن رہے تھے تو سیدنا عبداللہ نے ان سے بیان کیا کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے ہیں (پھر) وہ دونوں چلے یہاں تک کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ اسی وجہ سے لوگ کہا کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔

جنت میں بلال رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی آہٹ اور عمر رضی اللہ عنہ کا محل:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں ہوں میں نے جنت میں حضرت رمیصاء (ام سلیم) کو دیکھا اور میں نے کسی کے چلنے کی آہٹ سنی (لیکن چلنے والا نظر نہیں آ رہا تھا) میں نے پوچھا

کہ یہ شخص کون ہے (جبرئیل نے) فرمایا یہ حضرت بلال ہیں پھر میں نے جنت میں ایک (عالی شان) محل دیکھا اور اس کے صحن میں ایک حور دیکھی جو وضوء کر رہی تھی میں نے پوچھا کہ یہ (حور) کس کی ہے؟ جواب ملا یہ عمر ؓ کی ہے میں نے چاہا کہ محل کو (اندر جا کر) دیکھوں لیکن مجھے (اے عمر) تیری غیرت یاد آئی (تو پلٹ آیا) عمر ؓ یہ سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے:

« بِأَبِیْ وَ أُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَعَلَیْكَ أَغَارُ »

”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ پر مجھے غیرت آتی؟ (یعنی غیرت تو اس پر آتی ہے جس پر اعتماد نہ ہو اللہ کے رسول ﷺ پر بے اعتمادی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔“

بخاری، کتاب المناقب، باب فضائل عمر رضی اللہ عنہ، رقم: ٣٦٧٩

حضرت عمر ؓ کو نبی کریم ﷺ سے محبت:

حضرت عبد اللہ بن ہشام فرماتے ہیں، کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے عمر ؓ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، عمر ؓ نے فرمایا:

« لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِیْ »

”یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ حَتّٰی أَكُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْكَ مِنْ نَفْسِكَ »

”نہیں اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، حتی کہ میں آپ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔“

تب حضرت عمر ؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ

عزیز ہیں۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

« اَلْآنَ یَا عُمَرُ »

”ہاں عمر اب بات بنی ہے۔“

بخاری، کتاب الایمان والنذور، باب کیف کانت یمین النبی ﷺ، رقم: ٦٦٣٢)

عمر رضی اللہ عنہ کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں مقام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر پردے کا حکم اترا:

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کی بیویاں رات کو جب قضاء حاجت کے لیے گھر سے باہر جاتی تھیں، مناصع کی طرف نکل جاتی تھیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے کہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیے۔ مگر رسول اللہ ﷺ (ایسا) نہ کرتے تھے۔ تو رات کو عشاء کے وقت ام المؤمنین سودہ رضی اللہ عنہا (یعنی) نبی ﷺ کی بیوی باہر نکلیں اور وہ دراز قد عورت تھیں تو انہیں عمر رضی اللہ عنہ نے محض اس خواہش سے کہ پردہ (کا حکم) نازل ہو جائے، پکارا کہ آگاہ رہو اے سودہ! ہم نے تمہیں پہچان لیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے پردہ (کا حکم) نازل فرما دیا۔

حضرت عمر ﷺ کی باتیں وحی بن کر نازل ہوئیں:

امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پروردگار سے تین باتوں میں موافقت کی۔ میں نے (ایک مرتبہ) کہا:

((یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَاتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی))

کہ یارسول اللہ! کاش مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں تو یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِیْمَ مُصَلًّی ﴾ (البقرۃ: ١٢٥)

”اور مقام ابراہیم پر نماز ادا کرو۔“

اور پردہ کی آیت بھی میری خواہش کے مطابق نازل ہوئی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کاش آپ ﷺ اپنی بیویوں کو پردہ کرنے کا حکم دے دیں اس لیے کہ ان سے ہر نیک و بد گفتگو کرتا ہے، تب پردے کی آیت نازل ہوئی۔ اور (ایک مرتبہ) نبی ﷺ کی بیویاں آپ پر غیرت کے سلسلے جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا

﴿عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ...... الخ﴾ (التحریم: ۵)

”اگر وہ (نبی ﷺ) تم کو طلاق دے دیں تو عنقریب ان کا رب انہیں تم سے اچھی بیویاں تمہارے بدلے میں دے دے گا۔“

چنانچہ یہی آیت نازل ہوئی۔

عبداللہ بن ابی کے جنازے پر اللہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی رائے میں موافقت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب عبداللہ بن ابی (منافق) کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے عبداللہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی کہ مجھے اپنا قمیص مبارک دے دیں میں اس میں اپنے باپ کو کفن دوں گا اور آپ میرے والد کا جنازہ بھی پڑھا دینا آپ ﷺ (نے قمیص بھی دے دیا اور جنازے کے لیے تیار ہو گئے جب) آپ ﷺ جنازہ پڑھانے کے لیے کھڑے ہوگئے تو عمر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کا کپڑا پکڑ لیا اور فرمایا یا رسول اللہ! آپ اس کا جنازہ پڑھائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا جنازہ پڑھنے سے منع فرما دیا ہے؟

نبی کائنات ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے جنازہ پڑھانے اور نہ پڑھانے کے درمیان اختیار دیا ہے اللہ نے فرمایا ہے:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ

مَرَّةً لَّنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴾ (التوبة: ٨٠)

"آپ ﷺ ان (منافقین) کے لیے بخشش طلب کریں یا نہ کریں (اللہ انھیں نہیں بخشے گا) اگرچہ آپ ان کے لیے ستر بار بخشش طلب کریں۔"

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ستر بار سے زیادہ اس کے لیے بخشش طلب کروں گا (شاید اللہ اسے بخش دے)

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عبداللہ بن ابی تو منافق ہے (اس لیے آپ جنازہ نہ پڑھائیں) لیکن نبی کریم ﷺ نے (عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار کے باوجود) جنازہ پڑھا دیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ﴾ (التوبہ: ٨٤)

"ان (منافقین) میں سے کسی کا جنازہ ہرگز نہ پڑھانا (جنازہ پڑھانا تو بڑی بات ہے) آپ اس کی قبر پر بھی نہ کھڑے ہونا۔"

ایک روایت میں ہے کہ پھر نبی کریم ﷺ نے منافقین کا جنازہ پڑھانا چھوڑ دیا۔

بخاری، کتاب الجنائز، قوله تعالىٰ ﴿ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ …… ﴾ ٤٦٧٠، اللباس، باب لبس القميص. ٥٧٩٦)

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر نبی ﷺ کو پورا اعتماد تھا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا ایک بھیڑیے نے آ کر ایک بکری پر حملہ کر دیا چرواہا اس کے پیچھے بھاگا حتی کہ اس نے بکری اس سے چھڑا لی بھیڑیا کہنے لگا (آج تو تو نے مجھ سے بکری چھڑا لی ہے) لیکن جس دن بکریوں کا کوئی چرواہا نہیں ہو گا (اور بکریاں) درندوں کے رحم و کرم پر ہوں گی اس دن ان بکریوں کی نگرانی کون کرے گا؟

لوگوں نے یہ واقعہ سن کر کہا: سبحان اللہ (بھیڑیا کیسے گفتگو کرنے لگا؟) تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا (کہ تم مانو یا نہ مانو) اس بات پر میرا اور ابوبکر و عمر کا ایمان ہے (راوی کہتا ہے) اس مجلس میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما موجود نہیں تھے۔

بخاری، کتاب المناقب، فضائل عمر، رقم......

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے معتمد صحابی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد عبد اللہ جنگ احد میں شہید ہو گئے اور ان پر ایک یہودی کا تیس وسق (تقریباً ایک سو بیس من) کھجوروں کا قرض تھا۔ حضرت جابر نے یہودی سے مہلت مانگی لیکن اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئے اور عرض کی کہ اس یہودی کے پاس میری سفارش کر دو۔ نبی مکرم ﷺ یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور یہودی سے فرمایا کہ (باغ میں پھل تھوڑا ہے جو تیرے قرض کو ادا کرنے سے قاصر ہے اس لیے) باغ میں جتنا بھی پھل ہے وہ اپنے قرض کے عوض قبول کر لے لیکن یہودی نے انکار کر دیا تو نبی کریم ﷺ کھجوروں کے باغ میں تشریف لے گئے اور اس میں چہل قدمی کی پھر جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

« جُدَّ لَهُ فَاَوْفِ لَهُ الَّذِیْ لَهٗ »

”کہ پھل کاٹنا شروع کر دو اور اس یہودی کا قرض پورا کر دو۔“

آپ ﷺ یہ حکم فرما کر واپس تشریف لائے اور حضرت جابر نے پھل کاٹنا شروع کر دیا۔ (اللہ کے فضل اور نبی ﷺ کی چہل قدمی کی برکت سے اتنا پھل اترا کہ) حضرت جابر نے یہودی کے تیس وسق بھی ادا کیے اور سترہ وسق (تقریباً ستر من) کھجوریں بچ بھی گئیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کو یہ خوشخبری سنانے آئے تو آپ ﷺ کو

نماز پڑھتا ہوا پایا جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو آپ ﷺ کو واقعہ بتایا تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا جابر جاؤ یہ واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتاؤ۔

جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جا کر واقعہ بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَقَدْ عَلِمْتُ حِیْنَ مَشٰی فِیْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ لَیُبَارَکَنَّ فِیْهَا»

"جب آپ ﷺ باغ میں چل رہے تھے، مجھے تب ہی پتہ چل گیا تھا کہ کھجوروں میں برکت ہوگی۔"

بخاری، کتاب فی الاستقراض، باب اذا قاض اَوْ جازَفَهُ......، رقم ٢٣٩٦

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اوصاف جمیلہ

عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا کل مال اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا چاہا:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح خیبر میں ایک زمین کا کچھ رقبہ ملا تو آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں زمین کا رقبہ ملا ہے اس سے بہتر مال مجھے اب تک کبھی نہیں ملا (میں اسے اللہ کے لیے وقف کرنا چاہتا ہوں)۔ آپ ﷺ اس کے متعلق کیا حکم فرماتے ہیں؟

نبی ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاہو تو زمین اپنی ملکیت میں رکھو اور (پیداوار) صدقہ کر دیا کرو چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو اس شرط کے ساتھ صدقہ کیا کہ نہ اسے بیچا جائے گا نہ اس کو ہبہ کیا جائے گا اور نہ یہ ورثہ میں تقسیم کی جائے گی۔ اسے آپ رضی اللہ عنہ نے محتاجوں کے لیے رشتہ داروں کے لیے۔ غلام آزاد کرانے کے لیے۔ اللہ کے دین کے لیے اور مہمانوں کے لیے صدقہ کر دیا۔ (اور یہ بھی طے کر لیا کہ) جو اس زمین کا

متولی بنے گا وہ بھی اس سے اس شرط پر کھا سکتا ہے کہ وہ اس سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھائے گا۔ بخاری، کتاب الشروط باب الشُّروط فی الوقف، رقم۲۷۳۷

حضرت عمر ؓ کی بے نیازی:

امیر المؤمنین عمر بن خطاب ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے مال دیتے تھے تو میں کہتا تھا: «اَعْطِهِ مَنْ هُوَ اَفْقَرُ اِلَيْهِ مِنِّيْ» کہ یہ اس شخص کو دیجیے جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اسے لے لو جب اس مال میں سے کچھ تمہارے پاس آئے اور تم کو لالچ نہ ہو اور نہ ہی تم نے سوال کیا ہو تو اسے قبول کر لیا کرو اور جو نہ ملے تو اس کے حاصل کرنے کا خیال ہی نہ کرو اور اس کے پیچھے نہ پڑو۔

عمر ؓ نے اپنی بیوی کو چادر نہ دی:

حضرت ثعلبہ بن ابو مالک فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر بن خطاب ؓ نے مدینہ کی عورتوں میں کچھ چادریں تقسیم کی تھیں۔ ایک نہایت عمدہ چادر بچ گئی۔ کسی نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ چادر رسول اللہ ﷺ کی نواسی یعنی ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب کو جو آپ کے نکاح میں ہے دے دیجیے۔ تو سیدنا عمر ؓ نے فرمایا:

« أُمُّ سُلَيْطٍ أَحَقُّ بِهِ وَ أُمُّ سُلَيْطٍ مِنْ نِسَاءِ الْأَنْصَارِ مِمَّنْ بَايَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ »

'' ام سلیط ؓ اس کی زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ انصاری عورت ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی۔ ''

پھر فرمایا:

« فَإِنَّهَا كَانَتْ تَزْفِرُ لَنَا الْقِرَبَ يَوْمَ أُحُدٍ »

'' وہ احد کے دن ہمارے لیے مشکیں بھر بھر کر لایا کرتی تھیں۔ ''

نبی ﷺ سے فضول سوالات اور آداب نبوی کا خیال:

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جب سورج ڈھل گیا تو نبی رحمت ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور ظہر کی نماز ادا کی پھر آپ ﷺ منبر پر چڑھے اور خطبہ دیا اس میں قیامت کا اور اس سے پہلے پیش آنے والے واقعات کا ذکر فرمایا، پھر فرمایا، تم میں سے جو کوئی سوال کرنا چاہے تو کرے اللہ کی قسم تم جو بھی مجھ سے پوچھو گے میں جب تک منبر پر کھڑا ہوں تمھیں بتاؤں گا۔

راوی کہتا ہے کہ لوگوں نے رونا شروع کر دیا اور آپ ﷺ مسلسل فرمائے جا رہے تھے پوچھو پوچھو۔

اتنے میں ایک شخص کھڑا ہو گیا اس نے کہا میں جنت میں جاؤں گا یا جہنم میں؟

آپ ﷺ نے فرمایا تو جہنم میں داخل ہو گا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ کھڑے ہوئے پوچھا یا رسول اللہ! میرا باپ کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا، تیرا باپ حذافہ ہے پھر آپ نے بار بار فرمایا پوچھو پوچھو (اس وقت آپ فضول سوال کرنے کی وجہ سے غصے میں تھے یہ منظر دیکھ کر) حضرت عمر ؓ اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمانے لگے:

> « رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَسُوْلًا »
>
> ''ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے، محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہیں (یعنی جو حکم ان سے ہمیں ملے گا ہم اسے مانیں گے)''

تب آپ ﷺ خاموش ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

> « وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ عُرِضَتْ عَلَيَّ الْجَنَّةُ وَالنَّارُ اٰنِفًا

فِی عُرُضِ هٰذَا الْحَائِطِ»

''اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ! ابھی ابھی جب کہ میں نماز پڑھ رہا تھا، مجھ پر اس دیوار پر جنت اور جہنم پیش کی گئی آج کی طرح میں نے خیر و شر کو (کبھی) نہیں دیکھا۔''

بخاری، کتاب الاعتصام، باب ما یکرہ من کثرة السوال، رقم، ۷۲۹٤

عمر رضی اللہ عنہ، دین کی تعلیم میں حرص:

امیر المؤمنین عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ میں اور ایک انصاری میرا پڑوسی بنی امیہ بن زید (کے محلّہ) میں رہتے تھے اور یہ (مقام) مدینہ کی بلندی پر تھا اور ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس باری باری آیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ آتا تھا اور ایک دن میں۔ جس دن میں آتا تھا اس دن کی خبر یعنی وحی وغیرہ (کے حالات) میں اس کو آکر بتایا کرتا تھا اور جس دن وہ آتا تھا وہ مجھے بتایا کرتا تھا، ایک دن اپنی باری کے دن میرا انصاری دوست (نبی ﷺ کی خدمت میں حاضری دے کر واپس) آیا تو میرے دروازے کو بہت زور سے کھٹکھٹایا اور (میرا نام لے کر) کہا کہ وہ یہاں ہیں؟ میں (ایسی صورتحال سے) ڈر گیا اور اس کے پاس نکل (کر) آیا تو وہ بولا کہ (آج) ایک بڑا واقعہ ہو گیا ہے (یعنی رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے یہ خبر سن کر) میں حفصہ (ام المؤمنین رضی اللہ عنہا) کے پاس گیا تو وہ رو رہی تھیں، میں نے ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے تم لوگوں کو طلاق دے دی ہے؟ وہ بولیں کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور کھڑے ہی کھڑے میں نے عرض کی کہ کیا آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں میں نے (اس وقت نہایت تعجب میں آکر کہا) اللہ اکبر (انصاری کو کیسی غلط فہمی ہوئی ہے؟)

اللہ اور رسول کی اطاعت کا جذبہ

حضرت عمر ؓ پست آواز سے کلام کرتے تھے!

حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ جب بنو تمیم کا ایک قافلہ آیا، حضرت ابوبکر و عمر ؓ میں سے ایک نے اقرع بن حابس کا نام پیش کیا تو دوسرے نے کسی دوسرے شخص کا نام (امارت وغیرہ کے لیے) پیش کیا، حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تمہارا مقصد میری مخالفت ہے لیکن عمر ؓ نے فرمایا، میرا مقصد آپ کی مخالفت نہیں ہے، اس سلسلے میں دونوں کی آوازیں اللہ کے رسول کے سامنے بلند ہونے لگیں تو اللہ احکم الحاکمین نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (الحجرات: ۲)

”اے ایمان والو! تم اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز پر بلند نہ کیا کرو...... کہیں تمہارے اعمال تباہ نہ ہو جائیں۔“

راوی کہتا ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر ؓ اتنی پست آواز سے بات کیا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا (کہ عمر! کیا کہہ رہے ہو؟) بخاری، کتاب التفسیر، باب لا ترفعوا اصواتکم، رقم ٤٨٤٥۔

قرآنی آیت پر عمل کرنے کا عجیب وغریب نمونہ:

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس آئے اور حضرت حر بن قیس، حضرت عمر ؓ کے مقرب لوگوں میں سے (اور حضرت عمر کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے) عمر ؓ کی مجلس مشاورت کے لوگ کچھ نوجوان

اور کچھ ادھیڑ عمر تھے لیکن تھے سب قرآن کے حافظ اور قاری۔ عیینہ نے حضرت حر سے کہا کہ کیا آپ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میرے لیے ملاقات کی اجازت لے سکتے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں آپ کے لیے اجازت لوں گا پھر انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی، عیینہ نے جاتے ہی حضرت عمر سے کہا اے خطاب کے بیٹے! آپ ہمیں نہ کچھ دیتے ہیں اور نہ ہی ہمارے فیصلے انصاف سے کرتے ہو۔ (وہ ابھی اتنا کہہ پایا تھا کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور سزا دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ لیکن حضرت حر بن قیس نے عرض کی امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (نبی کائنات ﷺ) کو حکم فرمایا ہے:

﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَ أْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ﴾

(الاعراف: ۱۹۹)

"آپ معاف کردیا کریں اور بھلائی کا حکم دیتے رہیں اور جاہلوں (کی باتوں) کی پرواہ نہ کیا کریں۔"

امیر المومنین یہ بھی جاہل ہی تو ہے۔

راوی کہتا ہے اللہ کی قسم! جب حضرت حر نے یہ آیت تلاوت کی تو ان کا غصہ کافور ہوگیا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ قرآنی آیات پر فوراً عمل کیا کرتے تھے۔

بخاری، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء، بسنن رسول اللہ ﷺ، رقم: ۷۲۸۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کمال تقویٰ اور دینی غیرت کا بیان:

حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد بزرگوار نے آپ کے والد سے کیا کہا تھا؟، میں نے کہا نہیں تو انھوں نے فرمایا تھا اے ابو موسیٰ کیا آپ کو یہ اچھا لگتا ہے کہ ہمارا اللہ کے

رسول کے ساتھ اسلام قبول کرنا اور ہماری ہجرت اور ہمارا جہاد الغرض آپ کے ساتھ کیے ہوئے اعمال ثابت رہیں اور آپ ﷺ کے بعد جو اعمال ہم نے کیے ان کی وجہ سے ہماری برابر سرابر نجات ہو جائے (یعنی کیے اعمال کی اعلیٰ قسم کی جزا نہ ملے اور غلطیوں کی سزا نہ ملے)

آپ کے والد نے کہا نہیں اللہ کی قسم ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کفار سے جہاد کیا اور نمازیں پڑھیں اور روزے رکھتے رہے اور بے شمار اعمال ہم نے کیے ہیں اس کے علاوہ ہمارے ہاتھوں بہت سے لوگ مسلمان بھی ہوئے ہم ان (اعمال کے ثواب) کی بھی امید رکھتے ہیں

لیکن میرے والد (عمر رضی اللہ عنہ) نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں عمر رضی اللہ عنہ کی جان ہے میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ آپ ﷺ کے ساتھ کیے ہوئے اعمال پورے اور ثابت رہیں اور آپ ﷺ کے بعد والے اعمال سے برابر سرابر نجات پالیں

ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

« اِنَّ اَبَاكَ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ اَبِيْ »

”اللہ کی قسم آپ کے والد (عمر میرے والد (ابو موسیٰ) سے بہتر تھے۔“

بخاری کتاب المناقب باب هجرة النبی ﷺ……رقم: ۳۹۱۵

عمر رضی اللہ عنہ کو خوف ہوا کہ کہیں میرے خلاف قرآن نہ نازل ہو جائے:

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رات کے وقت رسول ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں جا رہے تھے تو انہوں نے آپ ﷺ سے کوئی بات پوچھی لیکن آپ ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا پھر (دوبارہ) پوچھا لیکن پھر بھی آپ ﷺ نے کوئی جواب نہ دیا انہوں نے پھر پوچھا لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا تو سیدنا عمرؓ نے (اپنے آپ سے) کہا اے عمر! تجھے تیری ماں روئے (تو

مر جائے)، تو نے رسول اللہ سے تین بار سوال کیا لیکن آپ نے جواب نہیں دیا پھر میں نے اونٹ کو ایڑ لگائی اور مسلمانوں سے آگے بڑھ گیا، میں ڈر رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں کوئی حکم قرآن نہ آجائے تھوڑی دیر بعد ایک پکارنے والا مجھے پکار رہا تھا، میں اور ڈرا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ اترا ہو۔ پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَیَّ اللَّیْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَیْهِ الشَّمْسُ))

''آج رات مجھ پر ایک ایسی سورت اتری ہے جو مجھے ان تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے۔'' (یعنی پوری دنیا سے بڑھ کر ہے) پھر یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾(سورۃ الفتح: ۱)

''بے شک (اے نبی!) ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلی فتح دی ہے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کا احترام کرتے اور کراتے تھے:

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا مجھے کسی نے کنکری ماری میں نے پلٹ کر دیکھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے فرمایا ان دو آدمیوں کو بلا کر لاؤ میں انہیں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟

انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا

فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ»

”اگر تم مدینے کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا تم اللہ کے رسول ﷺ کی مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہو؟“

بخاری کتاب الصلاۃ باب رفع الصوت فی المسجد……رقم: ٤٧٠

اپنی بیٹی حفصہ کو نبی ﷺ کے احترام کرنے کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم قریش کے لوگ اپنی عورتوں پر حاوی ہوا کرتے تھے لیکن جب ہم مدینے میں آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں ان پر حاوی تھیں ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کا اثر لینا شروع کر دیا ایک دن میں نے اپنی بیوی کو ڈانٹا تو اس نے مجھے میری بات کا جواب دے ڈالا تو مجھے یہ بات ناگوار گزری میری بیوی نے کہا میں نے آپ کو جواب دے دیا ہے تو آپ اس کو کیوں محسوس کر رہے ہیں؟ اللہ کی قسم نبی اکرم ﷺ کی بیویاں جب آپ ﷺ کو جواب دے لیتی ہیں اور آپ ﷺ کی بعض بیویاں پورا پورا دن آپ ﷺ سے بولنا بھی چھوڑ دیتی ہیں (تو میرا جواب دینا کوئی اس سے بڑا ہے؟)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، مجھے اس بات نے تو گھبراہٹ میں ڈال دیا میں نے کہا کہ جو آپ ﷺ کی بیوی ایسا کرتی ہے وہ تو برباد ہو گئی (پھر میں اس بات کی تحقیق کرنے کو چلا) چنانچہ میں نے کپڑے پہنے اور میں اپنی بیٹی حفصہ کے پاس گیا اور اسے کہا اے حفصہ! کیا تم میں سے کوئی نبی ﷺ کو ناراض بھی کر لیتی ہے؟ حتی کہ رات تک ناراض رہتی ہے؟

حفصہ نے کہا ہاں، میں نے کہا کہ وہ عورت تو برباد ہو گئی جو ایسا کرتی ہے کیا اسے اس بات کا ڈر نہیں لگتا کہ کہیں اللہ کے رسول کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے؟ حفصہ ایسا نہ کیا کرو ورنہ تباہ ہو جاؤ گی نبی اکرم ﷺ سے تکرار نہ کیا

کرو اور نہ ہی آپ کی کسی بات کا جواب دیا کرو اور نہ ہی ان سے ناراضگی کیا کرو اگر کوئی تمہارا مسئلہ ہو تو مجھ سے سوال کرنا (اللہ کے نبی ﷺ کو پریشان نہ کرنا) دیکھو کہیں تمہاری سوکن (عائشہ) کا معاملہ تجھے فریب میں مبتلا نہ کر دے وہ تجھ سے خوبرو اور اللہ کے نبی ﷺ کو زیادہ پیاری ہیں (اس لیے ان کا مقام حاصل کرنے کے لیے آخرت نہ برباد کر لینا) بخاری، كتاب المظالم، باب الغرفة والعلية، رقم، ٢٤٦٨۔

عبداللہ بن ابی منافق کی گردن اڑا دینے کی اجازت چاہی:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں، کہ ہم ایک جنگ پر گئے ہوئے تھے کہ ایک مہاجر نے انصاری (کی دبر پر) لات مار دی تو انصاری نے انصار کو آواز دی اور مہاجر نے مہاجرین کو بلایا قومیت کی بنیاد پر لڑائی کا ماحول پیدا ہو گیا) یہ معاملہ نبی ﷺ کے علم میں آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ جاہلیت کی پکار کہاں سے آ گئی، لوگوں نے آپ ﷺ کو ساری بات بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا، یہ حرکت گندی ہے اسے چھوڑ دو۔

جب اس واقعے کا علم عبداللہ بن ابی کو ہوا تو اس نے کہا کیا مہاجرین نے ایسا کرنے کی جرأت کی ہے؟ اللہ کی قسم! اگر ہم مدینے میں واپس پہنچے ہم (نعوذ باللہ) ان ذلیل لوگوں کو مدینے سے نکال باہر کریں گے، اس بات کا نبی ﷺ کو علم ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

« دَعْنِي أَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ »

”یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن اڑا دیتا ہوں۔“

تو نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

« دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ أَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ أَصْحَابَهُ »

> ”اسے چھوڑ دو کہیں لوگ یہ نہ کہنے لگیں، کہ محمد ﷺ تو اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں۔“

راوی کہتا ہے کہ ابتداء میں تو مہاجرین تھوڑے تھے لیکن بعد میں مہاجرین زیادہ ہو گئے۔ بخاري، كتاب التفسير، سورة منافقون، رقم: ٤٩٠٥

کسریٰ پر حملہ عمر ؓ نے کروا دیا:

امیر المؤمنین عمر بن خطاب ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو بھیجا تاکہ وہ مشرکوں سے لڑیں۔ چنانچہ (مدائن کا حاکم) ہرمزان مسلمان ہو گیا تو سیدنا عمر ؓ نے اس سے کہا کہ میں تیری رائے لینا چاہتا ہوں کہ پہلے ان (تین) مقاموں (فارس، اصبہان اور آذربائیجان) میں سے کہاں کہاں سے لڑائی شروع کی جائے؟۔ ہرمزان نے کہا کہ ہاں اس کی مثال اور مسلمانوں کے دشمنوں کی مثال جو یہاں رہتے ہیں، اس پرندے کی طرح ہے جس کا ایک سر، دو بازو ہوں اگر اس کا ایک بازو توڑ دیا جائے تو اس کے دو پاؤں اور ایک بازو اور سر کھڑے ہو جائیں گے اور اگر دوسرا بازو بھی توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں اور سر کھڑا ہو جائے گا اور اگر سر توڑ دیا جائے تو دونوں پاؤں اور بازو اور سر سب بیکار ہو جائیں گے چنانچہ سر کسریٰ (شاہ ایران) ہے اور ایک بازو قیصر (شاہ روم) ہے اور دوسرا بازو فارس ہے۔ لہذا آپ مسلمانوں کو حکم دیجئے کہ کسریٰ پر حملہ کریں، تب سیدنا عمر ؓ نے ہمیں بلا لیا اور نعمان بن مقرن ؓ کو ہم پر امیر مقرر کیا، جب ہم دشمن کے ملک میں پہنچے اور کسریٰ کا عامل چالیس ہزار فوج لے کر ہمارے سامنے آیا۔ اس کا ایک ترجمان کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی مجھ سے گفتگو کرے۔ سیدنا مغیرہ ؓ نے کہا جو تیرا جی چاہے پوچھ۔ اس نے کہا تم کون لوگ ہو؟ سیدنا مغیرہ ؓ نے کہا ہم عرب کے لوگ ہیں، ہم سخت بدبختی اور سخت مصیبت میں تھے، مارے بھوک کے

چمڑے اور کھجور کی گھٹلیوں کو چوسا کرتے تھے اور ہم چمڑے اور بال کی پوشاک پہنتے تھے اور درختوں اور پتھروں کی عبادت کیا کرتے تھے، ہم اسی حال میں تھے کہ اچانک آسمانوں کے مالک اور زمینوں کے مالک نے ہماری طرف ایک نبی ﷺ ہماری قوم میں سے بھیجا، جن کے ماں باپ کو ہم جانتے تھے، ہمارے نبی، ہمارے رب کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے لڑیں، یہاں تک کہ تم ایک اللہ کی عبادت کرو یا جزیہ دو اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کا یہ پیغام پہنچایا کہ جو شخص ہم میں مقتول ہوگا وہ جنت میں ایسے آرام میں جائے گا کہ جس کی کوئی مثال نہیں ہے اور جو شخص ہم میں سے باقی رہے گا وہ تمہاری گردنوں کا مالک ہو جائے گا (سیدنا مغیرہ ؓ نے یہ گفتگو مکمل کر کے سیدنا نعمان ؓ سے کہا تم تو اکثر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے اور تمہیں کچھ ندامت و ذلت نہیں ہوئی (یعنی شکست نہیں ہوئی اس کے باوجود آپ کو جنگ کا قاعدہ معلوم نہیں؟) مگر میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک جنگ ہوا آپ ﷺ جنگ شروع کرتے تو انتظار فرماتے، یہاں تک کہ ہوائیں چلنے لگتیں اور نماز کا وقت آجاتا، اس وقت جنگ کرتے تھے۔

حضرت عمر ؓ نے نبی ﷺ کی قرابت کا احترام کیا:

حضرت مالک بن اوس فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ کے پاس ان کا دربان یرفا آیا اور کہا کہ حضرت عثمان. عبدالرحمن بن عوف. زبیر اور سعد ؓ آپ کے پاس آنا چاہ رہے ہیں کیا آپ انہیں آنے کی اجازت دیں گے؟ عمر ؓ نے فرمایا ہاں انہیں آنے دو تھوڑی دیر بعد دربان نے آ کر کہا کہ حضرت عباس اور علی ؓ بھی آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں انہیں آنے کی اجازت ہے؟ عمر ؓ نے فرمایا ہاں جب یہ دونوں آئے تو حضرت عباس نے فرمایا اے امیر المومنین ہمارا دونوں کا فیصلہ فرما دیں۔

(راوی کہتا ہے کہ) ان دونوں کا آپس میں بنو نضیر سے حاصل شدہ مال فے

میں اختلاف تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس کو برا بھلا کہا تو پہلے موجود صحابہ کہنے لگے امیرالمومنین ان کا فیصلہ فرما دیجیے اور ایک کو دوسرے سے آزاد کیجیے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذرا ٹھہرو (آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا) میں تمہیں اس اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا تم کو یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

«لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ»

کہ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے ہمارا ترکہ وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا؟ صحابہ نے کہا ہاں پھر عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عباس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا کہ تمہیں بھی میں اللہ کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں کہ واقعی یہ بات آپ ﷺ نے فرمائی تھی؟ انہوں نے بھی کہا ہاں عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب اس معاملے میں میری بات سنو!

اللہ تعالیٰ نے مال فے میں اپنے رسول کو خاص کر دیا اس میں سے کسی اور کو کچھ بھی نہیں دیا اللہ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ﴾ (الحشر: ٦)

"اللہ نے جو مال بطور فے اپنے رسول کو دیا جس کے لئے تم نے گھوڑے اور دوسری سواریاں نہیں دوڑائیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔"

یہ (بنو نضیر کے مال) خاص رسول اللہ ﷺ کے لئے تھے پھر رسول اللہ نے مال

فے میں سے کچھ تم کو بھی دیا اور تم میں تقسیم کر دیا حتی کہ یہ مال (جس میں جھگڑا کر رہے ہو) بچ گیا رسول اللہ ﷺ اس مال میں سے اپنے اہل کے لئے سال کا خرچ نکال لیتے تھے بقیہ مال وہاں خرچ کرتے تھے جہاں اللہ کا مال خرچ ہوتا ہے (یعنی جہادی امور اور مسلمانوں کی بہتری اور بہبود کے لئے) آپ ﷺ اپنی زندگی میں اس طرح کرتے رہے پھر جب آپ ﷺ کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ کے نبی ﷺ کا وارث اور متولی ہوں اور وہ مال اپنے قبضے میں کر لیا اور اس کو اس طرح لگاتے رہے جیسے اللہ کے نبی صرف کیا کرتے تھے۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عباس اور علی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ گواہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں سچے نیکوکار اور بھلائی کرنے والے اور حق کے پیروکار تھے پھر ابوبکر کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر کا میں والی وارث بن گیا اور اپنی حکومت کے دو برس میں میں نے اسی طرح کیا جیسے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے اللہ جانتا ہے کہ میں بھی اس سلسلے میں سچا اور نیکی اور بھلائی کرنے والا اور حق کا پیروکار تھا۔

پھر تم دونوں میرے پاس آ گئے تم دونوں کی بات ایک اور تمہارا معاملہ ایک تھا اے عباس آپ بھی میرے پاس آئے تھے میں نے تم دونوں سے کہا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے وہ ورثے میں تقسیم نہیں ہوتا۔

پھر میرے خیال میں آیا کہ وہ مال تمہاری نگرانی میں دے دوں میں نے تم دونوں سے کہا کہ اگر تم چاہو تو وعدہ کرو کہ تم اسے اس طرح صرف کیا کرو گے جیسے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور میں صرف کیا کرتے تھے اگر ایسا نہیں کر سکتے ہو تو پھر آئندہ مجھ سے اس سلسلے میں بات نہ کرنا تب تم نے کہا کہ وہ مال ہمارے حوالے کر دو

اور تم نے وعدہ بھی کر لیا پھر وہ مال میں نے تمہارے حوالے کر دیا لیکن پھر بھی تم مجھ سے اس کے علاوہ کسی دوسرے فیصلے کی امید رکھتے ہو؟

مجھے اس اللہ کی قسم جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں میں قیامت تک کوئی دوسرا فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر تم اس سے اب بھی عاجز ہو گئے ہو تو پھر وہ مال مجھے واپس کر دو میں تمہارا معاملہ اپنے ذمے لے لیتا ہوں۔

(بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر......رقم:٤٠٣٣)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خواب میں مرغ نے ٹھونگیں ماریں:

حضرت معدان بن ابی طلحہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا خطبے میں نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر کا ذکر کیا اور فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماری ہیں اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری موت قریب ہے اور کئی لوگ مجھے مشورہ دیتے ہیں کہ میں اپنا خلیفہ مقرر کروں حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع نہیں کرے گا اور نہ ہی محمد ﷺ کی شریعت کو ضائع کرے گا اگر میری وفات جلدی ہو گئی تو پھر خلافت ان لوگوں کے مشورے سے بنائی جائے جن سے اللہ کے نبی ﷺ وفات کے وقت راضی تھے یعنی عثمان علی طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص اور عبدالرحمٰن بن عوف (آپ نے حضرت سعید کو مجلس شوریٰ میں نہ شامل کیا کیونکہ وہ ان کے بہنوئی تھے)

عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کی پیش گوئی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ اور ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم احد پہاڑ پر چڑھے تو احد پہاڑ حرکت کرنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اُثْبُتْ اُحُدُ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّ صِدِّيْقٌ وَّ شَهِيْدَانِ »

”اے احد ٹھہر جا (حرکت نہ کر کیونکہ) تجھ پر ایک اللہ کا نبی اور ایک صدیق (ابوبکر) اور دو شہید (عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما) ہیں۔“

بخاری کتاب المناقب فضائل ابوبکر، رقم: ۳۶۷۵

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملے کے بعد ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تسلی دینا:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تو وہ درد محسوس کرنے لگے (یعنی جیسے انسان کی فطرت میں ہے کہ درد کے وقت دکھ بھری آواز نکالتا ہے آپ رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کر رہے تھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے امیر المومنین آپ بے صبری کا مظاہرہ کر رہے ہیں؟ حالانکہ آپ نے تو نبی ﷺ کے ساتھ وقت گزارا اور آپ نے بہت اچھا وقت گزارا پھر جب آپ ﷺ کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ آپ سے راضی تھے) پھر آپ نے حضرت ابوبکر کے ساتھ وقت گزارا تو بہت اچھا وقت گزارا پھر جب ان کا انتقال ہوا تو وہ بھی آپ سے راضی تھے پھر آپ نے نبی ﷺ اور ابوبکر کے (مسلمان) ساتھیوں کے ساتھ وقت گزارا ان کے ساتھ بھی بہت اچھا وقت بسر کیا جب ان کا انتقال ہوا تو وہ بھی آپ سے راضی تھے (اس لیے آپ صبر سے کام لیں آپ کسی قسم کا فکر نہ کریں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ اور ابوبکر کے ساتھ اچھا وقت گزارنا یہ اللہ کا مجھ پر خاص احسان تھا۔

باقی رہی میری بے صبری تو وہ آپ کی اور آپؓ کی ساتھیوں کی وجہ سے ہے (یعنی معلوم نہیں کہ میرے بعد تم پر خلیفہ کون اور کیسا شخص بنتا ہے؟ یا یہ مقصد ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ فتنوں کے سامنے ڈھال تھے ان کے بعد فتنوں کا ظہور ہوگا عمر رضی اللہ عنہ فکر کر رہے تھے کہ ان لوگوں کا کیا بنے گا؟) اللہ کی قسم اگر میرے پاس زمین کی بھرائی کے برابر سونا ہو تو اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے میں سارا سونا خرچ کر دوں گا۔

(بخاری، کتاب المناقب فضائل عمر، رقم: ۳۶۹۲)

حضرت عمر کی شہادت کا واقعہ:

حضرت عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینے میں ان کی وفات سے چند دن پہلے دیکھا تھا جب کہ وہ حضرت حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف کے پاس کھڑے پوچھ رہے تھے کہ تم نے کیا کیا ہے؟ کہیں تم نے لوگوں پر ان کی طاقت سے بڑھ کر کوئی ٹیکس وغیرہ تو نہیں لگا دیا؟

دونوں نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں ہم نے ان کی طاقت سے بڑھ کر ان پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھنا کہیں طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال دیا ہو؟ انھوں نے پھر بھی یہی کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے سلامت رکھا تو میں عراق کی بیوہ عورتوں کو ایسا خوش حال کر دوں گا کہ وہ میرے بعد کسی شخص کی محتاج نہیں رہیں گی لیکن چار دن ہی گزرے تھے کہ انھیں شہید کر دیا گیا (رضی اللہ عنہ)۔

جس صبح کو آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا اس وقت میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان صرف حضرت ابن عباس تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ جب بھی دو صفوں کے درمیان گزرتے تو فرماتے تھے اِسْتَوُوْا کہ برابر اور سیدھے ہو کر کھڑے ہو جاؤ حتیٰ کہ جب صفوں کے درمیان کوئی خالی جگہ نہ دیکھتے (یعنی صفیں درست ہو جاتیں تو) آپ مصلے پر چلے جاتے اور اللہ اکبر کہتے تھے اور بعض اوقات آپ رضی اللہ عنہ سورہ یوسف اور سورہ نحل اور اس طرح کی سورتیں پہلی رکعت میں تلاوت فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ لوگ جماعت میں شامل ہو جایا کرتے تھے لیکن (حادثے والے دن) ابھی انھوں نے تکبیر ہی کہی تھی کہ میں نے ان سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے۔

«قَتَلَنِيَ الْکَلْبُ» ......یا فرمایا...... «اَکَلَنِيَ الْکَلْبُ»

’’مجھے کتے نے قتل کر دیا یا فرمایا کہ مجھے کتے نے کاٹ کھایا ہے۔‘‘

اب مجرم دو دھارا چھرا لے کر بھاگا وہ دائیں بائیں جس پر گزرتا تھا اسے چھرا مار دیتا حتی کہ اس نے تیرہ شخصوں کو نشانہ بنایا جن میں سے سات شہید ہو گئے تھے جب یہ منظر ایک مسلمان نے دیکھا تو اس نے مجرم پر بھاری کپڑا ڈال دیا جب مجرم کو معلوم ہوا کہ وہ گرفتار کر لیا گیا ہے تو اس نے خودکشی کر لی۔

اس صورت حال میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف کا ہاتھ پکڑا (جو کہ ان کے پیچھے کھڑے ہوئے تھے) اور انھیں امام بنا دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے جو لوگ کھڑے تھے وہ تو وہ سارا منظر دیکھ اور سن رہے تھے جو میں دیکھ رہا تھا لیکن مسجد کے اطراف میں جو لوگ کھڑے تھے ان کو اس معاملے کا علم نہیں تھا ان کو جب عمر رضی اللہ عنہ کی آواز نہ سنائی دی تو وہ سبحان اللہ کہنے لگے:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مختصر نماز پڑھائی جب انھوں نے سلام پھیرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ دیکھو میرا قاتل کون ہے؟ (مسلمان ہے یا کافر؟) ابن عباس تھوڑا گھوم پھر کر جائزہ لے کر آئے اور فرمایا کہ آپ کو حضرت مغیرہ کے غلام (ابولؤلؤ مجوسی) نے قتل کیا ہے عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ جو کاریگر تھا؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہاں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اس (غلام) کو ہلاک کرے میں نے تو اسے اچھائی کا حکم دیا تھا (آخر اس نے یہ حرکت کیوں کی؟) پھر فرمایا:

« اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ مِیْتَتِیْ بِیَدِ رَجُلٍ یَدَّعِی الْاِسْلَامَ »

’’تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری موت کسی مسلمان کے ہاتھوں نہیں بنائی۔‘‘

پھر فرمایا: ابن عباس! آپ اور آپ کے والد محترم کو یہ بات اچھی لگتی تھی کہ کفار (مزدور) زیادہ ہو جائیں۔

(راوی کہتے ہیں کہ) حضرت عباس کے پاس بہت غلام تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے کہ اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم ان غلاموں کو قتل کر ڈالتے ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو کیونکہ اب تو وہ تمھاری زبان بولنے لگے اور تمھارے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور تمھاری طرح حج کرتے ہیں (اب انھیں کیسے قتل کیا جا سکتا ہے؟)

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر ان کے گھر پر لایا گیا ہم بھی آپ کے ساتھ چلے گئے ایسا لگتا تھا کہ لوگوں کو آج سے پہلے کوئی مصیبت ہی نہیں پہنچی تھی (بس آج ہی انھیں مصیبت پہنچی ہے) کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ ٹھیک ہو جائیں گے لیکن کچھ کہہ رہے تھے کہ ان کا بچنا مشکل ہے پھر نبیذ لایا گیا انھوں نے وہ پیا لیکن وہ پیٹ سے نکل گیا پھر دودھ لایا گیا وہ پیا تو وہ بھی پیٹ کے زخم سے نکل گیا تب لوگوں نے جان لیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نہیں بچیں گے پھر ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور دوسرے لوگ بھی آگئے جو عمر رضی اللہ عنہ کی تعریفیں کر رہے تھے اتنے میں ایک نوجوان آیا اور اس نے کہا امیر المومنین آپ اس بات پر خوش ہو جائیں کہ آپ نبی کریم ﷺ کے صحابی ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ آپ اسلام میں پہلے پہلے داخل ہونے والے (لوگوں میں سے) ہیں پھر آپ جب خلیفہ بنے تو آپ نے انصاف کیا پھر اب شہادت بھی حاصل ہو گئی (آپ تو کئی سعادتوں سے فیض یاب ہوئے ہیں) لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب کچھ برابر ہو جائے (یعنی نہ مجھے حساب دینا پڑ جائے اور نہ ہی مجھے بہت بڑا مقام ملے)

جب وہ جوان واپس جانے کے لیے مڑا تو عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اس کی چادر

گھسٹ رہی تھی تو فرمایا کہ اس نوجوان کو میرے پاس لے آؤ (جب وہ آ گیا تو) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھتیجے! اپنا کپڑا (ٹخنوں سے) اٹھا کر رکھا کرو اس طرح تمھارا کپڑا بھی صاف رہے گا اور دوسرا رب کا خوف بھی حاصل ہوگا۔

پھر فرمایا عبد اللہ بن عمر! ذرا دیکھو کہ مجھ پر قرض کتنا ہے جب انھوں حساب لگایا تو تقریباً چھیاسی ہزار (درہم قرض ان کے ذمے) تھا تو فرمایا کہ میری آل کا مال یہ قرض اتار دے تو ٹھیک ورنہ بنی عدی بن کعب سے کہنا کہ وہ ادا کریں اگر بنی عدی کے مال بھی قرض نہ اتار سکیں تو پھر قریش سے مطالبہ کرنا ان کے علاوہ کسی سے معاونت نہ طلب کرنا اور میرا یہ قرض ادا کر دینا۔

اب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتے ہیں دیکھو امیر المومنین نہ کہنا کیونکہ اب میں امیر المومنین نہیں ہوں پھر ان سے کہنا کہ عمر رضی اللہ عنہ آپ سے اس بات کی اجازت چاہتے ہیں کہ وہ اپنے دو ساتھی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن ہونا چاہ رہے ہیں۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما گئے اور سلام کہا اور اندر جانے کی اجازت چاہی اجازت ملنے پر اندر چلے گئے ابن عمر رضی اللہ عنہما انھیں دیکھا کہ وہ (عمر رضی اللہ عنہ کے غم میں) بیٹھی رو رہی تھیں انھوں نے جا کر عرض کیا کہ آپ کو عمر رضی اللہ عنہ سلام کہہ رہے ہیں اور وہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔

تو عائشہ نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لیے ہی منتخب کی ہوئی تھی لیکن آج میں اپنے مقابلے میں عمر رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتی ہوں جب ابن عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آ گئے ہیں تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انھیں میرے پاس لے آؤ پھر ایک شخص نے عمر رضی اللہ عنہ کو پیچھے سے ٹیک لگائی عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا سناؤ کیا ہوا؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے امیر المومنین جو آپ چاہتے تھے وہی ہوا ہے

عائشہ ؓ نے اجازت دے دی ہے تو عمر ؓ نے فرمایا: ”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ“ میرے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز اہم نہیں تھی اب جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے (حجرہ مبارک کے پاس) اٹھا کر لے جانا۔ حضرت عائشہ سے سلام کہنا اور پھر کہنا کہ عمر ؓ آپ سے اجازت چاہتے ہیں اگر دوبارہ اجازت دے دیں تو مجھے حجرے میں لے جانا ورنہ مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا اتنے میں ام المومنین حضرت حفصہ ؓ اور کچھ دوسری خواتین تشریف لے آئیں جب ہم نے انھیں دیکھا تو ہم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے وہ ان کے پاس آئیں اور کچھ دیر ان کے پاس روتی رہیں پھر مردوں نے آنے کی اجازت مانگی تو وہ اندر چلی گئیں لیکن ان کے رونے کی آواز اندر سے سنائی دے رہی تھی۔

لوگوں نے کہا امیر المومنین! اپنا خلیفہ مقرر کر دیجیے تو عمر ؓ نے فرمایا کہ خلافت کا زیادہ مستحق میں ان لوگوں سے کسی کو نہیں سمجھتا کہ جب اللہ کے نبی ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ ان لوگوں سے راضی تھے پھر عمر ؓ نے ان کے نام لیے علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف۔

ساتھ یہ بھی فرمایا کہ تمھارے پاس (میرا بیٹا) ابن عمر بھی آئے گا (وہ مجلس شوریٰ میں تو ہوں گے) لیکن خلافت میں ان کا کوئی حق نہیں ہے اگر خلافت سعد کو مل جائے تو ٹھیک ہو گا (وہ واقعی خلافت کے مستحق ہیں) ورنہ.......... کیونکہ میں نے انھیں (کوفہ کی گورنری سے) اس لیے معزول نہیں کیا تھا کہ وہ (گورنری چلانے سے) عاجز تھے یا وہ خیانت کار تھے۔ (بلکہ یہ حکومتی مصلحتوں کے تحت کیا تھا)

پھر فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفے کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اولین مہاجرین کے حقوق کا خیال رکھے اور ان کی حرمتوں کی حفاظت کرے اور میں انصار کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں جنھوں نے پہلے سے ایمان اور مدینے میں گھر بنایا کہ

وہ نیک و کار انصار کو قبولیت دے اور غلطی کرنے والوں کو معاف کرے اور میں دوسرے ممالک کے لوگوں کے متعلق وصیت کرتا ہوں کہ ان سے بھلائی کا سلوک کرے کیونکہ وہ دین اسلام کے مدد گار ہیں اور مال جمع کرنے والے اور دشمن کے لیے غیظ وغضب کا باعث ہیں اور ان سے ان کے وہ بچے ہوئے مال لے جو وہ اپنی خوشی سے دیں اور اعراب کے متعلق بھی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے امراء مال لیے جائیں اور ان کے فقراء کو دیے جائیں اور میں یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذمے کی حفاظت کرے (یعنی ذمیوں کو تنگ نہ کرے) بلکہ ان سے کیا گیا عہد پورا کرے اور ان کے تحفظ کے لیے لڑائی کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ انھیں تکلیف نہ دی جائے۔

جب حضرت عمر ؓ کی وفات ہو گئی تو ہم ان (کی چارپائی لے کر) باہر نکلے (جب ان کی میت کو حجرہ نبوی کے پاس لایا گیا تو) عبد اللہ بن عمر ؓ نے سلام کہا اور اجازت طلب کی تو حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ انھیں حجرے میں داخل کر دو چنانچہ انھیں اندر ان کے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن کر دیا گیا جب ان کی تدفین سے فراغت ہو گئی تو وہ لوگ جمع ہو گئے (جن کے نام عمر ؓ نے لیے تھے) حضرت عبد الرحمٰن نے کہا کہ اپنا معاملہ تین شخصوں کے حوالے کر دو تو حضرت زبیر نے فرمایا کہ میں اپنا معاملہ علی ؓ کے ذمہ میں کرتا ہوں طلحہ نے فرمایا کہ میں اپنا معاملہ عثمان ؓ کے ذمہ لگاتا ہوں اور سعد نے فرمایا کہ میں اپنا معاملہ عبد الرحمٰن بن عوف کے ذمہ لگاتا ہوں۔ عبد الرحمٰن نے فرمایا کہ تم دونوں میں سے جو خلافت سے بری ہو جائے……

عبد الرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ تم معاملہ میرے سپرد کرو گے تو اللہ کی قسم میں تم دونوں میں سے افضل کو ہی منتخب کروں گا؟ تو انھوں نے کہا ہاں پھر عبد الرحمٰن نے ان میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا آپ نبی کریم ﷺ کے قریبی ہیں اور پہلے اسلام

قبول کیا تھا اللہ آپ پر گواہ ہے اگر میں آپ کو امیر مقرر کر لیتا ہوں تو آپ انصاف کریں گے اگر میں عثمان کو امیر مقرر کر دیتا ہوں تو آپ بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے پھر دوسرے کو بھی اسی طرح کہا جب عبدالرحمٰن نے ان سے پختہ وعدہ لے لیا تو فرمایا اے عثمان اپنا ہاتھ لاؤ پھر انھوں نے عثمان کی بیعت کی پھر علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کی پھر اہل مدینہ داخل ہوئے انھوں نے بھی عثمان کی بیعت کی۔

بخاری، فضائل الصحابة باب قصة البيعة والاتفاق، رقم: ٣٧٠٠

عمر رضی اللہ عنہ کی نعش قبر میں کئی برس بعد بھی سلامت تھی:

حضرت ہشام بن عروۃ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ کے حجرہ مبارک کی دیوار خلیفہ ولید بن عبدالملک کے دور میں گر گئی پھر لوگ اسے تعمیر کرنے لگے تو انہوں گھٹنے تک ایک قدم دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ یہ نبی ﷺ کا قدم مبارک ہے وہ یہ دیکھ کر گھبرا گئے (لوگوں نے معلوم کرنا چاہا کہ کوئی یہ بتائے کہ یہ قدم نبی ﷺ کا ہے یا ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما کا) لیکن ایسا کوئی شخص نہ مل سکا جو یہ بتا سکے کہ یہ کس کا قدم ہے لیکن حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے پہچان کر انہیں بتا دیا کہ نبی ﷺ کا نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔

بخاری کتاب الجنائز باب ما جاء فی قبر النبی ﷺ و ابی بکر" رقم: ٣٠٩)

* * *

تذکرہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آزمائشیں آئیں:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اپنے گھر پر وضوء کیا اور میں نے کہا کہ آج میں پورا دن نبی ﷺ کے ساتھ گزاروں گا چنانچہ میں مسجد نبوی میں آ گیا اور نبی ﷺ کے متعلق پوچھا لوگوں نے کہا کہ آپ ﷺ اس طرف کو نکلے ہیں میں آپ ﷺ کے قدموں کو دیکھتے ہوئے آپ ﷺ کے پیچھے نکل پڑا اور ہر ملنے والے سے آپ ﷺ کے متعلق دریافت کرتا چلا گیا حتی کہ آپ ﷺ اریس نامی کنویں کے (احاطے میں) پہنچ گئے۔

میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ کھجور کی چھڑیوں کا بنا ہوا تھا آپ ﷺ نے اپنی ضرورت پوری کی اور وضو کیا اور میں بھی آپ ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور آپ ﷺ اریس کنویں کے چبوترے کے درمیان بیٹھ گئے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا ہٹا لیا اور انھیں کنویں میں لٹکا دیا۔

میں نے جا کر آپ ﷺ کو سلام عرض کیا پھر واپس دروازے پر جا بیٹھا اور (دل میں) کہا آج میں نبی ﷺ کا دربان بنوں گا۔

اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے دروازے کو دھکا دیا میں نے کہا کون ہے؟

انھوں نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوں میں نے کہا: تھوڑی دیر ٹھہرو پھر میں نے کہا یا رسول اللہ! حضرت ابوبکر اجازت مانگتے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِئْذَنْ لَهٗ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ »

"انھیں اندر آنے کی اجازت کے ساتھ ساتھ جنت کی بشارت بھی دو۔"

چنانچہ میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اندر چلے آؤ اور آپ ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دے رہے ہیں۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور نبی ﷺ کی دائیں طرف (کنویں کے) چبوترے پر بیٹھ گئے اور انھوں نے بھی اپنی ٹانگیں کنویں میں لٹکا دیں اور نبی ﷺ کی طرح اپنی پنڈلیاں ننگی کر دیں۔

پھر میں دروازے کی طرف لوٹ آیا اور میں اپنے بھائی کو چھوڑ آیا تھا کہ وہ وضو کر کے میرے پاس آ جائے گا تو میں نے (دل میں) کہا اگر اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو وہ اسے یہاں لائے گا (تا کہ اسے بھی جنت کی بشارت مل جائے) اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو دروازے کو ہلا رہا تھا میں نے دریافت کیا کون ہے؟ اس نے کہا میں عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) ہوں میں نے کہا تھوڑا ٹھہرو پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا سلام کیا اور عرض کی کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (اندر آنے کی) اجازت مانگ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: انھیں اجازت دے دو اور ساتھ جنت کی بشارت بھی سنا دو۔

چنانچہ میں نے آ کر ان سے کہا اندر آ جاؤ اور نبی کریم ﷺ آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں اب وہ بھی اندر آ گئے اور نبی ﷺ کی بائیں طرف کنویں میں ٹانگیں لٹکائیں اور پنڈلیاں ننگی کر دیں پھر میں دروازے پر آ بیٹھا اور اپنے بھائی کے متعلق باغ میں آنے کی خواہش کی۔

پھر ایک اور شخص آ گیا جو دروازے کو ہلا رہا تھا میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہوں میں نے کہا ٹھہرو اور میں نبی ﷺ کے پاس چلا آیا اور

آپ ﷺ کو خبر دی (کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے ہیں)

آپ ﷺ نے فرمایا:

«اِئْذَنْ لَهُ وَ بَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلٰى بَلْوٰى تُصِيبُهُ»

"انھیں اجازت کے ساتھ جنت کی بشارت دو لیکن انھیں مصیبت پہنچے گی۔" (اور اس پر صبر کرنے کے بعد جنت ملے گی)

میں نے آ کر ان سے کہا اندر آ جاؤ اور نبی ﷺ نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے لیکن آپ کو بہت بڑی مصیبت بھی پہنچے گی۔

(ایک روایت میں ہے کہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر الحمد للہ کہا اور فرمایا:

«اَللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ»

"کہ اللہ ہی مدد کرے گا۔"

پھر عثمان رضی اللہ عنہ اندر آئے جب کہ چبوترہ پر ہو چکا تھا تو نبی ﷺ کے سامنے دوسری طرف (چبوترے پر) بیٹھ گئے۔ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (بیٹھنے کی اس کیفیت) سے مراد ان کی قبریں ہیں (ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے دائیں بائیں جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ سے الگ مدفون ہیں)

(بخاری کتاب المناقب، قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا کا ذیلی باب رقم: ٦١٤)

فائدہ= حضرت عثمان جہاد میں اپنا مال لٹانے والے تھے اور مسجد نبوی کی جگہ اور بئر معونہ نامی میٹھا کنواں خرید کر وقف کیا لیکن انھیں ظالموں نے صرف خلافت سے نہ ہٹایا بلکہ بے دردی سے شہید کر دیا۔ (رضی اللہ عنہ)

حضرت عثمان پر ایک حاسد کے اعتراضات:

حضرت عثمان بن موہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مصری شخص حج پر آیا اس نے کچھ لوگوں کو بیٹھا ہوا دکھا تو اس نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ

قریشی لوگ ہیں اس نے پوچھا کہ ان کا سربراہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا ان کے سربراہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

اس شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں آپ سے کوئی بات پوچھنا چاہتا ہوں آپ اس کا جواب دیں آپ یہ بتائیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ جنگ احد کے دن حضرت عثمان بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہاں صحیح بات ہے اس نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔

اس نے پھر پوچھا کہ عثمان (رضی اللہ عنہ) بیعت رضوان میں بھی شامل نہیں تھے؟ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہاں بات اس طرح ہے۔

اس شخص نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا (یعنی وہ خوش تھا کہ میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے نقائص کی تصدیق حضرت ابن عمر جیسے جلیل القدر صحابی سے کرالی ہے) لیکن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا کہ ذرا ادھر آؤ میں آپ کو ان چیزوں کی اصل حقیقت بتاتا ہوں۔

پھر انھوں نے فرمایا جہاں تک جنگ احد سے عثمان رضی اللہ عنہ کے بھاگنے کا معاملہ ہے تو تو گواہ ہو جا کہ اللہ نے وہ قصور ان کو معاف فرما دیا تھا۔ اور جنگ بدر سے اس لیے پیچھے رہ گئے تھے کہ نبی ﷺ کی بیٹی جو کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں وہ بیمار تھیں نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان سے فرمایا تھا کہ تم گھر پر ان کی دیکھ بھال کرو آپ کو بدر کے مجاہدین کے برابر ثواب ملے گا اور مال غنیمت میں سے بھی آپ کو حصہ ملے گا (اس لیے وہ نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل میں پیچھے رہ گئے تھے)

باقی رہا بیعت رضوان میں ان کا پیچھے رہ جانا تو اس کا یہ جواب ہے کہ اگر مکہ کے علاقے میں جانے کے لیے حضرت عثمان سے زیادہ معزز و موزوں شخص کوئی ہوتا تو

آپ ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بجائے اس کو (مکہ والوں سے گفتگو کرنے کے لیے) بھیج دیتے (لیکن حضرت عثمان سے زیادہ موزوں شخص کوئی نہیں تھا اس لیے) آپ ﷺ نے حضرت عثمان کو بھیجا تھا اور بیعت رضوان تو حضرت عثمان کے مکہ چلے جانے کے بعد ہوئی تھی (اس کے باوجود جب صحابہ بیعت کر چکے تو) آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ مبارک اٹھایا اور فرمایا دیکھو یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر آپ ﷺ نے دایاں ہاتھ اپنے بائیں پر رکھا اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے۔ (یعنی حضرت عثمان اگرچہ بیعت میں شریک نہیں تھے لیکن آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ عثمان کا ہاتھ قرار دے کر اپنے بائیں پر رکھا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت لی) پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا کہ اپنے اعتراضات کے ساتھ یہ جوابات بھی لے جاؤ۔

بخاري، كتاب المناقب فضائل عثمان، رقم: ٣٦٩٩

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمن کو بددعا دی:

حضرت سعد بن عبیدہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور حضرت عثمان کے بارے میں دریافت کیا (کہ وہ کیسے انسان تھے؟) تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ان کے اچھے کردار اور خوبیوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ شاید یہ باتیں تجھے ناگوار ہوں گی؟ اس نے کہا ہاں تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«اَرْغَمَ اللّٰهُ بِاَنْفِكَ»

”اللہ تجھے ذلیل کرے چلا جا میرے خلاف تو جو کچھ کر سکتا ہے جا کر لے۔“

بخاري، كتاب المناقب، فضائل علي رضي الله عنه، رقم: ٣٧٠٤

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی وسیع ظرفی:

حضرت عدی بن خیار فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان کے مکان کا گھیراؤ کیا

گیا تھا اس وقت میں حضرت عثمان کے پاس گیا اور کہا کہ آپ عام لوگوں کے امام ہیں آپ تو محاصرے میں ہیں جبکہ نماز تو ہمیں فتنے باز لیڈر پڑھاتا ہے ہم (اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں) (گناہ سمجھتے ہیں اس کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں؟)

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« اَلصَّلٰوةُ اَحْسَنُ مَا يَعْمَلُ النَّاسُ فَاِذَا اَحْسَنَ النَّاسُ فَاَحْسِنْ مَعَهُمْ وَاِذَا اَسَاؤُوا فَاجْتَنِبْ اِسَاءَ تَهُمْ »

”نماز لوگوں کا سب سے زیادہ اچھا عمل ہے جب لوگ نیکی کریں تو ان کے ساتھ نیکی کرو اور جب وہ غلط کام کریں تو ان جیسے بدعمل سے بچ کر رہو (یعنی ان کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرو)“

بخاری کتاب الاذان باب اِمَامَةِ الْمَفْتُوْنِ والمبتدع ،رقم: ٦٩٥

* * *

تذکرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں نبی ﷺ نے لعاب مبارک لگایا:

حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خیبر کی جنگ کے موقع پر آنکھوں میں تکلیف تھی اور جنگ فتح نہیں ہو رہی تھی تو ایک دن) نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص دونگا جس کے ہاتھوں پر اللہ خیبر کو فتح کر دے گا (ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا) اب لوگ رات کو اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے رہے کہ دیکھو کل کس کو جھنڈا ملتا ہے صبح کے وقت صحابہ رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے ہر ایک کو امید تھی کہ جھنڈا اسے ملے گا (کیونکہ وہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے تھے) لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا علی (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ان کی تو آنکھیں خراب ہیں آپ ﷺ نے فرمایا انھیں بلا کر لاؤ جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگایا اور ان کے لیے دعا بھی کی تو وہ بالکل تندرست ہو گئے ایسا لگتا تھا کہ ان کو کوئی تکلیف ہی نہیں تھی آپ ﷺ نے جھنڈا انھیں پکڑا دیا، علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، یا رسول اللہ! کیا ان سے اس وقت تک لڑوں جب تک وہ ہماری طرح (مسلمان نہ) ہو جائیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آہستہ آہستہ چلتے جاؤ حتی کہ ان کے علاقے میں پہنچ جاؤ پھر انھیں اسلام کی دعوت دو اور ان پر اللہ کے جو حقوق ہیں ان کے متعلق انھیں آگاہ کرو اللہ کی قسم! اگر آپ کے ذریعے ایک شخص کو بھی اللہ ہدایت کر دے تو یہ آپ کے لیے سرخ اونٹوں کے مل جانے سے کہیں

بہتر ہوگا (ایک روایت میں ہے کہ پھر اللہ نے ان کے ہاتھوں پر خیبر کو فتح کرا دیا)

بخاری، کتاب المناقب، باب فضائل علی؛......رقم: ۳۷۰۱-۳۷۰۲

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب کا نام دیا گیا:

حضرت ابو حازم فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد کے پاس آیا اور کہا کہ مدینہ کا امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر کے پاس (غلط نام سے) ذکر کرتا ہے حضرت سہل نے پوچھا کہ کیا کہتا ہے؟ اس شخص نے کہا کہ وہ حضرت علی کو ابو تراب (مٹی والا) کا نام دیتا ہے تو حضرت سہل یہ سن کر ہنس دیے اور فرمایا اللہ کی قسم! ان کا یہ نام تو خود نبی کریم ﷺ نے رکھا تھا اور حضرت علی کو بھی یہ نام بہت ہی پسند تھا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت سہل سے اس نام کا پس منظر پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کے پاس گئے پھر وہ (ناراض ہو کر گھر سے) نکلے اور جا کر مسجد میں لیٹ گئے نبی ﷺ حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ فاطمہ! تمھارے چچا کے بیٹے (علی رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ انھوں نے فرمایا وہ مسجد میں ہیں آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کی کمر سے چادر ہٹ چکی تھی اور کمر پر مٹی لگی ہوئی تھی آپ ﷺ ان کی کمر سے مٹی بھی جھاڑتے جا رہے تھے اور دو بار فرمایا:

« اِجلِسْ یَا اَبَا تُرَابٍ »

”اے ابو تراب (مٹی والے) اٹھ بیٹھو“

بخاری، کتاب المناقب فضائل علی رضی اللہ عنہ ......رقم: ۳۷۰۳

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تین قابل رشک فضیلتیں:

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت سعد کو

حضرت معاویہ نے کسی علاقے کا گورنر مقرر فرمایا اور ان سے پوچھا کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ تو انھوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے حق میں تین باتیں فرمائی تھیں (جو اتنی عظیم تھیں کہ) اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے حاصل ہو جائے تو مجھے بہترین اونٹوں سے بہتر لگے گی اس لیے میں انھیں ہرگز برا بھلا نہیں کہوں گا۔

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ میں جا رہے تھے اور مدینے میں اپنا جانشین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنایا تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ! آپ مجھے (مدینے میں) عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

« اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِیْ »

”کیا آپ کو یہ پسند نہیں ہے کہ آپ کی اور ہماری مثال حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام والی ہو؟ (کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر چلے گئے اور اپنا نائب حضرت ہارون کو چھوڑ گئے تھے ہاں یہ اور بات ہے کہ حضرت موسیٰ کا جانشین ہارون نبی تھا لیکن) میرے بعد نبوت کا سلسلہ نہیں چلے گا۔“

۲۔ اور خیبر کے موقع پر (جب کئی دن تک فتح نہ ہوئی تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (کل) ایسے شخص کو سپہ سالاری کا جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہوں گے۔ (اس کے ہاتھوں جنگ فتح ہو گی) حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ہم نے (اس منصب کے حصول کے لیے) حرص کیا (کہ ہمیں مل جائے لیکن) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت علی کو بلا کر لاؤ جب انھیں لایا گیا تو ان کی آنکھیں خراب تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگایا (وہ تندرست ہو گئے

پھر) آپ ﷺ نے انھیں جھنڈا پکڑا دیا (اور وہ روانہ ہو گئے) پھر اللہ نے ان کے ہاتھوں ہی خیبر کو فتح کرا دیا۔

۳۔ جب آیت (مباہلہ) نازل ہوئی:

﴿ نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَاءَ كُمْ ﴾ (آل عمران: ٦١)

"ہم اپنے اور تمھارے بیٹوں کو اور اپنی اور تمہاری عورتوں کو بلا لیتے ہیں......"

تو آپ ﷺ نے اس موقع پر حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلِی »

"اے اللہ میرا اہل تو یہی ہیں۔"

مسلم، کتاب المناقب، باب فضائل علی رضی اللّٰہ عنہ، رقم......

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو گا اور اللہ اس کے ہاتھوں پر جنگ فتح فرمائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

« مَا اَحْبَبْتُ الْاِمَارَةَ اِلَّا يَوْمَئِذٍ فَتَسَاوَرْتُ لَهَا رَجَاءَ اَنْ اُدْعٰى لَهَا »

"میں نے امیر بننا صرف اسی دن پسند کیا تھا اس لیے میں اوپر کو ہوتا تھا یہ امید کرتے ہوئے کہ مجھے بلا لیا جائے گا۔"

لیکن آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور جھنڈا انھیں پکڑا دیا اور فرمایا کہ تم چلے جاؤ اور مڑ کر پیچھے کو نہ دیکھنا حتی کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہاتھوں فتح فرما دے حضرت علی تھوڑا چلے اور پھر رک گئے اور پیچھے کی طرف مڑے بغیر بلند آواز سے بولے یا

رسول اللہ میں ان سے کس چیز پر جنگ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا آپ ان سے لڑتے رہنا حتی کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جب وہ یہ کرلیں تب وہ اپنے خون اور اپنے مال تجھ سے محفوظ کرلیں گے مگر اسلام کے حق کے ساتھ (یعنی اگر وہ اسلام کی حق تلفی کریں گے تب ان کے جان و مال محفوظ نہیں ہونگے اور اگر وہ اسلام سے مخلص نہ ہوں گے تو) ان کا حساب اللہ پر ہوگا (تم نے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے انھیں مسلمان سمجھنا ہے)

مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل علی رضی اللہ عنہ......رقم: ٦٢٢٠

حضرت سہل ؓ نے حضرت علی ؓ کو گالی دینے سے انکار کردیا:

حضرت سہل بن سعد ؓ فرماتے ہیں کہ مروان کی اولاد میں سے ایک شخص مدینہ منورہ کا گورنر بنایا گیا اس نے حضرت سہل بن سعد کو بلایا پھر انھیں کہا کہ وہ حضرت علی کو گالیاں دیں لیکن حضرت سہل نے صاف انکار کردیا گورنر نے کہا (کہ اگر تم علی کا نام لے کر گالی نہیں دیتے تو پھر آپ یوں کہو:

«لَعَنَ اللّٰهُ اَبَا التُّرَابِ»

"ابوتراب (یعنی علی ؓ) پر اللہ لعنت کرے۔" (نعوذ باللہ)

حضرت سہل ؓ نے فرمایا

«مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اِسْمٌ اَحَبُّ اِلَيْهِ مِنْ اَبِي التُّرَابِ»

"حضرت علی کو ابوتراب نام بہت پسند تھا (جب انھیں اس نام سے پکارا جاتا تھا تو وہ بہت خوش ہوتے تھے)"

راوی نے عرض کی کہ آپ ہمیں اس نام کا پس منظر تو بتائیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت سہل سے اس نام کا پس منظر پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ ایک دن

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ کے پاس گئے پھر وہ (ناراض ہو کر گھر سے) نکلے اور جا کر مسجد میں لیٹ گئے نبی ﷺ حضرت فاطمہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ فاطمہ! تمھارے چچا کے بیٹے (علی رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں؟ انھوں نے فرمایا وہ مسجد میں ہیں آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ان کی کمر سے چادر ہٹ چکی تھی اور کمر پر مٹی لگی ہوئی تھی آپ ﷺ ان کی کمر سے مٹی بھی جھاڑتے جا رہے تھے اور دو بار فرمایا:

« اِجْلِسْ یَا اَبَا تُرَابٍ »

"اے ابوتراب (مٹی والے) اٹھ بیٹھو"

بخاری، کتاب المناقب فضائل علی رضی اللّٰه عنه رقم:٣٧٠٣

* * *

تذکرہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام:

ایک دن نبی کائنات ﷺ صفا پہاڑی کے پاس بیٹھے تھے کہ ابوجہل آیا اس نے آپ ﷺ کو تکلیف دہ باتیں کیں آپ ﷺ نے اسے کچھ بھی نہ کہا لیکن اس کمبخت نے پتھر اٹھا کر آپ ﷺ کے سر مبارک میں دے مارا اور آپ ﷺ کو زخمی کر دیا پھر وہ کعبۃ اللہ میں قریش کے لوگوں کے ساتھ جا بیٹھا۔

عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی کمان لیے شکار سے واپس آئے لونڈی نے ابوجہل کا یہ سارا واقعہ انھیں سنا دیا۔ حضرت حمزہ غصہ سے بھڑک اٹھے۔ آپ بہادر اور طاقت ور شخص تھے یہ سنتے ہی ابوجہل کی مرمت کا خیال دل میں لیے کعبۃ اللہ میں گئے تو ابوجہل وہاں بیٹھا ہوا تھا آپ نے اسے للکارا اے چوتڑوں پر خوشبو لگانے والے بزدل تو میرے بھتیجے کو گالیاں دیتا ہے؟ سن لے میں بھی اس کا دین اختیار کر چکا ہوں پھر کمان سے اس کی خوب خبر لی اور اس کا سر زخمی کر دیا۔ اس پر ابوجہل کے خاندان بنو مخزوم اور حضرت حمزہ کے خاندان بنو ہاشم کے لوگ ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے کھڑے ہوگئے لیکن ابوجہل نے یہ کہہ کر انھیں خاموش کرا دیا کہ حضرت حمزہ کو جانے دو کیونکہ اس کے بھتیجے (محمد) پر میں نے زیادتی کی تھی۔ پھر حضرت حمزہ نے نبی کائنات ﷺ کے پاس جا کر حقیقی اور سچا اسلام قبول کر لیا۔ (الرحیق المختوم)

حمزہ رضی اللہ عنہ نے شراب پی کر علی رضی اللہ عنہ کی اونٹنیاں کاٹ ڈالیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے مال غنیمت میں سے مجھے ایک اونٹنی

ملی ایک اور اونٹنی آپ ﷺ نے مجھے خمس میں سے بھی دی جب فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پروگرام بنا تو بنوقینقاع کے ایک سنارے کے ساتھ پروگرام طے کر لیا کہ ہم جنگل سے جا کر اذخر گھاس لائیں گے اور سناروں کے ہاں فروخت کریں گے تا کہ دعوت ولیمہ کا خرچ بن آئے میں نے اپنی اونٹنیاں ایک انصاری شخص کے گھر کے پاس بٹھا دیں اور میں خود اونٹنیوں کے پالان . رسیاں اور بورے لینے کے لئے چلا گیا جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ میری اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹی جا چکی تھیں اور ان کے پیٹ پھاڑ کر ان کے کلیجے نکال لیے گئے تھے۔

میں نے یہ منظر دیکھا تو « فَلَمْ اَمْلِكْ عَيْنَيَّ » ”میں اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکا۔“ (اور رونے لگا) میں نے پوچھا کہ یہ حال کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب نے کیا ہے اور وہ انصاری کے اس گھر میں بیٹھے ہیں ان کے ساتھ ان کے دوست بھی ہیں جو شراب پی رہے ہیں (اس وقت تک شراب حرام نہیں تھی) وہاں ایک عورت گا رہی تھی اور اس گانے میں ایک گیت یہ تھا: ” يَاحَمْزُ لِشُّرُفِ النَّوٰی“ دیکھو حمزہ موٹی موٹی اونٹنیاں (بیٹھی ہیں ان کے پیٹ پھاڑ ڈالو) حمزہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو دوڑے اور تلوار پکڑی اور علی رضی اللہ عنہ کی اونٹنیوں کی کوہانیں کاٹ ڈالیں اور پیٹ پھاڑ کر ان کے کلیجے نکال لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ شکایت لے کر نبی کائنات ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ کے پاس حضرت زید بن حارثہ بھی موجود تھے آپ ﷺ میری پریشانی کو جان گئے پوچھا علی کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا:

« يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَارَأَيْتُ كَالْيَوْمِ عَدَا حَمْزَةُ عَلٰى نَاقَتَيَّ...... »

اللہ کے رسول آج جیسا مشکل دن میں نے کبھی نہیں دیکھا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میری اونٹنیوں پر حملہ آور ہوئے اور ان کی کوہانیں کاٹ ڈالیں اور ان کے پیٹ پھاڑ دیے ہیں اور اس وقت وہ شراب پینے والے لوگوں کے جھرمٹ میں فلاں گھر میں

بیٹھے ہیں یہ سن کر نبی اکرم ﷺ نے اوپر لینے کے لئے چادر منگوائی اسے اوڑھا اور چل پڑے میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چل دیا زید بن حارثہ بھی ہمارے ساتھ جس گھر میں حمزہ رضی اللہ عنہ موجود تھے وہاں آپ ﷺ پہنچے اجازت مانگی آپ ﷺ کو اجازت مل گئی آپ ﷺ نے اندر جاکر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنی شروع کی کہ یہ نقصان کیوں کیا؟ ادھر حمزہ رضی اللہ عنہ نشے میں مست تھے ان کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں حمزہ رضی اللہ عنہ نے پہلے اپنی نظر آپ ﷺ کے گھٹنوں تک بلند کی پھر آپ ﷺ کے چہرے پہ نظر کی پھر فرمانے لگے:

«هَلْ اَنْتُمْ اِلَّا عَبِيْدٌ لِاَبِيْ» ”تم تو میرے باپ کے غلام ہو۔“

حضرت محمد ﷺ سمجھ گئے کہ ابھی یہ نشے میں ہیں (ان کو نصیحت کرنا فضول ہے) پھر آپ ﷺ الٹے پاؤں مڑے اور گھر سے باہر نکل گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ باہر آ گئے۔

بخاری کتاب المغازی باب شهود الملائکته بدراً اکاذیلی باب......رقم:٤٠٠٣

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت.

حضرت عمرو بن امیہ ضمری فرماتے ہیں کہ میں عبید اللہ بن عدی بن خیار کے ساتھ حمص میں گیا۔ عبید اللہ نے کہا کہ ہم حضرت وحشی کے پاس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پوچھنے نہ چلیں؟ میں نے کہا، چلو پوچھ لیتے ہیں، حضرت وحشی حمص میں ہی رہائش پذیر تھے ہم نے ان کے متعلق لوگوں سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ وہ دیکھو اپنے محل کے سائے میں بیٹھے ہیں وہ مشک کی طرح (موٹے تازے) تھے ہم ان کے پاس گئے اور ان کو جا کر سلام کیا انھوں نے ہمیں جواب دیا۔ عبید اللہ نے اپنے سر اور چہرے پر پگڑی لپیٹی ہوئی تھی وحشی رضی اللہ عنہ کو عبید اللہ کی صرف آنکھیں اور پاؤں نظر آ رہے تھے۔ عبید اللہ نے کہا اے وحشی مجھے پہچانا ہے؟ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف نظر کی اور کہا نہیں اللہ کی قسم مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ عدی بن خیار

(یعنی عبیداللہ کے باپ) نے ام قتال بنت ابو العیص سے شادی کی تھی اس سے ایک بچہ مکے میں پیدا ہوا تھا اس بچے کے لیے دودھ پلانے والی خاتون کی تلاش میں بچے کی ماں کے ساتھ نکلا تھا اس بچے کے پاؤں اس طرح تھے جس طرح کہ تمہارے ہیں (یعنی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ عبیداللہ کو پہچان گئے)

پھر عبیداللہ نے اپنے چہرے سے کپڑا ہٹا دیا اور کہا کیا تم ہمیں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال نہیں بتاؤ گے؟ انھوں نے کہا ہاں (کیوں نہ بتاؤں گا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قصہ یوں ہے) کہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ نے بدر کے دن طعیمہ بن عدی بن خیار کو قتل کیا تھا، مجھ سے میرے آقا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تو میرے چچا کے عوض حمزہ رضی اللہ عنہ کو مار ڈالے تو تو آزاد ہوگا۔ جب قریش کے لوگ کوہ عینین کی لڑائی کے سال نکلے اور عینین احد کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ احد کے اور اس کے درمیان ایک نالہ پڑتا ہے۔ اس وقت میں بھی لڑنے والوں کے ساتھ نکلا۔ جب لوگ لڑائی کے لیے صفیں باندھ چکے تھے، تو سباع (بن عبدالعزی) نے (صف سے) نکل کر کہا کہ کیا کوئی میرے مقابلے میں آنے والا ہے؟ حضرت وحشی فرماتے ہیں کہ سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابل نکل کر کہا: اے سباع! عورتوں کے ختنے کرنے والی خاتون ام انمار کے بیٹے!

«اَتُحَادُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ»

”کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے؟“

پھر انہوں نے سباع پر زبردست حملہ کیا اور سباع گزشتہ کل کی طرح مٹ گیا، پھر میں حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لئے ایک پتھر کی آڑ میں گھات لگا کر بیٹھ گیا، جب وہ میرے قریب آئے تو میں نے اپنا نیزہ مارا، وہ ان کو زیر ناف پر ایسا لگا کہ وہ ان کے دونوں سرینوں سے پار ہوگیا۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی ان کا معاملہ

تھا پھر جب سب قریش مکہ میں واپس آئے تو میں بھی ان کے ساتھ واپس آ کر مکہ میں مقیم ہو گیا۔ جب (فتح مکہ کے بعد) مکہ میں بھی اسلام پھیل گیا تو میں طائف چلا گیا۔ جب طائف والوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف (اسلام قبول کرنے کے لیے) قاصد بھیجے تو مجھ سے کہا گیا کہ آپ ﷺ قاصدوں کو کچھ نہیں کہتے۔ میں قاصدوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا گیا۔ آپ ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا: کیا وحشی تو ہی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت حمزہ کو تو نے ہی شہید کیا تھا؟ میں نے عرض کی جی ہاں۔ جیسے آپ سے لوگوں نے بیان کیا، بات اسی طرح ہی ہے (یعنی میں نے اپنے آقا کے حکم سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو مارا تھا) آپ نے فرمایا:

«فَهَلْ تَسْتَطِيعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّي»

''کیا تو مجھ سے اپنا چہرہ چھپا سکتا ہے؟''

وحشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں (آپ ﷺ کے پاس سے اٹھ کر) باہر آ گیا۔ رسول اللہ کی وفات کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا تو میں نے سوچا کہ میں بھی مسیلمہ کی طرف جاؤں، شاید مسیلمہ کو مار کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ اتار سکوں۔ چنانچہ میں (ان) لوگوں کے ساتھ (جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روانہ کیے تھے) نکلا اور مسیلمہ کے ساتھ ایک بڑی جماعت تھی حضرت وحشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ مسیلمہ ایک دیوار کے شگاف میں کھڑا تھا ایسا لگتا تھا، گویا کہ خاکستری رنگ کا اونٹ ہے اور پریشان، پراگندہ اور بکھرے بالوں والا تھا میں نے وہی نیزہ (جس سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا) اس کی چھاتی کے درمیان دے مارا اور وہ اس کے دونوں کندھوں کے آر پار کر دیا۔ پھر مسیلمہ کی طرف ایک انصاری نے دوڑ کر اس کی کھوپڑی پر تلوار مار کر اس کی گردن جدا کر دی۔ (کتاب المغازی، باب قتل حمزہ: ۴۰۷۲)

* * *

تذکرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل

ازواجِ مطہرات دنیا کے مقابلے میں آخرت کی طلبگار تھیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا کہ آپ اپنی بیویوں کو (آپ ﷺ کے پاس رہنے یا نہ رہنے کا) اختیار دیں تو آپ ﷺ پہلے میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں تم سے ایک چیز کا ذکر کرتا ہوں اس میں تم جلد بازی نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ لے کر ہی کوئی فیصلہ کرنا۔ نبی ﷺ کو تو معلوم ہی تھا کہ میرے والدین آپ ﷺ سے جدائی کا کبھی مشورہ نہیں دے سکتے۔

پھر نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا .... ﴾ (الاحزاب: ۲۸ تا ۲۹)

"اے نبی (ﷺ)! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمھیں کچھ دے دیتا ہوں اور تمھیں اچھائی کے ساتھ رخصت کر دیتا ہوں اور اگر تمھاری چاہت اللہ اور رسول اور آخرت کا گھر ہے تو یقین مانو کہ تم میں سے نیک کام کرنے والیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس سلسلے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کس لیے کروں میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہوں۔ پھر

دوسری ازواج مطہرات نے بھی وہی کہا جو میں کہہ چکی تھی۔

بخاری، کتاب التفسیر سورہ احزاب، رقم: ٤٧٨٦

شادی سے پہلے جبریئل کا عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر ریشمی کپڑے میں لانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا اے عائشہ (تم سے شادی ہونے سے پہلے) دوبار خواب میں میرے پاس فرشتہ آتا تھا اور تجھے ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لاتا رہا اور مجھ سے کہتا کہ یہ آپ ﷺ کی (آئندہ زمانے میں) ہونے والی بیوی ہے پھر میں کپڑا ہٹاتا تو اس میں تو ہوتی تھی تو میں کہہ دیتا اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو ہوکر رہے گا۔ (بخاری التعبیر: باب ثیاب الحریر فی المنام: ٧٠١٢)

عائشہ رضی اللہ عنہا گڑیوں سے کھیلا کرتی تھیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں (شادی کے بعد) نبی ﷺ کے پاس گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی میرے پاس میری سہیلیاں آکر کھیلا کرتی تھیں (جب نبی ﷺ میرے پاس تشریف لاتے) تو وہ بھاگ جایا کرتی تھیں لیکن آپ ﷺ انھیں واپس بلا لیتے تھے۔ (بخاری الادب، باب الانبساط الی الناس: ٦١٣٠)

حضرت عائشہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی صلح کے بعد چالیس غلام آزاد کردیے:

حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت عائشہ کے ہاں نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بعد تمام لوگوں سے زیادہ پیارے تھے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تمام لوگوں سے زیادہ حسن سلوک کیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو چیز بھی آیا کرتی تھی وہ صدقہ کردیا کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنے ہاتھوں پر کچھ کنٹرول کرنا چاہیے۔

جب حضرت عائشہ ؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انھوں نے قسم کھالی کہ وہ حضرت عبداللہ بن زبیر سے کلام نہیں کریں گی۔

حضرت عبد اللہ بن زبیر قریش کے کچھ افراد اور خصوصاً نبی ﷺ کے ننھیال میں سے کچھ افراد کو سفارشی بنا کر حضرت عائشہ ؓ کے پاس لے گئے لیکن عائشہ نے صلح کرنے سے انکار کر دیا۔

سفارشیوں میں سے عبد الرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث اور مسور بن مخرمہ ؓ بھی تھے سفارشیوں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ جب ہم عائشہ ؓ سے اجازت لے لیں تو آپ اندر چھپ جانا (پھر ہم بات کریں گے) چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا (پھر ان کی صلح ہو گئی تو) حضرت عبد اللہ نے عائشہ ؓ کے پاس دس غلام بھیجے عائشہ ؓ نے انھیں بھی آزاد کر دیا اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً غلام آزاد کرتی رہیں حتی کہ چالیس غلام آزاد کیے۔

بخاری، کتاب المناقب باب مناقب قریش......رقم: ۳۵۰۵

حضرت عائشہ ؓ کو جبرائیل ؑ کا سلام:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن نبی کائنات ﷺ نے فرمایا

«یَا عَائِشُ هٰذَا جِبْرِیْلُ یُقْرِءُكِ السَّلَامَ»

"اے عائشہ یہ جبریل آئے ہیں تجھے سلام پیش کر رہے ہیں۔"

میں نے کہا:

«وَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَتُهٗ»

"یا رسول اللہ آپ جو چیز دیکھ رہے ہیں میں دیکھتی تو نہیں۔" (لیکن مجھے آپ پر ایمان ہے) آپ انھیں میرا بھی سلام پیش کریں۔

(مناقب الصحابة، فضل عائش رضی الله عنها: ۳۷۶۸)

حضرت عائشہ ؓ کامل ایمان والی خاتون تھیں:

حضرت ابوموسیٰ ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿كَمُلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَّ لَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَ اٰسِيَةُ اِمْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ»

”مردوں میں سے تو بہت لوگ کامل (ایمان) والے ہو گزرے ہیں لیکن عورتوں میں سے صرف مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل (ایمان والی) ہوئیں اور حضرت عائشہ کی تمام عورتوں پر اس طرح کی فضیلت ہے جس طرح کہ تمام کھانوں پر ثرید کے کھانے کو فضیلت حاصل ہے۔“

(بخاری فضائل الصحابة، باب فضائل عائشة: ٣٧٦٩)

عائشہ ؓ پر بہتان اور عرش بریں سے ان کی پاکیزگی کا اعلان:

مومنوں کی ماں جناب رسول کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ ؓ پر جب منافقوں نے بہتان باندھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں سورۂ نور نازل فرما کر ان کی پاکیزگی کا اعلان فرمادیا۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت عائشہ ؓ نے خود بیان فرمائی ...... ہم اس واقعہ کو مولانا عبدالرحمان کیلانی ؒ کی ”تیسیر القرآن“ کے حوالے سے بیان کر رہے ہیں:

سیدہ عائشہ ؓ بتلاتی ہیں کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب آپ سفر پر جاتے تو اپنی بیویوں کے نام قرعہ ڈالتے۔ قرعہ میں جس بی بی کے نام قرعہ نکلتا اسے آپ ﷺ ساتھ لے جاتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ایک غزوہ (بنی مصطلق) میں قر ڈالا جو میرے نام نکلا۔ پس میں آپ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوگئی اور یہ واقعہ حجاب کے

حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ میں ایک ہودج میں سوار رہتی اور جب اترتی تو ہودج سمیت اتار لی جاتی۔ ہم اس طرح سفر کرتے رہے، جب آپ ﷺ اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور سفر سے لوٹے تو ہم لوگ مدینہ کے نزدیک آن پہنچے۔ ایک رات کوچ کا حکم ہوا، یہ حکم سن کر میں اٹھی اور پیدل چل کر لشکر سے دور نکل گئی۔ جب حاجت سے فارغ ہوئی تو لشکر کی طرف آنے لگی تو مجھے معلوم ہوا کہ ظفار کے نگینوں کا ہار (جو میرے گلے میں تھا) ٹوٹ کر گر چکا ہے۔ میں اسے ڈھونڈنے لگی اور اسے ڈھونڈنے میں دیر لگ گئی۔ اتنے میں وہ لوگ جو میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر لادا کرتے تھے انھوں نے ہودج اٹھایا اور میرے اونٹ پر لاد دیا۔ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ میں ہودج میں موجود ہوں گی کیونکہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں، ان پر گوشت اور وہ بھاری بھرکم نہیں ہوتی تھیں اور تھوڑا سا کھانا کھایا کرتی تھیں۔ لہٰذا ان لوگوں نے جب ہودج اٹھایا تو اس کے ہلکے پن کا ان کو کوئی خیال نہ آیا۔ علاوہ ازیں میں ان دنوں ایک کمسن لڑکی تھی۔ خیر وہ ہودج اونٹ پر لاد کر چل دیے۔

لشکر کے روانہ ہونے کے بعد میرا ہار (جو اونٹ کے نیچے آ گیا تھا) مجھے مل گیا میں اسی ٹھکانے کی طرف چلی گئی جہاں رات کو اترے تھے، دیکھا تو وہاں نہ کوئی پکارنے والا ہے اور نہ جواب دینے والا (سب جا چکے ہیں) میں نے ارادہ کیا کہ اپنے ٹھکانے پر چلی جاؤں۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ جب وہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو اسی جگہ تلاش کرنے آئیں گے۔ میں وہاں بیٹھی رہی، نیند نے غلبہ کیا اور میں سو گئی۔ لشکر کے پیچھے پیچھے (گرے پڑے سامان کی خبر رکھنے کے لیے) صفوان بن معطل سلمی ؓ مقرر تھے۔ وہ پچھلی رات چلے اور صبح میرے ٹھکانے کے قریب پہنچے اور دور سے کسی انسان کو سوتے ہوئے دیکھا، پھر میرے قریب آئے تو مجھے پہچان لیا کیونکہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ جب انھوں نے مجھے پہچان کر

«اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ» پڑھا تو میں بیدار ہو گئی اور اپنی چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اللہ کی قسم! انھوں نے نہ مجھ سے کوئی بات کی اور نہ میں نے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کے سوا کوئی بات سنی۔ انھوں نے اپنی سواری بٹھائی اور اس کا پاؤں اپنے ہاتھ سے دبائے رکھا تو میں اس پر سوار ہو گئی۔ وہ پیدل چلتے رہے اور اونٹنی کو چلاتے رہے تا آنکہ ہم لشکر سے اس وقت جا ملے جب وہ عین دوپہر کو گرمی کی شدت کی وجہ سے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ اور جن لوگوں کی قسمت میں تباہی لکھی تھی وہ تباہ ہوئے۔ اس تہمت کو سب سے زیادہ پھیلانے والا عبداللہ بن ابی ابن سلول (رئیس المنافقین) تھا۔ خیر ہم لوگ مدینہ پہنچے، وہاں پہنچ کر میں بیمار ہو گئی اور مہینہ بھر بیمار رہی۔ لوگ تہمت لگانے والوں کی باتوں کا چرچا کرتے رہے اور مجھے خبر تک نہ ہوئی البتہ ایک بات سے مجھے وہم سا پیدا ہوا۔ وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کی وہ مہربانی جو بیماری کی حالت میں مجھ پر ہوا کرتی تھی وہ اس بیماری میں نہیں پائی تھی۔ آپ تشریف لاتے، السلام علیک کہتے پھر یہ پوچھ کر کہ اب طبیعت کیسی ہے چل دیتے۔ اس بات سے مجھے کچھ شک تو پڑتا مگر کسی بات کی خبر نہ تھی۔

بیماری سے کچھ افاقہ ہوا اور ابھی کمزور ہی تھی کہ مناصع کی طرف گئی۔ مسطح کی ماں (سلمٰی) میرے ساتھ تھی۔ ہم لوگ ہر رات کو وہاں رفع حاجت کے لیے جایا کرتے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اپنے گھروں کے نزدیک ہم بیت الخلاء نہیں بنایا کرتے تھے بلکہ اگلے زمانہ کے عربوں کی طرح رفع حاجت کے لیے جنگل میں جایا کرتے۔ کیونکہ گھروں کے قریب بیت الخلاء بنانے سے بدبو ہمیں تکلیف دیتی تھی۔ خیر میں اور مسطح کی ماں جو ابورہم بن عبد مناف کی بیٹی تھی اور اس کی ماں صخر بن عامر کی بیٹی، ابوبکر صدیق کی خالہ تھی۔ اسی کا بیٹا مسطح تھا۔ رفع حاجت سے فراغت کے بعد ہم دونوں گھر کو آ رہی تھیں کہ مسطح کی ماں کا پاؤں چادر میں الجھ کر پھسلا تو وہ

کہنے لگی: ''مسطح ہلاک ہو۔'' میں نے اسے کہا: ''کیا کہتی ہو؟ کیا تم ایسے شخص کو کوستی ہو جو بدر میں شریک تھا؟'' وہ کہنے لگی: ''اے بھولی لڑکی! کیا تم نے وہ کچھ بھی سنا جو وہ کہتا ہے؟'' پوچھا: ''کیا کہتا ہے؟'' تب اس نے تہمت لگانے والوں کی باتیں مجھ سے بیان کیں تو میری بیماری میں مزید اضافہ ہو گیا۔ جب میں گھر پہنچی تو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور سلام کے بعد پوچھا: ''اب طبیعت کیسی ہے؟'' میں نے کہا: ''آپ مجھے اجازت دیجیے، میں اپنے والدین کے ہاں جانا چاہتی ہوں۔'' میرا مطلب یہ تھا کہ ان سے اس خبر کی تحقیق کروں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دے دی تو میں اپنے والدین کے ہاں آگئی۔ میں نے اپنی ماں سے کہا: ''امی! یہ لوگ (میری نسبت) کیا فضول باتیں بنا رہے ہیں؟'' اس نے کہا: ''بیٹی! اتنا رنج نہ کرو، اللہ کی قسم! اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کسی مرد کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہوتی ہے اور وہ اس سے محبت کرتا ہے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو سوکنیں بہت کچھ کرتی رہتی ہیں۔'' میں نے کہا: ''سبحان اللہ! لوگوں نے اس کا چرچا بھی کر دیا ہے؟'' چنانچہ میں ساری رات روتی رہی، صبح ہو گئی مگر نہ میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ مجھے نیند آتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی ؓ اور اسامہ بن زید ؓ کو بلایا کیونکہ وحی اترنے میں دیر ہو رہی تھی اور آپ ﷺ اس سلسلہ میں ان سے مشورہ چاہتے تھے۔

چنانچہ اسامہ بن زید ؓ نے آپ ﷺ کو وہی مشورہ دیا جو وہ جانتے تھے کہ عائشہ ایسی ناپاک باتوں سے پاک ہے اور اسامہ ؓ کو آپ ﷺ کی بیویوں سے محبت تھی، انھوں نے صاف کہہ دیا کہ عائشہ پاکدامن اور بے قصور ہیں۔ اور سیدنا علی بن ابی طالب نے کہا: ''یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر تنگی نہیں کرے گا، عائشہ ؓ کے علاوہ اور بھی بہت عورتیں ہیں اور اگر آپ ﷺ بریرہ ؓ سے پوچھیں تو وہ آپ کو ٹھیک بتا دیں گی۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے بریرہ ؓ کو بلایا اور اس سے پوچھا: ''کیا تم نے کوئی ایسی بات بھی دیکھی ہے کہ عائشہ کے متعلق تمھیں کچھ شک

ہو؟'' بریرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں: ''اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا! میں نے ایسی کوئی بات نہیں دیکھی۔ ہاں میں اس میں ایک بات دیکھتی ہوں اور اس سے چشم پوشی کر جاتی ہوں اور وہ یہ کہ وہ ابھی کم سن بچی ہے، آٹا گندھا پڑا چھوڑ کر سو جاتی ہے اور بکری آ کر آٹا کھا جاتی ہے۔''

میرا وہ دن بھی رونے دھونے میں گزرا اور میں مسلسل دو دن سے رو رہی تھی۔ نہ میرے آنسو تھمتے اور نہ نیند آتی۔ میرے والدین سمجھے کہ رو رو کر میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ پھر ایسا ہوا کہ میرے والدین پاس بیٹھے تھے اور میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت مانگی، میں نے اجازت دی تو وہ بھی میرے ساتھ رونے لگی۔ اسی حالت میں آپ ﷺ تشریف لائے، سلام کیا، پھر بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے جب سے مجھ پر تہمت لگی تھی آپ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ آپ انتظار کرتے رہے مگر وحی نہ آئی۔

آپ ﷺ نے بیٹھ کر تشہد (خطبہ) پڑھا، پھر فرمایا: ''عائشہ! مجھے تیری نسبت ایسی ایسی خبر آئی ہے، اگر تو پاک ہے تو اللہ تیری براءت فرمائے گا اور اگر واقعی تجھ سے قصور ہو گیا ہے تو اللہ سے اپنے قصور کی معافی مانگ لے اور توبہ کر کیونکہ جب بندہ گناہ کا اقرار کرتا ہے پھر اللہ کے حضور توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔'' جب آپ یہ گفتگو ختم کر چکے تو یکلخت میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ ایک قطرہ بھی میری آنکھوں میں نہ رہا۔ میں نے اپنے والد سے کہا: کہ وہ آپ کو جواب دیں۔'' وہ کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں۔'' پھر میں نے اپنی والدہ (ام رومان) سے کہا کہ تم جواب دو۔ انھوں نے بھی کہا: ''میں نہیں جانتی کہ کیا جواب دوں۔'' آخر میں خود ہی جواب دینے لگی، میں ایک کمزور لڑکی تھی، قرآن مجھے زیادہ یاد نہ تھا۔ میں نے کہا: ''اللہ کی قسم! میں جانتی ہوں کہ یہ بات جو آپ لوگوں نے سنی ہے آپ کے دل میں جم گئی ہے، اب اگر میں گناہ کا انکار کروں اور اللہ جانتا ہے کہ میں

نے گناہ نہیں کیا تو آپ لوگ مجھے سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر میں گناہ کا اقرار کرلوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے پاک ہوں تو آپ لوگ مجھے سچا سمجھیں گے۔ اللہ کی قسم! میں اپنی اور تمھاری مثال ایسی ہی سمجھتی ہوں جیسے سیدنا یوسف علیہ السلام کے والد کی تھی، انھوں نے جو کچھ کہا تھا میں بھی وہی کچھ کہتی ہوں:

﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴾

”اب صبر کرنا ہی بہتر ہے اور تمھاری باتوں پر اللہ میری مدد کرنے والا ہے۔“

یہ کہہ کر میں نے کروٹ بدلی۔ مجھے یہ یقین تھا کہ چونکہ میں پاک ہوں، لہٰذا اللہ تعالیٰ ضرور میری براءت کر دے گا مگر اللہ کی قسم! مجھے یہ خیال تک نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسی آیات نازل کرے گا جو ہمیشہ پڑھی جائیں گی۔ میں اپنی شان اس سے بہت کمتر سمجھتی تھی۔ ہاں مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول اللہ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس سے آپ پر میری براءت واضح ہو جائے گی۔ پھر اللہ کی قسم! ابھی اللہ کے رسول ﷺ وہاں سے ہلے بھی نہ تھے اور نہ کوئی دوسرا آدمی ہی وہاں سے باہر گیا تھا کہ آپ پر وحی نازل ہونا شروع ہو گئی۔ معمول کے موافق آپ پر سختی ہونے لگی اور پسینہ موتیوں کی طرح آپ کے بدن سے ٹپکنے لگا حالانکہ وہ دن سردی کا دن تھا، مگر وحی اترنے میں ایسی ہی سختی ہوتی تھی۔ جب وحی ختم ہوئی تو آپ ﷺ خوش تھے اور ہنس رہے تھے پھر پہلی بات آپ ﷺ نے یہی کی: ”عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمھاری براءت (پاکیزگی بیان) فرما دی۔“ میری والدہ مجھے کہنے لگی: ”اٹھو اور آپ ﷺ کا شکریہ ادا کرو۔“ میں نے کہا: ”اللہ کی قسم! میں نہیں اٹھوں گی، میں تو صرف اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کروں گی۔“ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں:

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى

كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْ لَا إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَ قَالُوْا هٰذَا إِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَأُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ أَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَ تَحْسَبُوْنَهُ هَيِّنًا وَ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَ لَوْ لَا إِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا أَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتٰنٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ أَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهِ أَبَدًا إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ أَنْ تَشِيْعَ الْفٰحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهُ وَ أَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ (النور: ١١-٢٠)

”جن لوگوں نے تہمت کی باتیں کیں وہ تم سے ہی ایک ٹولا ہے، اسے تم اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تمھارے لیے بہتر ہے۔ جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اتنا ہی گناہ کمایا اور ان میں سے جو اس تہمت کے بڑے حصہ کا ذمہ دار بنا اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔ جب تم نے یہ قصہ سنا تھا تو

مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے دل میں اچھی بات کیوں نہ سوچی اور یوں کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو صریح بہتان ہے۔" پھر یہ تہمت لگانے والے اس پر چار گواہ کیوں نہ لا سکے؟ پھر جب یہ گواہ نہیں لا سکے تو اللہ کے ہاں یہی جھوٹے ہیں اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے اس کی پاداش میں تمھیں عذاب عظیم آلیتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس بہتان کو اچھالتے تھے اور اپنے منہ سے وہ (بات) کہہ رہے تھے جس کے متعلق تمھیں علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی تھی اور جب تم نے یہ قصہ سنا تھا تو تم نے یوں کیوں نہ کہہ دیا: "ہمیں یہ مناسب نہیں کہ ایسی بات کریں، تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔" اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اللہ تمھیں واضح ہدایات دیتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔ جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لیے دنیا میں بھی الناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی اور (اس کے نتائج کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے تم نہیں جانتے اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو برے نتائج نکلتے) اور اللہ یقیناً مہربان اور رحم والا ہے۔"

جب یہ آیات اتریں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، جو محتاجی اور رشتہ کی وجہ سے مسطح کی مدد کیا کرتے تھے، انھوں نے کہا: "اللہ کی قسم! آئندہ میں مسطح کو کچھ نہیں دیا کروں گا کیونکہ اس نے عائشہ کے متعلق ایسی باتیں کیں۔" تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي

الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النور:۲۲)

> ”اور تم میں سے آسودہ حال لوگوں کو یہ قسم نہیں کھانا چاہیے کہ وہ قرابت داروں، مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ (صدقہ وغیرہ) نہیں دیں گے، انھیں چاہیے کہ معاف کر دیں اور درگزر کریں، کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھیں معاف کر دے؟ اور اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔“

یہ آیات سن کر ابو بکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ”اللہ کی قسم! مجھے یہ پسند ہے کہ اللہ مجھے بخش دے۔“ پھر مسطح سے پہلے کا سا سلوک کرنے لگے اور کہا: ”اللہ کی قسم! جب تک مسطح زندہ رہا میں یہ معمول بند نہ کروں گا۔“

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (اس تہمت کے زمانہ میں) آپ ﷺ زینب بنت جحش (ام المومنین) سے میرا حال پوچھتے: ”تم عائشہ کو کیسی سمجھتی ہو اور تم نے کیا دیکھا ہے؟“ تو انھوں نے کہا: ”یا رسول اللہ! میں اپنے کان اور آنکھ کی خوب احتیاط رکھتی ہوں، میں تو عائشہ رضی اللہ عنہا کو اچھا سمجھتی ہوں۔“ آپ ﷺ کی بیویوں میں سے زینب ہی میرے برابر کی تھیں۔ بڑھ چڑھ کر رہنا چاہتی تھیں، اللہ نے ان کی پرہیز گاری کی وجہ سے انھیں بچا لیا اور ان کی بہن حمنہ بنت جحش اپنی بہن سے اس بارے میں جھگڑنے لگی تو جیسے دوسرے تہمت لگانے والے تباہ ہوئے وہ بھی تباہ ہوئی۔ (بخاری)

صحیح بخاری، کتاب الادب میں ہے کہ حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انھیں عزت کے ساتھ بٹھایا۔ حکم دیا کہ ان کے لیے گدی بچھا دو۔ جب وہ واپس چلے

گئے تو میں نے ام المومنین سے کہا کہ آپ انھیں اپنے ہاں آنے کی اجازت کیوں دیتی ہیں؟ ان کے آنے کا کیا فائدہ؟ اللہ تعالیٰ نے تو (سورۂ نور میں) فرما دیا کہ ان میں سے جو شخص تہمت کے بڑے حصہ کا ذمہ دار بنا اس کے لیے عذاب عظیم ہے...... تو ام المومنین نے فرمایا: ''اندھا ہونے سے بڑا عذاب اور کیا ہو گا؟ ...... حضرت حسان آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے، لہٰذا ام المومنین نے فرمایا کہ ''شاید یہی عذاب عظیم ہو؟''

اس واقعہ کی تفصیل دیکھیے بخاری ، کتاب الشہادات ، باب تعدیل النساء بعضھن بعضًا ،رقم: ٢٦٦١ ، مسلم، کتاب التوبة باب فی حدیث الافك......رقم: ٧٠٢٠

نبی کریم ﷺ عائشہ ؓ کی چاہت کا خیال رکھتے تھے:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں عید کے دن مسجد نبوی میں حبشی لوگ نیزہ بازی کر رہے تھے یا تو میں نے آپ ﷺ سے کہا یا آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ (ان کا کھیل) دیکھنا چاہو گی؟ میں نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا میرا رخسار آپ ﷺ کے رخسار کے ساتھ تھا اور آپ ﷺ فرمانے لگے اے بنی ارفدہ اس مشق کو جاری رکھو (میں دیکھتی رہی) حتی کہ میرا جی بھر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا بس ہے؟ میں نے کہا ہاں آپ ﷺ نے فرمایا پھر چلی جاؤ۔

بخاری کتاب العیدین باب الحراب والدرق"رقم......

حضرت عائشہ ؓ آپ ﷺ کے پیچھے بقیع الغرقد میں:

حضرت عبد اللہ ؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ نے کہا کہ میں تمھیں اپنی اور اپنی امی کی بات نہ سناؤں؟ ہم نے سمجھا کہ وہ اپنی حقیقی ماں کی بات بتانے لگے ہیں لیکن انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ کیا میں تمھیں اپنی اور رسول اللہ ﷺ کی بات نہ بیان نہ کروں؟ ہم نے کہا ضرور بیان کریں۔ عائشہ ؓ نے فرمایا ایک رات آپ ﷺ میرے گھر میں تھے آپ باہر سے

آئے اور اپنی چادر رکھی اور اپنے جوتے پاؤں کی طرف سے اتارے اور اپنی چادر کا ایک حصہ اپنی چارپائی پر بچھا دیا اور لیٹ گئے تھوڑی دیر آپ لیٹے رہے جب آپ کو اندازہ ہو گیا کہ میں سو گئی ہوں تب آپ ﷺ نے آہستہ آہستہ اپنی چادر لی اور آہستگی سے دروازہ کھولا اور آرام سے دروازہ بند کر دیا اور باہر کو چل دیے (لیکن میں جاگ رہی تھی اور یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی) میں نے بھی قمیص پہنا اور دوپٹہ لیا اور اوپر سے چادر لے لی اور آپ کے پیچھے پیچھے چل دی آپ بقیع کے قبرستان میں تشریف لے گئے آپ نے کافی دیر وہاں لگائی آپ نے تین بار ہاتھ اٹھا کر (دعا فرمائی)۔

پھر آپ وہاں سے لوٹنے لگے اور میں بھی جلدی سے مڑی میں جلدی سے چلنے لگی تو آپ بھی جلدی جلدی چلنے لگے میں کچھ تیز چلی تو آپ بھی تیز چلنے لگے میں نے دوڑ لگائی تو آپ ﷺ نے بھی دوڑ لگا دی بالآخر میں آپ سے پہلے گھر میں آ گئی میں ابھی گھر جا کر لیٹی ہی تھی کہ آپ بھی گھر میں داخل ہو گئے (دوڑنے کی وجہ سے میرا سانس پھولا ہوا تھا) آپ ﷺ نے پوچھا عائشہ کیا بات ہے تمہارا سانس پھولا ہوا ہے؟

میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کوئی بات نہیں ہے آپ نے فرمایا مجھے بتا دو ورنہ اللہ لطیف وخبیر مجھے بتا دے گا میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ! پھر میں نے سارا قصہ سنا دیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے آگے جو انسان (بھاگے) جا رہا تھا وہ تم ہی تھیں؟ میں نے کہا ہاں وہ میں ہی تھی۔

آپ ﷺ نے یہ سن کر میرے سینے میں زور سے دھکا دیا جس سے مجھے تکلیف ہوئی اور فرمایا:

«اَظَنَنْتِ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْكِ وَرَسُوْلُهٗ ؟»

”کیا تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول تجھ پر زیادتی کریں گے؟“

(یعنی میں اللہ کا رسول تمہاری باری کی رات کسی اور بیوی کے پاس جارہوں گا؟) میں نے کہا جو چیز لوگ دل میں چھپا لیتے ہیں اسے اللہ جانتا ہوتا ہے یا رسول اللہ بات اسی طرح ہی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا (عائشہ بات وہ نہیں تھی جو تم نے سوچی تھی دراصل بات یہ تھی) کہ جب تم نے مجھے (جاتے) دیکھا تھا اس وقت میرے پاس حضرت جبریل تشریف لائے تھے اور آہستہ سے مجھے آواز دی جسے تو نہ سن سکی میں نے بھی جبریل کو آہستہ سے جواب دیا اور تجھے پتا نہ چلنے دیا۔

کیونکہ تم نے اپنے (بعض) کپڑے اتار رکھے تھے اس لئے وہ اندر نہیں آ سکتے تھے میں نے سمجھا کہ تم سوگئی ہو اس لئے میں نے تمہیں جگانا مناسب نہ سمجھا مجھے خطرہ تھا کہ تم پر وحشت نہ طاری ہو جائے۔ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا:

«اِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ اَنْ تَأْتِيَ اَهْلَ الْبَقِيْعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ»

”آپ کا رب آپ کو بقیع (کے قبرستان میں مدفون صحابہ) کے لئے بخشش کی دعا کرنے کا حکم دے رہا ہے“

(اس لیے میں اٹھ کر چلا گیا) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے گزارش کی کہ میں (اگر قبرستان میں جاؤں تو) کیا دعا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یوں کہو:

«اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ»

”اے قبروں والے مؤمن اور مسلمانو تم پر سلام ہو اللہ ہم سے پہلے والوں اور بعد میں آنے والوں پر رحم فرمائے اگر اللہ نے چاہا تو ہم تمہارے

ساتھ (عنقریب) ملنے والے ہیں؟" مسلم کتاب الجنائز)

نبی ﷺ کی وفات عائشہ ؓ کی گود میں ہوئی:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ (مرض الموت میں) پوچھا کرتے تھے کہ میں آج کہاں ہوں گا آپ ﷺ کو حضرت عائشہ کی باری کے دن کا انتظار ہوتا تھا پھر جس دن آپ ﷺ نے وفات پائی تو آپ ﷺ میرے سینے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے تھے۔

مسلم، کتاب الفضائل باب، فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا......رقم: ۳۷۷۵

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ (لوگ میری باری کے دن نبی ﷺ کو تحائف بھیجا کرتے تھے اس پر دوسری ازواج مطہرات کو اعتراض ہوا انھوں نے (اس مسئلے کے حل کے لیے) حضرت فاطمہ ؓ کو بھیجا وہ آپ ﷺ کے پاس آئیں اندر آنے کی اجازت مانگی اجازت ملنے پر آئیں اس وقت آپ ﷺ میرے ساتھ ایک چادر میں لیٹے ہوئے تھے کہنے لگیں یا رسول اللہ! آپ ﷺ کی بیویوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے ان کا مطالبہ ہے کہ آپ ابو بکر ؓ کی بیٹی کے بارے میں انصاف فرمائیں میں خاموش بیٹھی رہی آپ ﷺ نے فرمایا اے بیٹی کیا تجھے اس سے محبت نہیں ہے جس سے میں محبت کرتا ہوں؟ حضرت فاطمہ نے کہا مجھے ضرور محبت ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا پھر تم بھی عائشہ ؓ سے محبت کرو۔ (ایسی باتیں چھوڑ دو)

حضرت فاطمہ یہ سن کر نبی کریم ﷺ کے پاس سے آپ کی بیویوں کے پاس گئیں اور اپنی گفتگو اور نبی ﷺ کا جواب بتایا تو ازواج مطہرات نے کہا اے فاطمہ تیرے جانے کا ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ دوبارہ جائیں اور رسول اللہ ﷺ سے

کہیں کہ آپ کی بیویاں ابوبکر کی بیٹی کے متعلق انصاف کرنے پر آپ کو قسم دیتی ہیں حضرت فاطمہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اب آپ ﷺ سے اس سلسلے میں ہرگز بات نہیں کروں گی۔ پھر ازواج مطہرات نے حضرت زینب بنت جحش کو بھیجا حضرت زینب نبی ﷺ کی بیویوں میں سے واحد بیوی تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے ہاں درجہ میں میرے مقابلہ کی تھیں اور میں نے سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کوئی عورت نہیں دیکھی جو دینداری، تقویٰ، سچائی، صلہ رحمی صدقہ کرنے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے میں حضرت زینب سے زیادہ ہو وہ بھی آئیں اور انھوں نے اجازت مانگی۔ اس وقت بھی آپ ﷺ میرے ساتھ ایک چادر میں تھے جیسا کہ حضرت فاطمہ کے تشریف لانے کے وقت تھے انھیں بھی آپ ﷺ نے اجازت دی انھوں نے آ کر کہا کہ آپ ﷺ کی بیویوں نے مجھے یہ پیغام دیکر بھیجا ہے کہ آپ ابو بکر کی بیٹی کے بارے میں انصاف فرمائیں پھر میرے خلاف باتیں کرنے لگیں اور زیادتی کی اب میں دیکھ رہی تھی کہ کیا آپ ﷺ انھیں کوئی جواب دیتے ہیں اور میں اس بات کی بھی منتظر تھی کہ کیا آپ ﷺ مجھے آنکھ کے اشارے سے جواب دینے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ حضرت زینب مسلسل باتیں کیے جا رہی تھیں (اور آپ ﷺ خاموش تھے) جب میں جان گئی کہ اگر میں انتقام لیتی ہوں تو آپ ﷺ ناراض نہیں ہوں گے تو میں نے بات شروع کی تو میں نے ان کے تمام الزامات کو مسترد کر کے لاجواب کر دیا تو آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا:

«اِنَّهَا ابْنَةُ اَبِی بَكْرٍ»

''یہ تو ابوبکر کی بیٹی ہے۔'' (جو فہم و فراست میں اپنے باپ کی طرح ہے)

بخاری، الھبة و فضلها، باب من اھدی الی صاحبه...... ۲۵۸۱

آپ ﷺ حضرت عائشہ کی باری پر سکون محسوس فرماتے تھے:

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنی مرض الموت میں بھی اپنی بیویوں کے پاس رہنے کی باری کا خیال فرمایا کرتے تھے اور آپ ﷺ پوچھا کرتے تھے کہ میں کل کس بیوی کے گھر ہوں گا لیکن جب میرے گھر میں تشریف لاتے تو پھر آپ ﷺ خاموش رہتے (یعنی یہ نہ پوچھتے تھے کہ میں کل کس بیوی کے پاس ہوں گا)(بخاری مناقب الصحابة ، باب فضل عائشة : ۳۷۷٤)

صحابہ کرام، عائشہ کی باری کے دن تحائف بھیجا کرتے تھے:

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نبی ﷺ کو اپنے تحائف حضرت عائشہ کی باری کے دن میں بھیجا کرتے تھے عائشہ فرماتی ہیں کہ (دوسری ازواج مطہرات کو یہ چیز ناگوار گزری) تو وہ حضرت ام سلمہ ؓ کے پاس جمع ہو گئیں اور کہنے لگیں اے ام سلمہ لوگ اپنے تحائف حضرت عائشہ کی باری کے موقع پر بھیجتے ہیں جب کہ ہمیں بھی بھلائی چاہیے جیسے عائشہ ؓ کو بھلائی پسند ہے (یعنی ہمیں بھی یہ اچھا لگتا ہے کہ ہماری باری کے دن بھی تحائف آئیں) اس لیے آپ رسول اللہ ﷺ سے کہیں کہ وہ لوگوں سے کہیں کہ میں جہاں بھی ہوں تحائف بھیج دیا کرو (یعنی حضرت عائشہ کے دن کو خاص نہ کریں)

چنانچہ حضرت ام سلمہ ؓ نے اس چیز کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کیا تو آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا حضرت ام سلمہ نے دوبارہ ذکر کیا لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی منہ موڑ لیا پھر جب تیسری بار ام سلمہ نے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے ام سلمہ!

«لَا تُؤْذِيْنِيْ فِيْ عَائِشَةَ فَاِنَّهٗ وَاللّٰهِ مَا نَزَلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَ اَنَا

فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرَهَا »

"اے ام سلمہ مجھے عائشہ کے بارے میں تکلیف نہ دو کیونکہ اللہ کی قسم! میں تم میں سے کسی کے ساتھ لحاف میں ہوتا ہوں تو میرے اوپر وحی نازل نہیں ہوتی مگر عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ مقام حاصل ہے کہ میں ان کے ساتھ لحاف میں ہوتا ہوں تو وحی نازل ہو جاتی ہے۔"

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عائشہ، رقم: ٣٧٧٥

حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طبیعت تھی کہ جب وہ کوئی بات سنتیں اور اسے سمجھ نہ پاتیں تو وہ آپ ﷺ سے پوچھ لیتی تھیں حتیٰ کہ انھیں کو سمجھ آ جاتی۔

ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا« مَنْ حُوسِبَ عُذِّبَ» کہ (قیامت کے دن) جس سے حساب لیا گیا وہ عذاب (جہنم) میں مبتلا ہو جائے گا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

﴿ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝ ﴾ (الانشقاق: ٧-٨)

"جس کو اس کے عمل نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس کا حساب آسان ہوگا۔"

(یعنی جنتی شخص کا بھی تو حساب لیا جائے گا تو اس کا کیا مطلب ہے کہ جس کا حساب لیا گیا تو وہ عذاب میں مبتلا ہوگا؟)

تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (جس حساب کا ذکر اس آیت میں ہے) اس سے مراد تو صرف (اللہ کے دربار میں) پیشی اور حاضری ہے لیکن جس سے (حساب میں) تفتیش کی جائے گی تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

بخاری، کتاب العلم، باب من سمع شيئًا فراجَعَ، رقم:١٠٣

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی وسعت اور شوق:

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تکیہ لگائے بیٹھا ہوا تھا وہ فرمانے لگیں اے ابو عائشہ رضی اللہ عنہ (سنو) تین باتیں ایسی ہیں کہ جو بھی ان تین باتوں میں سے کوئی بات کہے گا تو وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھے گا۔

میں نے عرض کی کہ وہ کونسی باتیں ہیں؟

انہوں نے فرمایا:

۱۔ «مَنْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَأٰى رَبَّهُ فَقَدْ اَعْظَمَ عَلَى اللّٰهِ الْفِرْيَةَ»

”جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے (معراج والی رات) اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا وہ اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھنے کا مرتکب ہوا۔“

میں نے یہ سنا تو میں ٹیک لگائے بیٹھا تھا سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور عرض کیا ام مؤمنین! آپ ٹھہریں اور (سمجھنے کی) مہلت دیں کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا؟

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ﴾ (التکویر: ۲۳)

”نبی ﷺ نے اس (یعنی اللہ تعالیٰ) کو ظاہر کنارہ آسمان میں دیکھا ہے۔“

اور فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾

”یقیناً آپ ﷺ نے اسے (یعنی اللہ کو) دوسری بار (سدرۃ المنتہیٰ کے پاس) بھی دیکھا ہے۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

«اَنَا اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ»

”اس امت کے لوگوں میں سے میں پہلی ہوں جس نے آپ ﷺ سے اس (آیت کے مفہوم) کے متعلق پوچھا تھا۔“

تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا (جسے میں نے دوبار دیکھا ہے) وہ جبریل علیہ السلام تھے انہیں میں نے ان کی اصلی شکل میں صرف دو بار دیکھا ہے اس کے بڑے جسم نے آسمان و زمین کے درمیانی فاصلے کو بھر دیا تھا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی بات کو مدلل بنانے کے لیے) فرمایا: کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴾

''اسے (یعنی اللہ کو) آنکھیں نہیں پاسکتیں جبکہ وہ تمام آنکھوں کو پاتا ہے اور وہ باریک بین خبر رکھنے والا ہے۔''

کیا آپ نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا؟

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا ...... عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ ﴾

''کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے (براہ راست) بات کرے مگر وحی کرتا ہے یا پردے کے پیچھے بات کرتا ہے یا قاصد بھیجتا ہے...... اللہ بلند حکمت والا ہے۔''

(ان دلائل سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کیا۔)

۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا جو شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی کتاب میں سے کوئی بات چھپائی ہے وہ بھی اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ

تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ﴾

''اے رسول ﷺ جو شریعت آپ کے رب کی طرف سے نازل کر دی گئی ہے اسے آپ پہنچا دیں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو (گویا) آپ نے اللہ کی رسالت کو پہنچایا ہی نہیں......''

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا جو شخص کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کل کی کوئی بات (اللہ کے بتانے کے بغیر) بتا سکتے ہیں تو وہ بھی اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھتا ہے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ﴾

''آپ ﷺ فرما دیں کہ آسمان و زمین میں سے اللہ کے علاوہ کوئی (شخصیت) غائب نہیں جانتی......''

مسلم کتاب الایمان باب معنی قول اللّٰہ عزوجل ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ رقم: ۴۳۹

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قرآن کے متعلق معقول اور جامع جواب دیتی ہیں:

حضرت یوسف بن ماھک فرماتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا تھا ایک عراقی آیا اور اس نے کہا کونسا کفن اچھا ہوتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے جونسا کفن ہو وہی ٹھیک ہے پھر اس نے کہا ام المؤمنین مجھے اپنا قرآن تو دکھائیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کس لئے؟ اس نے کہا کہ میں قرآن (کی آیت یا سورتوں) کو اس کی ترتیب پر رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ غیر مرتب طریقے سے قرآن پڑھا جا رہا ہے (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو سورتوں کی ترتیب دی تھی اس کے خلاف ترتیب پر پڑھا جاتا ہے)

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جس ترتیب پر پڑھتے رہو وہی ٹھیک ہے کیونکہ پہلے پہلے مفصل کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جن میں جنت اور جہنم کا بیان تھا پھر جب لوگ

اسلام کی طرف پلٹ آئے تو حلال وحرام کے مسائل بعد میں نازل ہوئے۔

اگر پہلے پہلے یہ حکم نازل ہو جاتا کہ تم شراب نہ پیو تو تم کہتے کہ ہم شراب نہیں چھوڑ سکتے اس طرح اگر پہلے حکم نازل ہوتا کہ زنا نہ کرو تو تم کہہ دیتے کہ ہم زنا کو چھوڑ ہی نہیں سکتے۔ دیکھو!

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ﴾

یہ آیت محمد ﷺ پر مکہ میں نازل ہوئی تھیں اس زمانہ میں میں بچی تھی اور گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور سورۃ بقرہ نساء اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ میں آپ ﷺ کے نکاح میں آ گئی تھی (یعنی موجودہ قرآن کی وہ ترتیب نہیں ہے جس ترتیب پر وہ نازل ہوا تھا لھذا ترتیب ضروری چیز نہیں ہے) پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا نسخہ نکالا اور اسے سورتوں کی آیات لکھوائیں۔ بخاری کتاب القرآن باب تالیف القرآن "رقم: ۴۹۹۳

ازواج مطہرات نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے سمجھانے پر ورثہ مانگنا چھوڑ دیا:

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا آٹھواں حصہ مال غنیمت میں سے مانگنے کو بھیجا۔ میں نے ان کو منع کیا اور کہا تمہیں اللہ کا ڈر نہیں؟ کیا تمہیں نبی ﷺ کا یہ فرمان معلوم نہیں ہے: ((لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ)) کہ ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے صرف آل محمد (ﷺ) اس مال میں سے کھا سکتے ہیں تو پھر سب ازواج نبی ﷺ میرے کہنے سے (اس حصہ کو طلب کرنے سے) رک گئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھا تھا:

حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت اسامہ بن زید نے بتایا کہ نبی

کائنات ﷺ کے پاس حضرت ام سلمہ بیٹھی تھیں کہ حضرت جبریل تشریف لائے وہ آپ ﷺ سے باتیں کرنے لگ گئے پھر وہ چلے گئے پھر نبی ﷺ نے حضرت ام سلمہ سے پوچھا کہ معلوم ہے کہ یہ شخص کون تھے؟

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یا رسول اللہ یہ حضرت دحیہ کلبی تھے اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میں تو اسے حضرت دحیہ ہی سمجھتی رہی حتی کہ آپ ﷺ نے (خطبہ میں) ارشاد فرمایا کہ جبریل علیہ السلام نے فلاں فلاں بات کی ہے (یعنی ام سلمہ نے جو باتیں دحیہ کلبی سے سنی تھیں وہی باتیں آپ ﷺ نے حضرت جبریل کے نام سے بتائیں تب انھیں معلوم ہوا کہ تو حضرت جبریل تھے۔)

بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم: ۳۶۳۳)

تذکرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کامل اور بہترین عورتوں میں شمار ہوتی ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کائنات ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے:

«خَیْرُ نِسَاءِ ھَا مَرْیَمُ وَ خَیْرُ نِسَاءِ ھَا خَدِیْجَة»

" حضرت مریم اپنے (وقت) کی عورتوں میں سے بہتر تھیں اور حضرت خدیجہ اس (امت) کی عورتوں میں سے بہتر تھیں۔"

(بخاری باب مناقب الانصار: باب تزویج النبی ﷺ خدیجة...... ۳۸۱۵)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر عائشہ رضی اللہ عنہا کی غیرت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اگرچہ مجھ سے آپ ﷺ کی شادی سے پہلے فوت ہوگئی تھیں لیکن مجھے ان سے زیادہ کسی عورت پر غیرت نہیں آتی

تھی کیونکہ میں آپ ﷺ سے سنا کرتی تھی کہ آپ ﷺ ان کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے اور (یہ بھی آپ ﷺ کو فرماتے سنا تھا کہ) اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ حضرت خدیجہ کو جنت میں گول موتی (سے بنائے ہوئے محل) کی خوش خبری سنا دیں اور (مجھے غیرت اس لیے بھی آیا کرتی تھی) کہ آپ ﷺ کوئی بکری ذبح فرماتے تھے تو اس کا گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو کافی وافی گوشت بھیجا کرتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ کی وفات سے تین برس بعد مجھ سے شادی کی تھی۔

ایک روایت میں ہے کہ (آپ ﷺ کا حضرت خدیجہ سے بہت زیادہ محبت کا اظہار دیکھ کر) کبھی کبھار میں یہ کہہ دیا کرتی تھی کہ ایسا لگتا ہے کہ حضرت خدیجہ کے علاوہ دنیا میں کوئی عورت تھی ہی نہیں۔ تو آپ ﷺ فرماتے:

«إِنَّهَا كَانَتْ وَ كَانَتْ وَ كَانَ لِيْ مِنْهَا وَلَدٌ»

”خدیجہ تو خدیجہ تھیں (یعنی وہ تو بہت خوبیوں کی مالکہ تھیں اس کے علاوہ) ان سے میری اولاد بھی ہوئی تھی۔“

(بخاری حوالہ مذکور: ۳۸۱٦، ۳۸۱۷، ۳۸۱۸)

خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ کا سلام اور جنت میں محل کی بشارت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت جبریل نبی ﷺ کے پاس آئے اور فرمایا یا رسول اللہ! یہ خدیجہ آ رہی ہیں ان کے پاس سالن یا (فرمایا) پانی کا برتن ہے جب وہ آپ کے پاس آئیں تو انھیں رب کا اور میرا سلام کہنا اور فرمایا:

«وَ بَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَّا صَخَبَ فِيهِ وَ لَا نَصَبَ»

”انھیں جنت میں ایسے گھر کی خوشخبری سنا دیں جو ایک موتی کا بنا ہوا ہو گا

اس میں نہ شور ہو گا اور نہ ہی اس میں تھکان ہو گی۔“

(حوالہ مذکور: ۳۸۲۰)

نبی ﷺ کی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ سے محبت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضرت خدیجہ کی ہمشیرہ حضرت ہالہ نے رسول اللہ ﷺ سے (اندر آنے کی) اجازت مانگی آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ یاد آ گئیں (کیونکہ ہالہ کی آواز حضرت خدیجہ کی طرح تھی) آپ ﷺ نے جیسے ان کی آواز سنی تو آپ (خوشی سے) ہل گئے آپ نے فرمایا: اللہ کرے یہ ہالہ ہو۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے غیرت آ گئی میں نے کہا کہ آپ ﷺ تو قریش کی اس بوڑھی عورت کو یاد کرتے رہتے ہیں جس کے مسوڑھے سرخ تھے (یعنی جس کے دانت گر گئے اور باقی مسوڑھے رہ گئے تھے جو مر گئی (آپ اسے اس قدر یاد کیا کرتے ہیں آخر اس کی کیا حاجت ہے) جب کہ اللہ نے آپ ﷺ کو اس سے بہترین (خوبصورت و سیرت) بیویاں عطا فرما دی ہیں۔

بخاری، کتاب المناقب، باب تزویج النبی ﷺ خدیجة، رقم: ۳۸۲۱

صحیح بخاری ترجمہ مولانا عبد الستار حماد میں اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ میری یہ بات نبی ﷺ سن کر ناراض ہو گئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم آئندہ میں خدیجہ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کروں گی۔

(بحوالہ فتح الباری ۷/۱۷٤)

نبی ﷺ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں کوئی نکاح نہ کیا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ کی زندگی میں کوئی اور نکاح نہیں کیا تھا (یعنی حضرت خدیجہ کے ہوتے ہوئے کسی دوسری عورت کے

حاجت نہیں ہوئی تھی)مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل خدیجة:رقم:٦٢٨١

تذکرہ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب سخاوت کیا کرتی تھیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«اَسْرَعُکُنَّ لِحَاقًا بِیْ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا......»

(میری وفات کے بعد) تم میں سے سب سے پہلے مجھے وہ آ کر ملے گی جس کا ہاتھ لمبا ہو گا۔ ازواج مطہرات نے اپنے ہاتھ ناپنے شروع کیے (ناپ کرنے پر کسی بیوی کا ہاتھ لمبا ثابت ہوا لیکن جب وفات کی باری آئی تو) حضرت زینب کا ہاتھ لمبا نکلا کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی کرتیں اور صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔

(نبی ﷺ کی مراد ہاتھ کا لمبا ہونا نہیں تھا بلکہ صدقہ کرنے میں فراخ دلی مراد تھی)مسلم، کتاب الفضائل، باب زینب ام المومنین، رقم:٦٣١٦)

تذکرہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا کمال درجہ صبر:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو حضرت ابوطلحہ کی بیوی (حضرت ام سلیم) کو جنت میں موجود پایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہونے والا حضرت ابوطلحہ کا بیٹا فوت ہو گیا (جبکہ ابوطلحہ کہیں گئے ہوئے تھے)

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گھر کے لوگوں سے کہا کہ ابوطلحہ کو ان کے بیٹے کا نہ بتانا میں خود ہی انہیں (مناسب موقع پر) بتاؤں گی ابوطلحہ رضی اللہ عنہ شام کو آئے تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں

کھانا پیش کیا جب وہ کھانے سے فارغ ہو گئے تو ام سلیم نے اپنا ایسا بناؤ سنگھار کیا کہ ویسا سنگھار پہلے نہیں کیا کرتی تھیں حتیٰ کہ ابوطلحہ ؓ نے ان سے ہمبستری بھی کر لی پھر ام سلیم ؓ فرمانے لگیں اچھا یہ تو بتاؤ کہ اگر کوئی قوم کسی کے پاس اپنی کوئی چیز عارضی طور پر (امانت) رکھے پھر وہ اپنی چیز کو واپس مانگ لے تو کیا یہ شخص اس کو روک سکتا ہے؟ ابوطلحہ نے فرمایا ہرگز نہیں حضرت ام سلیم نے فرمایا (پھر سن لو اللہ تعالیٰ نے آپ کو امانت کے طور پر بیٹا دیا تھا اب اس نے تم سے لے لیا ہے آپ اس کی وفات پر صبر کر کے) ثواب حاصل کیجیے۔

حضرت ابوطلحہ ؓ یہ سن کر ناراض ہو گئے کہ تو نے مجھے اس معاملے سے بے خبر رکھا میں نے جب زوجیت کا عمل ادا کر لیا تو نے بعد میں مجھے بتایا (ابوطلحہ ناراض ہو کر) رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچے سارا واقعہ سنایا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا:

« بَارَكَ اللّٰهُ لَكُمَا فِيْ غَابِرِ لَيْلَتِكُمَا »

”اللہ تعالیٰ تمہاری گزشتہ رات کو بابرکت بنا دے۔“

(راوی کہتا ہے کہ) حضرت ام سلیم اسی رات حاملہ ہو گئیں پھر ایک سفر میں ام سلیم ؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھیں آپ ﷺ کا معمول تھا جب کسی سفر سے واپس لوٹتے تھے تو آپ ﷺ رات کو (اچانک) گھر نہیں تشریف لاتے تھے اس سفر میں جب نبی ﷺ اور صحابہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ام سلیم ؓ کو (بچہ کی پیدائش سے پہلے اٹھنے والے) درد زہ اٹھا حضرت ابوطلحہ ان کی وجہ سے ان کے پاس ٹھہر گئے اور رسول اللہ ﷺ (صبح کو) چل دیے حضرت ابوطلحہ فرمانے لگے:

« اِنَّكَ لَتَعْلَمُ يَارَبِّ اِنَّهٗ يُعْجِبُنِيْ اَنْ اَخْرُجَ مَعَ رَسُوْلِكَ اِذَا خَرَجَ وَاَدْخُلَ مَعَهٗ اِذَا دَخَلَ وَقَدِ احْتُبِسْتُ بِمَا تَرٰى »

”اے میرے رب تو جانتا ہے کہ مجھے یہ بات پسند لگتی ہے کہ جب

تیرے رسول (مدینے سے) نکلیں تو میں ان کے ساتھ نکلوں اور جب وہ (مدینے میں) داخل ہوں تو میں ان کے ساتھ ہی داخل ہوں۔''

جبکہ ام سلیم یہاں رکنے پر مجبور ہو گئیں (اور اس کے نتیجے میں میں بھی یہیں ٹھہر جاؤں گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں پیچھے رہ جاؤں گا بس یہ دعا کرنی تھی اور) حضرت ام سلیم بولیں اے ابوطلحہ اب مجھے تکلیف نہیں ہو رہی اس لئے اب (مدینے کی طرف) چلو پھر ہم چل دیے جب ہم مدینے میں پہنچ چکے تب دوبارہ انہیں دردزہ شروع ہوا اور پھر ایک بچہ پیدا ہوا مجھے میری ماں (ام سلیم) نے کہا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صبح لے جانا اس سے پہلے وہ کسی عورت کا بھی دودھ نہ پیے (یعنی سب سے پہلے اس کے پیٹ میں جانے والی چیز لعاب دہن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہو) پھر صبح کو میں اس بچے کو اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نشتر تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ لگتا ہے کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے میں نے عرض کیا ہاں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشتر رکھ دیا اور میں نے وہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں رکھ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجوہ کھجور منگوائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے منہ مبارک میں چبایا جب وہ گھل گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے منہ میں (لعاب سمیت) ڈال دیا بچہ اسے چاٹنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (حاضرین کو مخاطب کر کے) فرمایا دیکھو انصار کو کھجور سے کتنی محبت ہے۔

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کے چہرے پر اپنا (بابرکت) ہاتھ پھیرا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے کہ اسی عبداللہ کی اولاد میں دس جید علماء حافظ پیدا ہوئے۔ دیکھیے مسلم کتاب الفضائل باب فضائل ام ابی طلحة ''رقم: ٦٣٢٢

حضرت ابوطلحہ کے بیٹے کی وفات اور ام سلیم کا کمال صبر کا اظہار:

سیدنا انس ؓ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوطلحہ ؓ کا ایک لڑکا بیمار تھا اور وہ فوت ہو گیا اور ابوطلحہ ؓ (اس وقت گھر پر نہیں تھے کسی کام سے) باہر گئے ہوئے تھے۔ جب ان کی بیوی (ام سلیم) نے دیکھا کہ وہ فوت ہو گیا ہے تو انہوں نے اسے غسل دے کر اور کفن پہنا کر گھر کے ایک گوشے میں لٹا دیا پھر جب رات کو ابوطلحہ ؓ گھر آئے تو پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ تو ان کی بیوی (ام سلیم) نے کہا کہ وہ پہلے بنسبت سکون میں ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ وہ آرام ہی کر رہا ہوگا۔ ابوطلحہ ؓ سمجھے کہ وہ سچ کہہ رہی ہیں۔ چنانچہ ابوطلحہ ؓ نے رات اپنی بیوی کے پاس گزاری پھر جب صبح ہوئی تو غسل کیا اور باہر جانے لگے تب ام سلیم نے انہیں بتایا کہ لڑکا تو انتقال کر چکا ہے۔ تو انہوں نے نبی ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد تمام واقعہ کی اطلاع نبی ﷺ کو دی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اس رات میں برکت دے گا۔ انصار میں سے ایک شخص (سفیان نے مجھ سے) کہا تھا کہ میں نے ان کے نو (۹) لڑکے دیکھے جو سب قاری قرآن تھے۔

(بخاری، الجنائز، باب من لم یظهر حزنه...... ۱۳۰۱)

حضرت ام سلیم ؓ نے کہا کہ نبی ﷺ کا راز کسی کو نہ بتانا:

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ میرے پاس آئے اس وقت میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا آپ ﷺ نے ہم (بچوں) کو سلام کیا اور مجھے کسی کام پر بھیج دیا جب میں امی جان کے پاس دیر سے پہنچا تو انھوں نے فرمایا کہ دیر سے کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک کام بھیجا تھا (وہاں دیر ہو گئی)

امی نے پوچھا کہ وہ کام کیا تھا؟ میں نے کہا کہ یہ راز کی بات ہے تو امی نے کہا:

«لَا تُحَدِّثَنَّ بِسِرِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَحَدًا»

’’بیٹا اللہ کے نبی ﷺ کا راز کسی کو بھی نہ بتانا۔‘‘

انس رضی اللہ عنہ نے (اپنے شاگرد ثابت سے) فرمایا اے ثابت اگر وہ راز میں کسی کو بتاتا تو تمھیں بتاتا۔

(مسلم، كتاب الفضائل باب فضائل انس بن مالك، رقم: ٦٣٧٦، ٦٣٧٧، ٦٣٧٨)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو نبی ﷺ نے سواری پر بٹھانا چاہا لیکن وہ شرمانے لگیں:

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ جب مجھ سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تو ان کے پاس کچھ مال نہ تھا نہ زمین تھی نہ لونڈی غلام تھے اور سوائے پانی لانے والے اونٹ اور گھوڑے وغیرہ کے کچھ نہ تھا۔ میں ان کے گھوڑے کو چراتی تھی اور پانی پلاتی تھی اور ان کا ڈول سیتی تھی اور آٹا گوندھتی تھی اور میں روٹی پکانا نہ جانتی تھی اور میری روٹی انصاری پڑوسنیں پکا دیتی تھیں، وہ بڑی نیک بخت عورتیں تھیں اور میں زبیر کی اس زمین سے جو رسول اللہ ﷺ نے انہیں دی تھی اس سے اپنے سر پر کھجوروں کی گٹھلیاں اٹھا کر لاتی تھی اور وہ جگہ مجھ سے دو میل دور تھی۔ ایک روز میں اپنے سر پر گٹھلیاں رکھے آ رہی تھی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ملے۔ آپ کے ساتھ چند اصحاب بھی تھے، آپ ﷺ نے مجھے بلایا۔ پھر مجھے اپنے پیچھے بٹھانے کے واسطے اونٹ کو اُخ اُخ کہا لیکن مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں شرم آئی اور زبیرؓ کی غیرت بھی مجھے یاد آئی کہ وہ بڑے غیرت مند ہیں۔ رسول اللہ ﷺ پہچان گئے کہ مجھے شرم آ رہی ہے اس لیے آپ ﷺ چل دیئے میں نے زبیر سے آ کر کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ ملے تھے میرے سر پر گٹھلیوں کا بوجھ تھا اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ تھے، آپ ﷺ نے مجھے بٹھانے کے لیے اونٹ کو بٹھایا لیکن مجھے اس سے شرم آئی اور تمہاری غیرت کو میں جانتی ہوں۔ حضرت زبیر نے فرمایا:

« وَاللّٰهِ لَحَمْلُكِ النَّوٰى كَانَ اَشَدَّ عَلَیَّ مِنْ رُكُوبِكِ مَعَهٗ »

''واللہ! مجھے تیرے سر پر گٹھلیاں لانا آپ ﷺ کے ساتھ سوار ہو جانے سے زیادہ ناگوار تھا۔''

پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے لئے ایک خادم بھیج دیا، وہ گھوڑے کی نگہبانی کرنے لگا گویا کہ انہوں نے مجھے آزاد کر دیا۔ (النكاح: باب الغيرة، رقم: ٥٢٢٤)

تذکرہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ

نبی ﷺ نے چار قاری صحابہ سے قرآن سیکھنے کی ترغیب دی:

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ تم نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا ہے کہ جس سے میں اس وقت سے محبت کرنے لگا تھا جب سے میں نے آپ ﷺ کو فرماتے سنا:

« خُذُوا الْقُرْاٰنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنَ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ ...... »

''تم چار شخصوں سے قرآن سیکھو، پھر آپ ﷺ نے پہلے عبد اللہ بن مسعود کا نام لیا پھر معاذ بن جبل، ابی بن کعب، ابو حذیفہ کے غلام سالم کا۔''

مسلم، كتاب الفضائل باب فضائل ابن مسعود، رقم: ٦٣٣٤

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بہترین قاری اور حافظ تھے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فضول و ناجائز باتیں نہیں کرتے تھے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

« اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَیَّ اَحْسَنُكُمْ اَخْلَاقًا »

''میرے ہاں تم میں سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس کا اخلاق بہت

اچھا ہو۔"......اور فرمایا:

«اِسْتَقْرِئُوا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ وَ سَالِمٍ......»

"تم چار انسانوں سے قرآن پڑھنا سیکھو (کیونکہ وہ قرآن کے حافظ اور قاری ہیں) (۱) ابن مسعود (۲) سالم ابو حذیفہ کے مولیٰ (۳) ابی بن کعب (۴) معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہم)۔"

(بخاری فضائل الصحابة، باب مناقب سالم ، مولی ابی حذیفة: ۳۷۵۸، ۳۷۵۹)

ابن مسعود رضی اللہ عنہ قرآن کے بڑے عالم تھے:

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«وَالَّذِیْ لَا اِلٰهَ غَیْرُهٗ»

"مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔"

قرآن مقدس کی کوئی سورت ایسی نہیں ہے کہ جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ یہ کہاں اور کب نازل ہوئی اور قرآن کی ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ اس کا شان نزول کیا ہے؟ پھر فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ قرآن مقدس کا کوئی شخص مجھ سے بڑا عالم موجود ہے تو میں اس کے پاس جا کر علم حاصل کرتا اگرچہ وہ اتنا دور دراز رہتا ہوتا کہ وہاں صرف اونٹ کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہو۔

(بخاری: فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب رسول: ۵۰۰۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم ہونے کا اعزاز حاصل ہے:

حضرت علقمہ فرماتے ہیں کہ میں شام میں گیا میں نے (مسجد میں جا کر) دو رکعتیں ادا کیں پھر میں نے دعا کی:

« اَللّٰهُمَّ يَسِّرْلِيْ جَلِيْسًا صَالِحًا »

"اے اللہ مجھے کوئی نیک ساتھی عطا فرما دے۔"

اتنے میں میں نے ایک بزرگ کو آتے دیکھا جب وہ نزدیک آئے تو میں نے (دل میں) کہا کہ دعا قبول ہو گئی انھوں نے آکر پوچھا آپ کہاں سے تعلق رکھتے ہیں؟ میں نے کہا میں کوفہ سے آیا ہوں تو انھوں نے کہا (کہ تم یہاں علم کے حصول کے لیے آگئے ہو) کیا کوفہ میں (نبی ﷺ کا خادم جو آپ کی) جوتیاں، تکیہ اور لوٹا اٹھا کر رکھنے والے (عبد اللہ بن مسعود) نہیں ہیں؟ کیا تم میں وہ شخص نہیں ہیں جنھیں شیطان سے محفوظ کر دیا گیا (یعنی عمار بن یاسر؟) کیا تم میں نبی ﷺ کے خصوصی راز دان (حذیفہ بن یمان) نہیں ہیں؟ اچھا یہ بتاؤ کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى کیسے پڑھتے ہیں؟ میں نے انھیں یہ سورت پڑھ کر سنائی:

﴿ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثٰى ﴾

انھوں نے فرمایا نبی ﷺ نے مجھے خود یہی سورت اسی طرح پڑھائی تھی لیکن یہاں کے لوگ مجھے اس (مسنون طریقہ کی قراءت) سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔

(بخاری فضائل الصحابة، باب مناقب عبد الله بن مسعود: ٣٧٦١)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سیرت نبوی کا نمونہ تھے:

حضرت عبد الرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کوئی ایسا شخص بتائیں جو نبی کریم ﷺ کی سیرت والا ہوتا کہ ہم اس سے (علم) حاصل کریں تو انھوں نے فرمایا:

« مَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَقْرَبَ سَمْتًا وَ هَدْيًا وَ دَلًّا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مِنْ أُمِّ عَبْدٍ »

”میں نبی ﷺ کی سیرت کو بہت زیادہ اپنانے والا شخص حضرت ام معبد (یعنی ابن مسعود ؓ) کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔“

(بخاری فضائل الصحابة، باب فضائل ابن مسعود: ٣٧٦٢)

حضرت ابن مسعود ؓ نبی ﷺ کے گھر کے فرد محسوس ہوتے تھے:

حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے ہم مدینے میں کتنا وقت رہے اور ہم عبد اللہ بن مسعود کو نبی ﷺ کے گھر کا فرد ہی سمجھتے رہے کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ان کی والدہ نبی کریم ﷺ کے پاس (بہت) آیا جایا کرتے تھے۔

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبد الله بن مسعود، رقم: ٣٧٦٣

حضرت ابن مسعود نبی ﷺ کے مقرب صحابی تھے:

جب حضرت ابن مسعود ؓ کی وفات ہوئی تو اس موقع پر حضرت ابو الاحوص حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس گئے اور فرمایا کہ عبد اللہ بن مسعود نے اپنے بعد اپنے جیسا کوئی عالم چھوڑا ہے؟ تو حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ (اس جیسا عالم کون ہو سکتا ہے؟ جب کہ صورت حال یہ تھی) کہ جب ہمیں (خدمت نبوی میں جانے سے) روک دیا جاتا تھا لیکن انھیں اجازت مل جایا کرتی تھی اور جب ہم آپ ﷺ کے پاس نہیں ہوتے تھے لیکن وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

تذکرہ حضرت ابو طلحہ ؓ

حضرت ابو طلحہ ؓ کا ایثار اور آیات کا نزول:

ایک شخص اللہ کے رسول ﷺ کے پاس آیا اور ﷺ کہنے لگا: ”اے اللہ کے

رسول! میں بہت بھوکا ہوں لہٰذا مجھے کچھ کھلایئے؟“) آپ ﷺ نے سب سے پہلے اپنے گھروں میں پتا کروایا لیکن تمام بیویوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس پانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے تو آپ ﷺ نے صحابہ سے کہا: ”کوئی ہے جو آج کی رات اس شخص کی مہمانی کرے؟“ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اس کی مہمان نوازی کروں گا۔“

چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اس شخص کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر اپنی بیوی ام سلیم رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ یہ اللہ کے رسول ﷺ کے مہمان ہیں ان کی عزت کرنا لیکن ام سلیم کہنے لگیں: ”اللہ کی قسم! میرے پاس تو بمشکل بچوں کا کھانا ہے۔“ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ”اچھا! یوں کرو کہ جب بچے کھانا مانگنے لگیں تو بہلا پھسلا کر سلا دینا۔ اور جب میں اور مہمان دونوں کھانا کھانے لگیں گے تو تم یوں کرنا کہ چراغ بجھا دینا۔“ چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا، بچوں کو سلا دیا جبکہ مہمان کے آگے کھانا رکھا تو ساتھ ہی چراغ بجھا دیا اور وہ مہمان کو یہ احساس دلاتے رہے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔

صبح ہوئی، جو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) اور ام سلیم (رضی اللہ عنہا) نے رات کو جو عمل کیا اس پر اللہ تعالیٰ اس قدر خوش ہوئے کہ ہنس دیے“ ...... اس موقع پر حضرت جبریل قرآن کی یہ آیات لے کر نازل ہوئے:

﴿ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْإِيْمٰنَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ
هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا
أُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾

(الحشر: ۹)

”وہ لوگ جو مہاجرین کے آنے سے پہلے ایمان لا چکے تھے اور مدینہ میں مقیم تھے جو بھی ہجرت کر کے ان کے پاس آیا وہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان انصار کو دیا جائے وہ اپنے دلوں میں اس کے لیے خواہش نہیں رکھتے اور ان مہاجرین کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے خود بھوکے ہی کیوں نہ رہیں، جو شخص بھی اپنے نفس کے لالچ سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ کامیاب ہیں۔“

بخاری کتاب المناقب، باب وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ: ۳۷۹۸)

حضرت ابو طلحہ ؓ نے اللہ کے راستے میں باغ قربان کر دیا:

سیدنا انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں تمام انصار میں سے زیادہ کھجوروں کے باغات سیدنا ابو طلحہ ؓ کے پاس تھے۔ اور سب سے زیادہ پسند ان کو بیرحاء نامی باغ تھا اور وہ مسجد نبوی کے سامنے تھا۔ رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور اس میں جو خوشگوار پانی تھا اس کو نوش فرماتے تھے۔ سیدنا انس ؓ فرماتے ہیں کہ جب (سورۃ آل عمران ۹۳ نمبر آیت) نازل ہوئی

﴿ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ ...... الخ ﴾

”تم لوگ ہرگز نیکی کو نہ پہنچو گے حتی کہ جس چیز کو تم دوست رکھتے ہو“
اس میں سے خرچ کرو۔“

تو حضرت ابو طلحہ ؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ تم لوگ ہرگز نیکی کو نہ پہنچو گے حتی کہ جس چیز کو تم پسند کرتے ہو اس میں سے خرچ کرو۔ تو مجھے اپنے سب مالوں میں زیادہ محبوب ”بیرحاء“ ہے اور وہ (اب) اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ میں اس کے ثواب کی اللہ کے ہاں امید رکھتا ہوں۔ تو آپ اس کو جہاں مناسب سمجھیں صرف کیجیے۔ سیدنا انس ؓ

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: واہ واہ یہ تو ایک مفید مال ہے، یہ تو ایک مفید مال ہے اور میں نے سن لیا جو تم نے کہا لیکن میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے قرابت داروں میں تقسیم کر دو۔ تو سیدنا ابوطلحہ ؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے اس کو اپنے قرابت داروں میں اور چچا کے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔

(بخاری، التفسیر، آل عمران، باب لن تنالو البر……٤٥٥٤)

حضرت ابوطلحہ ؓ نے احد میں نبی ﷺ کا خوب دفاع کیا:

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں جنگ احد کے دن جب (اکثر) صحابہ (میدان جنگ سے) بھاگ گئے تھے اس وقت حضرت ابوطلحہ اپنی ڈھال لیے نبی ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے اور وہ بہترین تیر انداز تھے چنانچہ انھوں نے احد کے دن دو یا تین کمانیں توڑی تھیں (یعنی اتنی تیر اندازی کی کہ کمانیں ٹوٹ گئیں) ان کے پاس سے جو شخص بھی تیروں کی ترکش (تھیلی) لے کر گزرتا تو نبی کریم ﷺ فرماتے «اُنْشُرْهَا لِاَبِیْ طَلْحَةَ» کہ یہ تیر ابوطلحہ کے سامنے رکھ دو (پھر ابوطلحہ تیر پھینکتے) آپ ﷺ ان تیروں کو جاتا ہوا دیکھتے (کہ یہ کس کو جا کر لگتا ہے؟) تو حضرت ابو طلحہ ؓ فرماتے:

«یَا نَبِیَّ اللّٰهِ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ لَا تُشْرِفْ»

”اے اللہ کے نبی آپ اوپر نہ ہوں کہیں آپ کو (دشمنوں کا) کوئی تیر نہ آ لگے میرا سینہ آپ کی طرف آنے والے تیر کے لیے حاضر ہے۔“

(المغازی، باب غزوۃ احد: ٤٠٦٤)

حضرت ابوطلحہ پر جنگ کے دوران سکینت کا نزول:

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ اور ام سلیم کو دیکھا کہ

(وہ زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے لیے) بھاگ رہی تھیں میں نے ان کی پنڈلیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی پیٹھوں پر پانی کی مشکیں بھر کر لا رہی تھیں اور زخمیوں کے مونہوں میں ڈال کر واپس پلٹ جاتیں پھر دوبارہ بھر کر لاتیں اس دن حضرت ابوطلحہ کے ہاتھ سے دو یا تین بار تلوار گری تھی۔ (بخاری حوالہ مذکور)

تذکرہ حضرت سعد بن معاذ ؓ

حضرت سعد بن معاذ ؓ جنتی ہیں:

حضرت براء فرماتے ہیں کہ ایک ریشمی جوڑا تحفہ دیا گیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسے چھونے لگے اور اس کے ملائم ہونے پر تعجب کرنے لگے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ لِيْنِ هٰذِهِ لَمَنَادِيْلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ خَيْرٌ مِّنْهَا اَوْ اَلْيَنُ»

”تم اس کے نرم و ملائم ہونے پر تعجب کر رہے ہو، حضرت سعد بن معاذ (کو جنت میں ملے ہوئے ریشمی) رومال اس سے کہیں بہتر یا (آپ ﷺ نے فرمایا) نرم و نازک ہیں۔“

(بخاری، مناقب الانصار، باب مناقب سعد بن معاذ: ۳۸۰۲)

حضرت سعد ؓ کی شہادت اور ان کا بنو قریظہ کے حق میں الٰہی فیصلہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ جنگ خندق سے واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے ہتھیار اتار کر رکھ دیے اور غسل فرمایا فوراً حضرت جبریل تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ نے تو ہتھیار اتار کر رکھ دیے ہیں لیکن ہم (فرشتوں) نے ابھی تک نہیں اتارے (بلکہ ہم ایک اور جنگ کے لیے تیار ہیں) آپ بھی جنگ

پر چلیں نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کہاں چلنا ہے؟ تو جبریل علیہ السلام نے (یہودیوں کے خاندان) بنو خزرج کی طرف اشارہ فرمایا چنانچہ آپ ﷺ ان کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جب ہم بنو قریظہ کی طرف جا رہے تھے تو) میں بنو غنم کی گلیوں میں حضرت جبریل علیہ السلام (کی سواری کے اٹھنے والے) غبار کو دیکھ رہا تھا۔

حضرت ابو سعید فرماتے ہیں کہ بنو قریظہ کو جب معلوم ہو گیا کہ اب ہم مغلوب ہو جائیں گے تو) انھوں نے کہا کہ ہمارے بارے حضرت سعد بن معاذ جو فیصلہ فرما دیں گے وہ ہمیں قبول ہو گا تب نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد کی طرف پیغام بھیجا وہ گدھے پر سوار ہو کر لائے گئے جب وہ (بنو قریظہ کے محلے کی) کی مسجد کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ نے انصار کو فرمایا:

« قُومُوا اِلٰی سَیِّدِکُمْ اَوْ اَخَیْرِکُمْ »

”تم اپنے سردار یا (آپ ﷺ نے فرمایا) اپنے بہترین آدمی کی طرف جاؤ۔“

(اور انھیں سواری سے نیچے اتارو جب وہ سواری سے اتار لیے گئے تو) آپ ﷺ نے فرمایا:

« هٰؤُلَاءِ نَزَلُوا عَلٰی حُکْمِكَ »

”بنو قریظہ کے لوگ آپ کے فیصلے کو ماننے پر آمادہ ہوئے ہیں۔“

(اب ان کے بارے میں تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟ تو) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا

« تُقْتَلُ مُقَاتِلَتُهُمْ وَ تُسْبٰی ذَرَارِیُّهُمْ »

”ان میں سے جو لڑائی کے قابل ہیں (یعنی بالغ مردوں) کو قتل کر دیا جائے اور ان کی اولادیں (یعنی نابالغ بچے اور عورتیں) غلام لونڈیاں بنا لی جائیں۔“

نبی کریم ﷺ نے ان کا یہ فیصلہ سن کر فرمایا:

« قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللّٰهِ »

”آپ نے ان کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو اللہ کا فیصلہ تھا۔“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنگ خندق میں حضرت سعد بن معاذ زخمی ہو گئے انھیں قریش کے حِبان بن عَرِقہ نامی شخص نے اَکحل (یعنی بازو کی ایک نازک رگ) پر تیر مارا (جس سے ان کا کافی خون بہہ نکلا) آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں ان کے لیے خیمہ لگا دیا تاکہ آپ ﷺ ان کی بیمار پرسی آسانی سے کرتے رہیں جب آپ ﷺ جنگ خندق سے واپس آئے تو آپ ﷺ نے ہتھیار اتار کر رکھ دیے اور غسل فرمایا تو جبریل اپنے سر سے غبار کو جھاڑتے ہوئے آئے اور فرمانے لگے کہ آپ ﷺ نے تو ہتھیار اتار دیے ہیں اللہ کی قسم میں نے تو ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے آپ ان کی طرف چلیں آپ ﷺ نے پوچھا کہاں؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا بنو قریظہ کی طرف چلیں پھر آپ ﷺ بنو قریظہ پر حملہ آور ہوئے لیکن انھوں نے حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر رضا مندی کا اظہار کیا اب آپ ﷺ نے فیصلہ حضرت سعد پر ڈال دیا حضرت سعد نے فرمایا: میں ان کے بارے میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ لڑنے کے قابل لوگوں کے سر قلم کر دیے جائیں اور ان کی عورتوں اور نابالغ بچوں کو غلام بنا لیا جائے اور ان کے مال (مجاہدین میں) تقسیم کر دیے جائیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد (جب زخمی ہو گئے تو انھوں نے) فرمایا اے اللہ تو جانتا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جن لوگوں نے تیرے رسول کا انکار کیا ہے تیرے رسول کو (مکہ سے) نکال دیا کہ میں ان سے لڑوں میرا گمان تو یہ ہے کہ اب ان کے اور ہمارے درمیان کوئی جنگ نہیں ہوگی لیکن اگر کوئی ان کے ساتھ جنگ ہو سکتی ہے تو پھر مجھے زندہ رکھنا تاکہ میں ان سے لڑائی کرنے والوں میں شریک ہو جاؤں۔

اگر ان کے اور ہمارے درمیان میں جنگ کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے تو پھر اس زخم کو جاری کر دے اور اس میں ہی میری شہادت کا فیصلہ فرما دے۔

(حضرت سعد کی دعا اللہ نے قبول کر لی جب آپ ؓ نے بنو قریظہ کا فیصلہ فرما دیا اور ان کے جوانوں کے سر قلم کر دیے گئے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنا لیا گیا تو) حضرت سعد کا زخم کھل گیا اور خون بہنے لگا اور وہ خون حضرت سعد کے خیمے سے نکل کر بنو غفار کے خیمے میں چلا گیا جو ان کے خیمے سے متصل تھا وہ گھبرا کر کہنے لگے اے خیمہ والو! یہ خون کہاں سے آ گیا ہے؟ جب دیکھا تو وہ خون حضرت سعد کے زخم سے نکلا ہوا پایا گیا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔

بخاری، کتاب المغازی ، باب مرجع النبی ﷺ من الاحزاب برقم: ٤١١٧، ٤١١٨، ٤١٢١، ٤١٢٢

حضرت سعد بن معاذ ؓ کی وفات پر عرش لرز گیا:

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ (جب حضرت سعد بن معاذ ؓ کی شہادت ہوئی تو میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِهْتَزَّ الْعَرْشُ بِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ »

''حضرت سعد بن معاذ کی وفات پر اللہ کا عرش (ان کی روح کی آمد کی خوشی کے باعث) کانپ گیا۔''

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ، رقم: ٣٨٠٣

تذکرہ حضرت عباس ؓ

حضرت عباس کی دعا کے وسیلے سے بارش:

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ عمر ؓ کے زمانے میں قحط پڑ جاتا تھا تو وہ حضرت عباس ؓ کو (نماز استسقاء پر) لے جاتے تھے اور (انھیں دعا کرنے کی اپیل فرماتے اور ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے:

« اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّنَا فَتَسْقِیْنَا وَ اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِعَمِّ نَبِیِّنَا فَاسْقِنَا »

''اے اللہ ہم پہلے تو اپنے نبی (کی دعا) کو وسیلہ بنایا کرتے تھے (اب ہمارے نبی دنیا میں موجود نہیں ہیں تو اب ہم) تیرے پاس اپنے نبی کے چچا (عباس کی دعا) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں تو ہمیں بارش دے دے چنانچہ پھر بارش ہو جایا کرتی تھی۔''

بخاری، کتاب المناقب باب ذکر عباس بن عبد المطلب، رقم: ۳۷۱۰

تذکرہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

حضرت عبد الرحمٰن کی دنیا سے بے نیازی اور برکت کا نزول:

جب صحابہ کرام مکہ سے مدینہ میں ہجرت کر آئے تو نبی ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ربیع آپس میں بھائی بن گئے حضرت سعد بن ربیع نے حضرت عبد الرحمٰن سے فرمایا کہ میرا شمار انصار کے امیر ترین لوگوں میں ہوتا ہے میں اپنا آدھا مال آپ کو دے دیتا ہوں اور میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جو آپ کو پسند آئے اس کا مجھے بتاؤ میں اسے طلاق دے دیتا ہوں عدت گزر جانے کے بعد اس سے تم نکاح کر لینا۔

لیکن حضرت عبد الرحمٰن نے فرمایا:

« بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِیْ اَهْلِكَ وَ مَالِكَ »

''اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل میں برکت کرے۔''

(اللہ آپ کی وسیع ظرفی اور سخاوت کو قبول فرمائے مجھے مال اور اہل کی حاجت نہیں ہے) آپ مجھے بتائیں کہ بازار کہاں ہے؟ (تاکہ میں وہاں جا کر تجارت کروں)

حضرت سعد نے انھیں بنو قینقاع کا بازار بتا دیا (وہ بازار میں گئے اور تجارت شروع کر دی) جب عبد الرحمٰن بن عوف شام کو لوٹے تو ان کے ساتھ نفع میں حاصل ہونے والا پنیر اور گھی تھا پھر وہ روزانہ بازار میں چلے جاتے (اس طرح یہ سلسلہ چلتا رہا)

ایک دن حضرت عبدالرحمٰن نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے تو آپ ﷺ نے ان (کے کپڑوں پر دلہن کی مخصوص) زرد رنگ کی خوشبو لگی ہوئی تھی آپ ﷺ نے پوچھا یہ زردی کیسی ہے؟ تو حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا یا رسول اللہ میں نے شادی کی ہے (دلہن سے یہ زردی لگ گئی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا حق مہر میں کیا دیا ہے؟ انھوں نے فرمایا (کھجور کی) گٹھلی کے برابر سونا دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا پھر ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری (ذبح کر کے دعوت کھلا سکو) تو وہ کرو۔

بخاری، کتاب المناقب بابٌ کیف اٰخَی النبی ﷺ بین اصحابہ: ۳۹۳۷

تذکرہ حضرت اسید اور عباد رضی اللہ عنہما

دو صحابہ کے ساتھ نور چلتا رہا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر اور ایک انصاری عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نبی ﷺ کے پاس سے اندھیری رات میں اپنے گھروں کو روانہ ہوئے ان کے آگے آگے روشنی چل رہی تھی پھر جب وہ ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے تو وہ روشنی دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک روشنی اسید کے ساتھ اور دوسری عباد کے ساتھ جا رہی تھی۔

بخاری کتاب المناقب باب مناقب اسید بن حضیر ۔ رقم: ۳۸۰۵

تذکرہ حضرت ابی بن کعب ؓ

حضرت اُبی ؓ کا نام اللہ نے عرش پر لیا:

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ (جب سورہ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو) نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾»

"اے ابی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں سورہ ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ کی تم پر تلاوت کروں۔"

حضرت ابی ؓ نے فرمایا کیا اللہ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں پھر حضرت ابی (یہ سن کر خوشی سے) رونے لگے۔

(بخاری مناقب الانصار، باب مناقب ابی بن کعب: ۳۸۰۹)

حضرت اُبی بن کعب ؓ ماہر قاری تھے:

حضرت عبداللہ بن عمرو نے فرمایا میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ تم قرآن چار شخصوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ حذیفہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب۔ (رضی اللہ عنہم) بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بن کعب، رقم: ۳۸۰۸

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے زمانہ اقدس میں چار شخصوں نے قرآن جمع کیا تھا یعنی وہ کامل حافظ تھے وہ چاروں اشخاص انصاری تھے یعنی ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور انصار کا ایک شخص جس کی کنیت ابو زید تھی۔ اور انس ؓ کے ماموں تھے۔

(بخاری، فضائل الانصار، باب مناقب زید بن ثابت: ۳۸۱۰)

یہ حضرت انس کے اپنے معلومات کی بات ہے ورنہ سینکڑوں صحابہ نبی ﷺ کے

زمانہ میں قرآن کے کامل حافظ تھے۔

تذکرہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی موت اسلام پر:

حضرت قیس بن عباد فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ایک شخص مسجد میں آیا جس کے چہرے پر خشوع کے آثار نمایاں تھے لوگوں نے کہا کہ یہ شخص جنتی لوگوں میں سے ہے پھر اس نے دو رکعتیں مختصر ادا کیں پھر وہ چلا گیا میں بھی اس کے پیچھے چل پڑا میں نے ان سے جا کر کہا کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگوں نے آپ کے متعلق کہا کہ یہ شخص جنتی ہے۔ تو وہ شخص کہنے لگا اللہ کی قسم! اگر کسی کو ایک چیز کا علم نہ ہو تو اس کے بارے میں بات کرنی لائق نہیں ہے ہاں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ یہ بات کیوں کہی جاتی ہے میں نے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا تھا وہ خواب میں نے نبی ﷺ کے پاس پیش کیا تھا۔

وہ خواب اس طرح تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک باغ میں دیکھا جو بہت وسیع اور سرسبز تھا اس کے درمیان میں لوہے کا ستون تھا جس کا نچلا حصہ زمین میں اور اوپر والا حصہ آسمان میں پہنچا ہوا تھا اس کے اوپر کے حصے میں ایک کڑا لگا ہوا تھا مجھے کہا گیا کہ اس پر چڑھو لیکن میں نے کہا کہ میں اس پر چڑھنے کی طاقت نہیں رکھتا پھر ایک خادم آیا اس نے میرے پیچھے سے میرے کپڑے اٹھائے پھر میں اس کے اوپر تک چڑھ گیا اور کڑے کو پکڑ لیا مجھے کہا گیا کہ کڑے کو مضبوطی سے تھام لو وہ میں نے تھاما ہوا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے یہ خواب نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا باغ سے مراد اسلام ہے اور ستون سے مراد اسلام کا ستون ہے اور کڑے سے مراد عروۃ الوثقیٰ

ہے (یعنی وہ کڑا جس کا ذکر آیۃ الکرسی کے بعد ہے) آپ ﷺ نے فرمایا تم موت کے وقت اسلام پر قائم ہو گے۔

(راوی کہتا ہے) وہ شخص حضرت عبداللہ بن سلام تھے۔

بخاری، کتاب المناقب باب مناقب عبد اللہ بن سلام، رقم: ۳۸۱۳

حضرت خرشہ بن حر فرماتے ہیں کہ میں مدینہ کی مسجد میں ایک مجمع میں بیٹھا تھا اس مجمع میں ایک خوبصورت شکل وصورت والا شخص یعنی عبد اللہ بن سلام موجود تھے اور وہ انھیں اچھی اچھی باتیں سنا رہے تھے جب وہ اٹھ کر چلے گئے تو اہل مجلس کہنے لگے کہ جسے یہ اچھا لگے کہ وہ جنتی شخص کو دیکھے تو وہ عبد اللہ بن سلام کو دیکھ لے، میں نے (دل دل میں) کہا کہ اللہ کی قسم میں اس شخص کے پیچھے جاؤں گا اور ان کا گھر دیکھ کر آؤں گا پھر میں ان کے پیچھے چل دیا وہ چلتے چلتے مدینے کی آخری آبادی تک چلے گئے اور اپنے گھر میں داخل ہو گئے میں نے ان سے (اندر جانے کی) اجازت طلب کی انھوں نے اجازت دے دی (میں اندر گیا) تو انھوں نے مجھ سے آنے کی وجہ پوچھی تو میں نے عرض کیا کہ لوگوں کو میں نے آپ کے متعلق یہ کہتے سنا کہ جسے جنتی انسان دیکھنا ہو تو وہ انھیں دیکھ لے تو مجھے آپ کا ساتھ بہت پسند آیا۔

حضرت عبد اللہ بن سلام کہنے لگے کہ جنتی لوگوں کو تو اللہ ہی جانتا ہے البتہ میں آپ کو وہ بات بتا دیتا ہوں جس کی وجہ سے لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے۔

میں نے ایک خواب دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور میرا ہاتھ پکڑا اور کہا کہ کھڑا ہو جا میں اس کے ساتھ چل پڑا میں ایک راستے پر پہنچا جو دائیں طرف تھا میں اس پر چلنے لگا تو مجھے اس شخص نے کہا یہ تو جہنمیوں کا راستہ ہے اس پر نہ چلو پھر ایک دائیں طرف راستہ آ گیا اس شخص نے کہا کہ اس راستہ کو اختیار کر لو (ہم اس پر چلتے گئے اتنے میں) مجھے ایک پہاڑ کے پاس لے آیا مجھے کہا اس پر چڑھو جب میں اس پر

چڑھنے لگتا تو اپنی سرینوں کے بل گر پڑتا تھا کئی بار ایسا ہوا پھر وہ مجھے ایک ستون کے پاس لے گیا جس کا سرا آسمان میں اور اس کا نچلا حصہ زمین میں پیوست تھا اس کی اوپر والی سائیڈ میں ایک کڑا تھا مجھے کہا کہ اس پر چڑھو میں نے کہا کہ اس پر میں کیسے چڑھوں گا جب کہ یہ آسمان تک پہنچا ہوا ہے تو اس شخص نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اوپر کو پھینکا اور میں جا کر کڑے سے چمٹ گیا پھر اس نے ستون کو گرا دیا لیکن میرا ہاتھ کڑے میں تھا اور میں اسے چمٹا ہوا تھا اس حالت میں میری آنکھ کھل گئی پھر میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور خواب بیان کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے جو بائیں طرف راستے دیکھے تو وہ بائیں ہاتھ والے (یعنی جہنمیوں) کے راستے تھے اور دائیں طرف والے راستے بائیں والے (یعنی جہنمیوں) کے راستے تھے اور پہاڑ سے مراد شہداء کی منزل ہے جسے تم حاصل نہیں کر پاؤ گے اور ستون سے مراد اسلام کا ستون ہے اور کڑے سے مراد اسلام کا کڑا ہے جسے آپ مرنے تک مضبوطی سے تھامے رکھو گے۔

مسلم، کتاب الفضائل ،باب فضائل عبد اللہ بن سلام، رقم: ٦٣٨٣

تذکرہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ

جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے مقرب تھے:

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا تب سے مجھے آپ ﷺ نے (اپنے گھر میں داخل ہونے سے) کبھی نہ روکا اور آپ ﷺ جب بھی دیکھا کرتے تو مسکراتے تھے۔

بخاری کتاب المناقب باب ذکر جریر بن عبد اللہ ،رقم: ٣٨٢٢

حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حکم پر کعبہ یمانیہ جلا ڈالا:

حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

«یَا جَرِیْرُ اَلَا تُرِیْحُنِیْ مِنْ ذِی الْخَلَصَةِ»

"اے جریر کیا تو مجھے ذی الخلصہ (کو گرا کر) سکون نہیں پہنچاتا؟"
ذی الخلصہ خثعم قبیلے کا بنایا ہوا ایک گھر تھا جسے کعبہ یمانیہ کا نام دیا جاتا تھا۔"

(چنانچہ فرمان نبوی کی تعمیل میں) میں ڈیڑھ سو سواروں میں روانہ ہو گیا میری حالت یہ تھی کہ میں گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا تھا (یعنی گر جاتا تھا) میں نے اس بات کا ذکر نبی کائنات ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر مارا اور دعا فرمائی:

« اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا »

"اے اللہ! انھیں ثابت رکھ (یعنی یہ گھوڑے سے نہ گرے) اور اسے
ہدایت دہندہ اور ہدایت یافتہ بنا دے۔"

(راوی کہتا ہے کہ) کہ حضرت جریر وہاں چلے گئے اور ذی الخلصہ کو جلا ڈالا اور ایک شخص کو نبی ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا جس نے آپ ﷺ کو (مشن کی کامیابی کی) خوشخبری اس طرح سنائی یا رسول اللہ میں آپ ﷺ کے پاس آیا ہوں اور ہم نے ذی الخلصہ کو خارش زدہ اونٹ کی طرح (بدشکل) بنا ڈالا۔

یہ سن کر آپ ﷺ نے بنو احمس کے گھوڑوں اور گھڑ سواروں کے لیے پانچ بار برکت کی دعا فرمائی۔ بخاری کتاب الجهاد باب حرق الدور والنخيل: ٣٠٢٠

بخاری کی روایت میں ہے کہ حضرت جریر نے فرمایا کہ ہم نے جا کر اس کعبے کو توڑ دیا اور اس کے مجاوروں کو قتل کر ڈالا جب واپسی پر ہم نے آپ ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے (جریر کے خاندان) بنو احمس کے لیے دعا فرمائی۔

بخاری، كتاب المناقب، باب ذكر جرير بن عبد الله ،رقم: ٣٨٢٢

تذکرہ حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ مٹی کی تجارت کرتے تو نفع پاتے تھے:

ضرت عروہ بارقی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک دینار دیا تاکہ میں

اس سے ایک بکری خرید کر لاؤں میں نے دینار کی دو بکریاں خریدیں پھر ایک کو آپ ﷺ کی خدمت میں لایا اور ایک بکری ایک دینار میں بیچ دی اور دینار بھی آپ ﷺ کے پاس لایا آپ ﷺ نے میری تجارت میں برکت کی دعا فرمائی: (راوی کہتا ہے کہ)

«لَوِاشْتَرَی التُّرَابَ لَرَبِحَ فِیْهِ»

”حضرت عروہ اگر مٹی بھی خرید لیتے تھے تو اس میں بھی انھیں نفع حاصل ہوتا تھا۔“ بخاری، کتاب المناقب باب سؤال المشرکین ان یرھم النبی ﷺ کا ذیلی باب، رقم:٣٦٤٢

تذکرہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ مہمان نواز تھے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بڑی حدیثیں بیان کرتا ہے حالانکہ (یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ) میں تو صرف پیٹ بھر جانے (پر اکتفا کرتے ہوئے) رسول اللہ ﷺ کا ساتھ اختیار کیے رکھتا تھا اس وقت جب کہ کھانے کو مجھے روٹی نہیں ملتی تھی اور پہننے کو کپڑا نہیں ملتا تھا اور میری خدمت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا تھا اور میں بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ کو زمین پر لگا دیتا تھا اور ایک آیت مجھے یاد ہوتی تھی میں وہ کسی سے پوچھتا تھا تا کہ وہ (مجھے بتاتے بتاتے گھر تک لے جائے اور) مجھے کھانا کھلا دے اور مسکینوں کے حق میں سب سے زیادہ بہتر شخص حضرت جعفر بن ابو طالب تھے وہ ہمیں لے جاتے تھے اور اپنے گھر میں کھانا کھلایا کرتے تھے حتی کہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ ہمارے پاس (گھی وغیرہ کی) کپی لایا کرتے تھے اس میں کوئی چیز نہیں ہوتی تھی پھر وہ اسے پھاڑ دیتے تھے اور ہم اسے

چاٹ لیتے تھے۔ بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب جعفر بن ابی طالب، رقم: ۳۷۰۸

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جنت میں اڑ رہے تھے:

حضرت شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حضرت جعفر بن ابی طالب کے بیٹے کو سلام کیا کرتے تھے تو فرماتے:

« اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا ابْنَ ذِي الْجَنَاحَيْنِ »

"اے ذوالجناحین (دو بازو یا پروں والے شخص) کے بیٹے تم پر سلام ہو!"

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب جعفر، رقم ۳۷۰۹

اس نام کا پس منظر یہ ہے کہ جب جنگ موتہ میں حضرت جعفر کے دونوں ہاتھ کٹ گئے تو جنت میں انھیں دو پر مل گئے تھے جن سے وہ جنت میں اڑ رہے تھے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« رَأَيْتُ جَعْفَرًا يَّطِيرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ »

"میں نے حضرت جعفر کو جنت میں دیکھا وہ فرشتوں کے ساتھ اڑ رہے تھے۔"

۔ترمذی، کتاب الفضائل باب فضائل جعفر بن ابی طالب، رقم: ۲۷۶۳

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ صورت اور سیرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے:

صلح حدیبیہ کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کیا اس کا واقعہ بخاری وغیرہ میں مذکور ہے اس میں یہ لفظ بھی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے اور مدت مقررہ گزر گئی تو قریش مکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ اپنے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہو کہ وہ مکہ سے چلے جائیں کیونکہ مدت مقررہ گزر چکی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت حمزہ کی بیٹی چچا چچا کرتی آ گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حضرت فاطمہ کے حوالے کر دیا اب حضرت حمزہ کی بیٹی کے بارے میں حضرت علی، زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب کا اختلاف ہو

گیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس بچی کا زیادہ مستحق ہوں کیونکہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے حضرت جعفر نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے دوسرا یہ کہ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور حضرت زید نے فرمایا میرے بھائی کی بیٹی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے وہ بچی خالہ کو دے دی (یعنی حضرت جعفر کی بیوی کو دے دی) اور فرمایا:

«اَلْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْاُمِّ»

”خالہ ماں کی قائم مقام ہوتی ہے۔“

علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ»

”آپ مجھ سے ہو اور میں آپ سے ہوں۔“

اور حضرت جعفر سے فرمایا:

«اَشْبَهْتَ خَلْقِیْ وَ خُلُقِیْ»

”آپ صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو۔“

اور حضرت زید سے فرمایا:

«اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا»

”آپ ہمارے بھائی اور ہمارے مولیٰ ہیں۔“

بخاری، کتاب الصلح باب کَیْفَ یُکْتَبُ ھٰذَا مَا صَالَحَ فُلَانٌ.....رقم: ۲۶۹۹

اس حدیث سے ان لوگوں کا ردّ ہوتا ہے جو کہتے ہیں کہ کسی کو مولانا نہیں کہا جا سکتا۔

تذکرہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي »

”فاطمہ میری لخت جگر ہے جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا۔“

بخاری، كتاب المناقب، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ، رقم: ٣٧١٤

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نبی ﷺ کے مرض الموت میں رونا اور ہنسنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس تشریف لائیں ان کی چال نبی ﷺ کی چال کی طرح تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا «مَرْحَبًا بِابْنَتِي» (میری بیٹی کو خوش آمدید ہو) پھر آپ ﷺ نے انھیں اپنی دائیں یا بائیں جانب بٹھا لیا پھر آپ ﷺ نے ان سے راز دارانہ بات کی تو وہ رونے لگیں میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کس لیے رو رہی ہو؟

اتنے میں آپ ﷺ نے ان سے ایک اور بات کان میں کہی تو وہ ہنس پڑیں میں نے صرف آج ہی یہ دیکھا تھا کہ کوئی رونے کے فوراً بعد ہنستا ہے میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ ﷺ نے آپ سے کیا باتیں کی ہیں؟

لیکن فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز فاش نہیں کر سکتی، جب آپ ﷺ کی وفات ہو گئی تو میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے میرے ساتھ پہلے یہ سرگوشی کی تھی کہ جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے ایک بار قرآن کا دور کیا کرتے تھے لیکن اس سال دو دفعہ دور کیا ہے مجھے اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ میری وفات ہونے والی ہے اور میرے اہل و عیال میں سے سب سے پہلے مجھے تو ملے گی (یعنی تیری وفات پہلے ہو گی یہ سن کر) میں رو دی۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ »

”کیا تجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ جنتی عورتوں کی (یا آپ ﷺ نے

فرمایا) مومن عورتوں کی سردار ہو؟'' یہ سن کر میں ہنس پڑی تھی۔''

بخاری، کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم: ٣٦٢٣، ٣٦٣٤)

بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے تو مجھے ملے گی تب میں ہنس دی۔ (حوالہ مذکور: ٣٦٢٥)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنے پر نبی ﷺ کی ناراضگی:

حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے منبر پر یہ فرماتے سنا کہ ہشام بن مغیرہ کے خاندان والوں نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دینے کی اجازت مانگی ہے لیکن میں انھیں اجازت نہیں دیتا اجازت نہیں دیتا، اجازت نہیں دیتا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ میری بیٹی کو طلاق دے دیں پھر ان کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔

> «فَاِنَّمَا ابْنَتِیْ بَضْعَةٌ مِنِّیْ یُرِیْبُنِیْ مَا رَابَهَا وَ یُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاهَا»
>
> ''میری بیٹی میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے پریشان کرتی ہے وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہے اور جو چیز اسے ایذا دیتی ہے وہ مجھے بھی ایذا دیتی ہے۔'' (بخاری، النکاح، باب ذَبّ الرجل عن ابنته...... ٥٢٣٠)
>
> ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
>
> «اِنَّ فَاطِمَةَ مِنِّیْ وَ اِنِّیْ اَتَخَوَّفُ اَنْ تُفْتَنَ فِیْ دِیْنِهَا»
>
> ''فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس کے دین میں فتنہ آجائے گا۔''

پھر آپ نے اپنے داماد (ابوالعاص) کا ذکر کیا اور اس کی تعریف کی اور فرمایا کہ اس نے مجھ سے جو بات کی سچ کر دکھائی اور جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دکھایا اور میں حرام کو حلال اور حلال کو حرام نہیں کرتا لیکن دراصل بات یہ ہے کہ

« لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ بِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ مَكَانًا وَّاحِدًا اَبَدًا »

”رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن (ابوجہل کی) بیٹی ایک جگہ پر ہرگز جمع نہیں ہوسکتیں۔“

ایک روایت میں ہے کہ پھر علی رضی اللہ عنہ نے اس رشتے کا خیال ترک کردیا۔

(بخاری، فرض الخمس، باب ما ذکر فی داع النبی ﷺ و عصاہ: ۳۱۱۰)

تذکرہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حواری تھے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَ اِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ »

”ہر نبی کا ایک حواری (خصوصی ساتھی) ہوتا ہے اور میرے حواری حضرت زبیر ہیں۔“

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن میں اور عمر بن سلمہ عورتوں میں تھے میں نے دیکھا کہ حضرت زبیر اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور بنو قریظہ کی طرف دو تین بار آ جا رہے تھے جب میں واپس آیا تو میں نے اپنے والد (زبیر) سے پوچھا کہ ابا جان میں نے آپ کو آتے جاتے دیکھا تھا (وہ کیا معاملہ تھا) تو انھوں نے پوچھا بیٹا کیا تو نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے کہا ہاں تو انھوں نے فرمایا کہ نبی کائنات ﷺ نے فرمایا تھا کہ بنو قریظہ کے حالات سے متعلق مجھے کون آگاہ کرے گا؟ تو میں (شدید خطرات کے باوجود چلا گیا) جب میں لوٹ کر آیا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ”فِدَاكَ اَبِيْ وَ اُمِّيْ“ کہ ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ﷺ

نے میرے لیے اپنے ماں باپ دونوں کو جمع کیا تھا۔"

حضرت عروہ فرماتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن صحابہ کرام ﷺ نے حضرت زبیر سے فرمایا کیا آپ (کفار پر) حملہ آور نہیں ہوتے؟ ہم بھی آپ کے ساتھ حملہ آور ہوں گے حضرت زبیر نے کفار پر حملہ کر دیا کفار نے انھیں کندھے پر دو زخم لگائے ان دو زخموں کے درمیان ایک وہ زخم بھی تھا جو انھیں بدر کی جنگ میں لگا تھا۔

عروہ فرماتے ہیں کہ جب میں چھوٹا تھا تب میں اپنی انگلیاں ان زخموں کے سوراخوں میں داخل کر لیتا اور کھیلتا رہتا تھا۔

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الزبیر بن عوام، رقم: ۳۷۱۹، ۳۷۲۰، ۳۷۲۱

تذکرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگوں میں نبی ﷺ کا خوب دفاع کرتے تھے:

حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں کہ بعض ایسی بھی جنگیں تھیں کہ ایک موقع پر نبی ﷺ کے ساتھ حضرت طلحہ اور حضرت سعد کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

حضرت قیس بن حازم فرماتے ہیں:

« رَأَيْتُ يَدَ طَلْحَةَ الَّتِيْ وَقَى بِهَا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ قَدْ شَلَّتْ »

"میں نے حضرت طلحہ کا وہ ہاتھ دیکھا تھا جس سے وہ (جنگوں میں) رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے وہ شل ہو چکا تھا۔"

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب طلحه بن عبید اللہ، رقم: ۳۷۲۲، ۳۷۲۳

ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے بھاگ گئے اس وقت حضرت ابوطلحہ نبی ﷺ کے سامنے ڈھال کی آڑ کیے ہوئے تھے اور حضرت ابوطلحہ زبردست تیر انداز اور تیر کمان چلانے

کے ماہر تھے۔ احد میں انھوں نے دو یا تین کمانیں (چلانے کی وجہ سے) توڑی تھیں، جب کوئی شخص تیروں کی ترکش لیے آپ ﷺ کے سامنے سے گزرتا تو آپ ﷺ فرماتے:

«اُنْثُرْهَا لِاَبِیْ طَلْحَةَ»

"یہ تیر ابوطلحہ کے سامنے بکھیر دو۔"

اور رسول کریم ﷺ کھڑے ہو کر کفار کی طرف دیکھتے حضرت ابوطلحہ فرماتے:

«بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ لَا تُشْرِفْ یُصِیْبُكَ سَهْمٌ مِنْ سِهَامِ الْقَوْمِ نَحْرِیْ دُوْنَ نَحْرِكَ»

"میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ان کی طرف نہ دیکھیں کہیں آپ کو کفار کا کوئی تیر نہ لگ جائے میرا سینہ آپ کے سینہ کے آگے حاضر ہے آنے والا تیر مجھے لگے آپ کو نہیں۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم کو دیکھا وہ پنڈلیوں سے کپڑا ہٹائے ہوئے تھیں مجھے ان کی پنڈلیوں کے زیور نظر آرہے تھے اور اپنی پیٹھوں پر پانی کی مشکیں اٹھا کر دوڑ رہی تھیں وہ زخمیوں کے پانی ڈال دیتیں پھر واپس جاتیں اور دوبارہ بھر کر لاتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، حضرت ابوطلحہ کے ہاتھوں سے دو یا تین بار تلوار گر پڑی تھی۔ (بخاری، المغازی، باب غزوة احد: ٤٠٦٤)

تذکرہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت سعد رضی اللہ عنہ مشکل حالات میں مسلمان ہونے والوں میں ہیں:

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعد سے سنا وہ فرماتے تھے کہ احد کے دن نبی ﷺ نے میرے لیے اپنے ماں باپ دونوں کو جمع کیا تھا (آپ ﷺ نے فرمایا: اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں)

ایک روایت میں ہے حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں تیسرا مسلمان تھا۔ (کچھ روایات میں ہے کہ حضرت سعد نے فرمایا میں ساتواں مسلمان تھا (اس سے مراد یہ ہو گا کہ تین مسلمان مردوں میں سے ایک یہ تھے اگر عورتوں کو شامل کیا جائے تب یہ ساتویں مسلمان تھے۔ اللہ اعلم)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں پہلا عربی ہوں جس نے اللہ کے راستے میں تیر چلایا تھا اور ہم نبی ﷺ کے ساتھ جہاد پر جایا کرتے تھے اور ہمارے کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی سوائے درختوں کے پتوں کے حتی کہ جب ہم میں سے کوئی قضاء حاجت کے لیے جاتا تو اونٹ کی لید یا بکری کی مینگنی کی طرح کا پاخانہ کرتا تھا اور وہ آپس میں جڑا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ اور آج بنو اسد میرے اسلام کی ہوٹنگ کرتے ہیں اگر اس طرح ہو تو پھر تو میں خسارے میں پڑ گیا اور میرے اعمال تباہ ہو گئے اور کوفے والوں نے عمر رضی اللہ عنہ کو میری شکایت کی کہ میں نماز بھی صحیح نہیں پڑھاتا۔ (ان للہ وانا الیہ راجعون)

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب سعد بن ابی وقاص، رقم: ۳۷۲۵، ۳۷۲۶، ۳۷۲۸

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی ماں نے انھیں اسلام سے منع کیا لیکن......

حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں کئی آیات نازل ہوئیں (اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں) کہ جب حضرت سعد مسلمان ہو گئے تو ان کی والدہ نے قسم اٹھالی کہ میں تجھ سے اس وقت تک نہیں بولوں گی جب تک تو اسلام سے نہیں پھر جائے گا اور نہ ہی میں کھاؤں گی اور نہ پیوں گی۔

اور اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور میں تیری ماں ہوں تجھے حکم دیتی ہوں کہ اس

دین سے باز آ جا۔ تین دن تک اس نے نہ کھایا نہ پیا، حتی کہ تکلیف بڑھ گئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی تو اس کا بیٹا عُمارہ آ گیا اس نے اسے پانی پلایا اور کھڑا کیا ہوش آنے پر اس نے حضرت سعد کو بد دعا دینی شروع کر دی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَ اِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تطعهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا...... ﴾

”ہم نے انسان کو والدین سے نیکی کرنے کی وصیت کی ہے لیکن اگر وہ میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرنے پر مجبور کریں جس کا تجھے علم نہیں ہے تو پھر ان کی اطاعت نہ کرنا ہاں دنیاوی معاملات میں ان کا اچھا ساتھی بن جا۔“ (مسلم فضائل الصحابة، باب فضائل سعد بن ابی وقاص: ٦٢٣٨)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے مشکل گھڑی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرہ دیا تھا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لے گئے تو ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (پریشانی یا دشمن کے خوف کی وجہ سے) نیند نہیں آ رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا مِنْ اَصْحَابِيْ يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ »

”کاش کہ کوئی نیک ساتھی ہوتا جو آج رات مجھ پر پہرہ دیتا۔“

(یہ واقعہ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ﴾ کے نزول سے پہلے کا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مدینے میں نئے آئے تھے۔)

اچانک ہم نے ہتھیاروں کی آواز سنی (ایک ہتھیار بند شخص آن پہنچا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا یہ کون ہے؟ اس شخص نے کہا میں سعد بن ابی وقاص ہوں آپ ﷺ نے فرمایا کس لیے آئے ہو؟ انھوں نے فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ پر حملے کا خطرہ محسوس ہوا اس لیے میں آپ کی حفاظت کے لیے آیا ہوں آپ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی پھر آپ سو گئے۔

ایک روایت میں ہے عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ آپ سو گئے پھر میں نے آپ کے خراٹے سنے۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل سعد بن ابی وقاص، رقم: ٦٢٣٠)

نبی ﷺ نے حضرت سعد ؓ سے فرمایا میرے ماں باپ قربان ہوں:

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں آپ ﷺ نے میرے لیے اپنے ماں باپ دونوں کو جمع (کر کے کہا تھا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں) ایک مشرک شخص نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچا رکھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اے سعد تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں چنانچہ میں نے ایک تیر چلایا جس کا پھل نہیں تھا وہ جا کر اس کے پہلو میں ایسا زور دار لگا تو وہ گر گیا اور اس کی شرمگاہ ننگی ہو گئی آپ ﷺ (اللہ کے دشمن کو قتل ہوتا ہوا دیکھ کر) ہنس پڑے حتی کہ آپ ﷺ کی داڑھیں نظر آ گئیں۔

حضرت سعد ؓ کو تلوار سے محبت ہو گئی:

حضرت سعد ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک جنگ میں بہت مال غنیمت حاصل ہوا اس میں ایک تلوار تھی (جو مجھے پسند آئی) میں نے وہ اٹھا لی اور نبی کریم ﷺ کے پاس آ گیا میں نے عرض کیا یہ تلوار نفلی طور پر مجھے عطا کر دیجیے آپ میرے متعلق جانتے ہی ہیں (کہ میں بہادر ہوں اور اس تلوار سے بہادری کے جوہر دکھاؤں گا) لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تلوار جہاں سے لی ہے وہیں پر رکھ دو

میں گیا اور اسے وہاں رکھ دینے کا ارادہ کیا لیکن میرے دل نے مجھے ملامت کیا (کہ یہ تلوار بھی نبی ﷺ سے نہیں لے سکتا؟) میں دوبارہ آپ ﷺ کے پاس پہنچا میں نے عرض کیا کہ یہ تلوار مجھے عنایت فرما دیں لیکن آپ ﷺ نے سختی سے فرمایا جہاں سے تلوار لی ہے وہیں پر رکھ دو۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ......﴾ کہ آپ سے مال غنیمت کے متعلق پوچھتے ہیں آپ فرما دیں کہ غنیمت کے مال اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں تم اللہ سے ڈرتے رہو۔"

(مسلم، الجهاد، باب الانفال: ٤٥٥٦)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کثیر مال صدقہ کرنے کا ارادہ کیا:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہو گیا میں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا آپ میرے پاس تشریف لائے میں نے عرض کی کہ آپ مجھے اجازت دیں میں جہاں چاہوں اپنا مال خرچ کروں لیکن آپ ﷺ نے انکار کر دیا میں نے کہا چلو آدھا مال خرچ کرنے کی اجازت دے دیں لیکن آپ ﷺ نے پھر بھی انکار کر دیا میں نے تہائی مال کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ اس پر خاموش ہو گئے (یہ رضا مندی کی علامت تھی) اس کے بعد تہائی مال صدقہ کرنا جائز ہو گیا۔

(بخاری، الوصايا، باب الوصية بالثلث: ٢٧٤٤)

شراب نوشی کا نقصان اور قرآنی آیت کا نزول:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی شراب حرام نہیں ہوئی تھی میرا گزر مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت پر ہوا انھوں نے مجھ سے کہا آؤ ہم آپ کو کھانا کھلائیں اور شراب پلائیں میں ان کے پاس باغ میں بیٹھ گیا وہاں اونٹ کا سر بھونا ہوا اور شراب کا مشکیزہ رکھا ہوا تھا میں نے گوشت کھایا اور شراب پی پھر وہاں مہاجرین و

انصار کا ذکر ہوا میں نے کہا مہاجرین انصار سے افضل ہیں تو ایک شخص (جو نشے میں مست تھا) اس نے (اونٹ کے) سر کا ایک جبڑہ اٹھا کر مجھے دے مارا جو میرے ناک پر لگا اور میرا ناک زخمی ہو گیا، میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس واقعے کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں شراب کے متعلق نازل فرمایا

﴿ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ﴾ (المائدہ: ۹۰)

''کہ شراب جوا، بت اور تیروں سے قسمت آزمائی پلید اور شیطانی عمل سے ہیں۔'' (مسلم، فضائل الصحابة باب فضائل سعد: ۶۲۳۸)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اللہ کے ہاں قدر و منزلت:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چھ افراد مسلمان ہو چکے تھے مشرکین نے نبی ﷺ سے کہا کہ آپ ان (غریب و نادار) لوگوں کو بھگا دیں یہ ہم پر جرأت نہ کریں۔ اس وقت مسلمان افراد (چوتھے) میں اور ابن مسعود، بنو ہذیل کا ایک شخص، بلال اور دو مردوں کا نام میں نہیں لیتا۔

نبی ﷺ کے دل میں جو اللہ چاہتا تھا خیال آیا آپ نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَ لَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ﴾

''آپ ان لوگوں کو نہ بھگائیں جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس سے ان کا ارادہ اللہ کی رضا کا حصول ہے۔''

مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل سعد بن ابی وقاص، رقم: ۶۲۴۱

سعد کی بد دعا سے کوفی کا دماغی توازن خراب:

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو کوفے کا گورنر مقرر کیا لیکن کوفہ کے باشندوں نے ان کی شکایات حصرت عمر کے پاس آ کر کیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد کو معزول کر کے حضرت عمار کو کوفے کا گورنر بنا دیا کوفے کے لوگوں، سعد رضی اللہ عنہ کی شکایات کیں یہاں تک کہہ دیا کہ سعد رضی اللہ عنہ کو تو نماز بھی پڑھانی نہیں آتی۔

اس صورت حال کے پیش نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سعد کو بلوا بھیجا وہ آئے تو فرمایا اے سعد کوفی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نماز بھی صحیح نہیں پڑھایا کرتے تھے (اس کے بارے میں آپ کیا کہنا چاہیں گے؟)

حضرت سعد نے فرمایا کہ میں انھیں نبی کریم ﷺ کی نماز ہی پڑھایا کرتا تھا میں اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں برتتا تھا، میں انھیں عشاء کی نماز پڑھاتے وقت پہلی دو رکعتوں کو لمبا اور دوسری دو رکعتوں کو چھوٹا کیا کرتا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

« ذَاكَ الظَّنُّ بِكَ يَا اَبَا اِسْحَاقَ »

”اے سعد آپ کے بارے میں میرا یہی خیال تھا (کہ آپ ﷺ نبی مکرم ﷺ والی نماز ہی پڑھاتے ہوں گے۔)

پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ان شکایات کی تحقیق کے لیے کچھ آدمی بھیجے انھوں نے کوفے کی تمام مساجد میں جا کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو تمام مساجد کے لوگوں نے ان کی تعریف کی لیکن تحقیقی ٹیم جب بنوعبس کی مسجد میں گئی تو وہاں اسامہ بن قتادہ نامی شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تم نے ہم پر قسم ہی ڈالی ہے تو پھر سنو:

« فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيرُ بِالسَّرِيَّةِ وَ لَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَ لَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ »

''سعد خود جہاد میں نہیں جایا کرتے تھے، اور نہ مال غنیمت کی تقسیم انصاف سے کیا کرتے تھے، اور نہ ہی فیصلوں میں انصاف کیا کرتے تھے۔''

حضرت سعد نے فرمایا (جس طرح اس نے مجھ پر تین الزام لگائے ہیں) میں بھی تین بددعائیں کرتا ہوں:

« اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ عَبْدُكَ ھٰذَا کَاذِبًا قَامَ رِیَاءً وَّ سُمْعَةً فَاَطِلْ عُمُرَهٗ وَ اَطِلْ فَقْرَهٗ وَ عَرِّضْهُ بِالْفِتَنِ»

''اے اللہ! اگر تیرا یہ بندہ جھوٹا ہے اور یہ ریا اور لوگوں کو سنوارنے کے لیے کھڑا ہوا تو پھر اس کی عمر دراز کردے۔ اس کی محتاجی لمبی کردے اور اس کو فتنوں میں مبتلا کردینا (راوی عبدالملک نے کہا)

میں نے خود اسے دیکھا کہ لمبی کے باعث اس کی بھوئیں اس کی آنکھوں پر گر چکی تھیں (دماغی توازن خراب ہونے کے باعث) وہ راستوں پر آتی جاتی لڑکیوں سے چھیڑ خانی کیا کرتا تھا جب اس سے پوچھا جاتا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے تو وہ کہتا تھا:

« شَیْخٌ کَبِیْرٌ مَفْتُوْنٌ اَصَابَتْنِیْ دَعْوَةُ سَعْدٍ»

''میں انتہائی بوڑھا ہو چکا ہوں اور فتنوں میں مبتلا ہو چکا ہوں، مجھے حضرت سعد کی بددعا لگ گئی ہے۔''

بخاری، کتاب الاذان، باب وجوب القراءة للامام......رقم: ۷۵۵

تذکرہ حضرت ابو العاص ؓ

حضرت مسور بن مخرمہ فرماتے ہیں کہ علی ؓ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کا پیغام بھیجا اس بات کا علم حضرت فاطمہ ؓ کو ہوا تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور فرمانے لگیں کہ آپ کی قوم کا خیال ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے حق میں غصہ نہیں کیا کرتے، علی ؓ کو دیکھیں وہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنا

چاہتے ہیں۔

آپ ﷺ نے یہ سنا تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا اس میں یہ فرمایا اما بعد، میں نے ابو العاص بن ربیع سے (اپنی بیٹی زینب کا) نکاح کر دیا تو اس نے مجھ سے جو بات کہی وہ سچ کر دکھائی اور فرمایا:

« اِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِّنِّیْ وَ اِنِّیْ اَکْرَهُ اَنْ یَّسُوْءَ هَا وَاللّٰهِ لَا یَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ بِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ عِنْدَ رَجُلٍ وَاحِدٍ »

"فاطمہ میرا ٹکڑا ہے مجھے یہ بات ناپسند ہے کہ اس کو کوئی تکلیف ہو اللہ کی قسم رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں نہیں ہو سکتیں۔"

پھر علی رضی اللہ عنہ نے یہ رشتہ چھوڑ دیا۔

بخاری، کتاب المناقب ،باب ذِکرِ اَصْهَارِ النَّبِی صلی اللّٰہ علیه وسلم،رقم: ۳۷۲۹

تذکرہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو پیارے اور امارت کے لائق تھے:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جہادی لشکر روانہ فرمایا اور ان کا امیر حضرت اسامہ بن زید کو بنا دیا بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِنْ تَطْعَنُوْا فِیْ اِمَارَتِهٖ فَقَدْ کُنْتُمْ تَطْعَنُوْا فِیْ اِمَارَةِ اَبِیْهِ مِنْ قَبْلُ وَ اَیْمُ اللّٰهِ اِنْ کَانَ لَخَلِیْقًا لِّلْاِمَارَةِ »

"اگر آج تم نے اسامہ کی امارت (سپہ سالاری) پر اعتراض کیا ہے تو کل تم اس کے والد کی امارت پر بھی اعتراض کر چکے ہو حالانکہ اللہ کی قسم

وہ امارت کے لائق تھے اور وہ میرے ہاں زیادہ پیارے لوگوں میں سے ایک تھے پھر زید کی وفات کے بعد اسامہ بھی مجھے بہت پیارے ہیں۔''

(بخاری ، کتاب المناقب ، باب مناقب زید بن حارثہ،رقم: ۳۷۳۰)

نبی ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بیٹا بنایا ہوا تھا:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے ہم حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد (یعنی محمد ﷺ کا بیٹا) کہا کرتے تھے۔ (کیونکہ نبی ﷺ کے پاس بچپن سے رہ رہے تھے اور آپ ﷺ نے انھیں اپنا بیٹا بنا لیا تھا) پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآءِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (احزاب: ٤)

'' تم ان (منہ بولے بیٹوں) کو ان کے باپوں (کے ناموں) کے ساتھ پکارو اللہ کے ہاں یہ زیادہ انصاف والی بات ہے۔''

(تب ہم نے انھیں زید بن حارثہ کے نام سے پکارنا شروع کر دیا)

مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل زید بن حارثہ: ٦٢٦٢

تذکرہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے محبوب تھے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی (اس پر حد لگنی تھی جس سے قریش خاندان کی بے عزتی تھی اس لیے انھوں نے اس حد کو ٹالنا چاہا) تو انھوں نے کہا کہ کون جا کر نبی ﷺ سے اس سلسلے میں بات کرے گا؟ (پھر کہنے لگے کہ) نبی ﷺ سے اسامہ بن زید کے علاوہ کوئی بات نہیں کر سکتا (ایک روایت میں ہے کہ وہ نبی ﷺ کو پیارے ہیں) چنانچہ اسامہ بن زید نے جا کر سفارش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَ اِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الشَّرِیْفُ تَرَکُوْہُ وَ اِذَا سَرَقَ فِیْھِمُ الضَّعِیْفُ قَطَعُوْہُ وَ لَوْ کَانَتْ فَاطِمَۃُ لَقَطَعْتُ یَدَھَا »

”بنی اسرائیل میں جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے لیکن جب کوئی غریب آدمی چوری کرتا تھا تو اس پر حد جاری کر دیتے تھے (اے اسامہ کیا اللہ کی حدوں میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟) (میری بیٹی) فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔“

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مجھے اور حضرت حسن کو لیتے اور فرماتے تھے:

« اَللّٰھُمَّ اَحِبَّھُمَا فَاِنِّیْ اُحِبُّھُمَا »

”اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔“

(بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب اسامۃ ابن زید، رقم: ۳۷۳۳، ۳۷۳۵)

نبی ﷺ نے کعبہ میں نماز پڑھی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ساتھ تھے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (فتح مکہ کے موقع پر) آپ ﷺ کعبہ کے اندر داخل ہوئے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت اسامہ بن زید، بلال، عثمان بن طلحہ حجبی رضی اللہ عنہم تھے آپ ﷺ نے دروازہ بند کر لیا اور کچھ دیر اندر رہے جب آپ ﷺ باہر آئے انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ایک ستون اپنے دائیں اور ایک بائیں اور تین ستون اپنے پیچھے کر لیے پھر آپ ﷺ نے (دو رکعت) نماز پڑھی۔

(راوی کہتا ہے کہ) اس وقت کعبے کے چھ ستون تھے امام مالک کی روایت میں

ہے کہ آپ کے دائیں جانب دو ستون تھے (یہ بات ہی درست ہے)

بخاری کتاب الصلوۃ باب الصلاۃ بین السواری"رقم: ٥٠٥

تذکرہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تہجد گزار تھے:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی زندگی میں کوئی شخص خواب دیکھتا تھا تو وہ نبی ﷺ کے سامنے بیان کیا کرتا تھا، میری بھی خواہش ہوا کرتی تھی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھوں اور اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس بیان کروں تب میں نوجوان اور غیر شادی شدہ تھا اور میں مسجد نبوی میں سویا کرتا تھا ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ دو فرشتوں نے مجھے اپنے ساتھ لیا اور آگ کے پاس لے گئے جو کنویں میں جل رہی تھی اور کنویں کے جیسے دو جانب ہوتے ہیں اس کے بھی دو جانب تھے میں نے اس کنویں میں کچھ لوگوں کو دیکھا جنہیں میں نے پہچان لیا میں نے یہ منظر دیکھ کر یہ کہنا شروع کیا:

«اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ النَّارِ......»

"میں آگ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں میں آگ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔"

پھر ایک اور فرشتہ آ گیا اس نے کہا تمہیں کسی قسم کی گھبراہٹ نہیں ہونی چاہیے۔ میں نے یہ خواب حضرت حفصہ کو بیان کیا (جو ابن عمر کی ہمشیرہ اور نبی ﷺ کی بیوی تھیں) حضرت حفصہ نے یہ خواب نبی ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ»

"عبداللہ اچھا انسان ہے کاش کہ وہ رات کو نماز پڑھتا۔"

حضرت سالم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد عبداللہ بن عمر رات کا تھوڑا حصہ سوتے

تھے (تقریباً تمام رات ذکر الٰہی میں گزارتے تھے)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ»

”عبداللہ نیک انسان ہے۔“

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبد اللہ بن عمر، رقم: ٣٧٣٩، ٣٧٤٠

تذکرہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امین الامہ کا لقب ملا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينًا وَ إِنَّ أَمِينَنَا أَيَّتُهَا الْأُمَّةُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ»

”ہر امت کا کوئی امین ہوتا ہے لیکن امت محمدیہ ﷺ کے امین ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔“

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نجران والوں سے فرمایا کہ میں تمھارے پاس ایسے شخص کو بھیجوں گا جو حقیقی امین ہو گا یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے (امیر بننے کی) حرص کا اظہار کیا لیکن آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ کو امیر بنا کر بھیج دیا۔ (بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی عبیدة، رقم: ٣٧٤٤، ٣٧٤٥)

ایک روایت میں ہے کہ یمن کے لوگ نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے پاس کسی شخص کو بھیجیں وہ ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے تو آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

«هٰذَا أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ»

”یہ اس امت کے امین ہیں (انھیں لے جاؤ)۔“

مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل ابو عبیدہ بن الجراح: ٦٢٥٤

تذکرہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پیارے تھے:

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ مجھے اور حضرت حسن کو لیتے اور فرماتے تھے:

« اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا فَاَحِبَّهُمَا »

”اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر۔“

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ»

”اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔“

حضرت عقبہ بن حارث فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے:

« بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ لَیْسَ شَبِیْهًا بِعَلِیٍّ »

”حضرت حسن نبی ﷺ کے مشابہ ہیں علی رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں ہیں یہ سن کر علی رضی اللہ عنہ ہنس رہے تھے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے ہم شکل تھے۔

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، رقم: ٣٧٤٧، ٣٧٤٩، ٣٧٥٠

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں اور نبی ﷺ دن کے وقت بنو قینقاع کی

بازار کی طرف گئے نہ آپ ﷺ مجھ سے بات کرتے تھے اور نہ ہی میں آپ ﷺ سے باتیں کر رہا تھا پھر جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو آپ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا:

« اَثَمَّ لُكَعُ اَثَمَّ لُكَعُ »

"کیا یہاں بچہ (یعنی حسن) ہے یہاں بچہ ہے؟"

ہمارا خیال تھا کہ حضرت فاطمہ نے انھیں روک رکھا تھا اور انھیں نہلا اور کپڑے پہنا رہی ہیں پھر تھوڑی دیر میں حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور آپ ﷺ سے گلے مل گئے آپ ﷺ نے انھیں گلے لگایا اور فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهٗ فَاَحِبَّهٗ وَ اَحِبَّ مَنْ يُّحِبُّهٗ »

اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت کر۔"

(بخاری البیوع، باب ما ذکر فی الاَسْوَاق...... ٢١٢٢)

حضرت ایاس کے والد فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایک خچر پر سوار تھے میں خچر کو آگے سے کھینچ رہا تھا حتی کہ میں خچر کو آپ ﷺ کے حجر میں لے گیا اس دوران حسن و حسین میں سے ایک آپ ﷺ کے پیچھے اور ایک آگے بیٹھے ہوئے تھے۔

(مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل الحسن والحسین: ٦٢٦٠)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مسلمان جماعتوں میں صلح کرادی:

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ منبر پر کھڑے تھے اور حضرت حسن بن علی آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے آپ ﷺ ایک بار لوگوں کی طرف دیکھتے اور دوسری بار حضرت حسن کی طرف آپ ﷺ کو اس وقت میں نے یہ فرماتے سنا:

« اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَ لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ »

”یہ میرا بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔“

(چنانچہ حضرت معاویہ اور علی رضی اللہ عنہما کے درمیان جنگ ہوئی تھی حضرت حسن نے اپنے دور خلافت میں باپ سے ملی خلافت معاویہ رضی اللہ عنہما کے حوالے کر کے دو جماعتوں کے درمیان جھگڑا ختم کرا دیا۔ صدق رسول اللہ ﷺ)

(بخاری، باب مناقب الحسن والحسین: ۳۷٤٦)

تذکرہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص (جو عراق کا رہنے والا تھا اس) نے پوچھا کہ اگر محرم شخص مکھی کو مار ڈالتا ہے (اس پر کیا کفارہ ہے؟)

انھوں نے فرمایا اہل عراق کو دیکھو کہ مکھی کے متعلق پوچھتے ہیں حالانکہ انھوں نے نبی ﷺ کے نواسے کو شہید کر دیا (اور انھیں اس میں کسی قسم کا شرم وحیاء نہ آیا) حالانکہ نبی ﷺ نے فرمایا تھا:

« هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا »

”یہ دونوں (حضرت حسن وحسین) دنیا میں میرے مہکتے ہوئے پھول ہیں۔“

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین، رقم: ۳۷۵۳

حضرت حسن وحسین نبی ﷺ کے اہل بیت میں شامل ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن نبی ﷺ کے پاس ایک نقش دار کالے بالوں والی چادر تھی، حضرت حسن آئے آپ ﷺ نے انھیں چادر میں داخل کیا پھر

حضرت حسین آئے انھیں بھی چادر میں داخل کیا پھر حضرت فاطمہ آئیں تو آپ ﷺ نے انھیں بھی چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو انھیں بھی اس میں داخل کر لیا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴾ (الاحزاب: ٣٣)

"اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے اے اہل بیت اللہ تعالیٰ تم سے ناپاکی کو ختم کر دے اور تمھیں پاک کر دے۔"

مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل الحسن والحسین، رقم: ٦٢٦١

تذکرہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاؤں کی آہٹ جنت میں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں ہوں میں نے جنت میں حضرت رمیصاء (ام سلیم کو دیکھا اور میں نے کسی کے چلنے کی آہٹ سنی (لیکن چلنے والا نظر نہیں آ رہا تھا) میں نے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے (جبرئیل نے) فرمایا یہ حضرت بلال ہیں پھر میں نے جنت میں ایک (عالی شان) محل دیکھا اور اس کے صحن میں ایک حور دیکھی جو وضوء کر رہی تھی میں نے پوچھا کہ یہ (حور) کس کی ہے؟ جواب ملا یہ عمر رضی اللہ عنہ کی ہے میں نے چاہا کہ محل کو (اندر جا کر) دیکھوں لیکن مجھے (اے عمر) تیری غیرت یاد آئی (تو پلٹ آیا)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رو پڑے اور فرمانے لگے:

« بِاَبِيْ وَ اُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَ عَلَيْكَ اَغَارُ»

"میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ پر مجھے غیرت آتی؟"

(یعنی غیرت تو اس پر آتی ہے جس پر اعتماد نہ ہو اللہ کے رسول ﷺ پر بے اعتمادی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)

بخاری، کتاب المناقب، باب فضائل عمر رضی اللّٰه عنه ،رقم: ٣٦٧٩

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت بلال سے فرمایا آپ مجھے بتاؤ کہ مسلمان ہونے کے بعد آپ نے وہ کونسا عمل کیا ہے جس کے نفع کی آپ کو بہت زیادہ امید ہو؟ کیونکہ میں نے خواب میں جنت کے اندر تمھارے چلنے کی آواز اپنے آگے آگے سنی ہے۔ تو بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اسلام میں زیادہ امید والا عمل میں نے یہ کیا ہے (یعنی میں وہی اعمال ہی کرتا ہوں جو دوسرے مسلمان کرتے ہیں لیکن ایک خاص عمل میں نے یہ کیا ہے کہ) میں دن کو یا رات کو جب بھی وضو کرتا ہوں تو کچھ نہ کچھ نماز (نفل) ادا کر لیتا ہوں۔

مسلم، کتاب الفضائل ،باب فضائل ام سلیم وبلال،رقم: ٦٣٢٤

بلال رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ اپنا سردار کہتے تھے:

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

«اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَ اَعْتَقَ سَیِّدَنَا»

’’حضرت ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انھوں نے ہمارے سردار، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (امیہ لعین سے) آزاد کرایا تھا۔‘‘

(بخاری، فضائل الصحابة،باب مناقب بلال...... ٣٧٥٤

حضرت بلال رضی اللہ عنہ وفات نبوی ﷺ کے بعد:

حضرت قیس بن ابو خالد فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ اگر آپ نے مجھے اپنی ذات کے لیے آزاد کرایا تھا تو پھر مجھے (مدینے میں رہنے پر مجبور نہ کریں)

بخاری، کتاب المناقب ، باب مناقب بلال بن رباح، رقم: ۳۷۵۵

کرمانی میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت بلال نے مدینہ منورہ چھوڑ کر چلے جانے کا ارادہ کر لیا تو حضرت ابو بکر نے انھیں منع کیا اور فرمایا کہ تم مسجد نبوی میں مؤذن رہو تو حضرت بلال نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد مدینے میں نہیں رہوں گا مسجد نبوی کو اللہ کے نبی سے خالی پا کر میں ہر گز صبر نہیں کر سکتا۔ انتہی۔

اور طبقات ابن سعد میں ہے کہ (جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو روکا تو انھوں نے فرمایا کہ مؤمن کا سب سے افضل عمل جہاد ہوتا ہے اس لیے میرا ارادہ ہے کہ میں جہاد میں چلا جاؤ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال سے فرمایا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں اور تم پر جو میرا حق (خلیفہ اور امیر ہونے کا ہے اس) کا واسطہ دیتا ہوں آپ نہ جائیں بالآخر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس مدینے میں رکھ لیا پھر جب وہ فوت ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے انھوں نے انھیں چلے جانے کی اجازت دے دی پھر وہ شام میں چلے گئے اور ۱۸ھ کو عمواس کی طاعون میں اور بعض نے کہا کہ ۲۰ کو وفات پائی تھی۔ (رضی اللہ عنہ)

بحوالہ حاشیہ بخاری، باب مناقب بلال رضی اللہ عنہ

تذکرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں نے آپ ﷺ کے لیے وضو کا پانی تیار کر کے رکھ دیا تو جب آپ ﷺ آئے اور پوچھا کہ یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ میں نے کہا میں نے رکھا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ »

”اے اللہ ان کو دین کی سمجھ عطا فرما دے۔“

مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل ابن عباس، رقم: ٦٣٦٨

بخاری کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

« اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ »

ایک روایت میں ہے:

« اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ »

”اے اللہ انھیں حکمت (سنت نبوی) کی تعلیم دے، اے اللہ انھیں قرآن مقدس کی تعلیم سے نواز دے۔“

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبد الله بن عباس، رقم: ٣٧٥٦)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا طلب علمی کا شوق:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جا رہا اور وہ میری کی خالہ ہیں میں بستر کی چوڑائی میں لیٹ گیا رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کی بیوی میمونہ رضی اللہ عنہا اس کے طول میں لیٹ گئے چنانچہ رسول اللہ ﷺ سوئے رہے تقریباً جب آدھی رات کو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور نیند (کے آثار) کو مٹانے کے لیے اپنے چہرہ مبارک کو اپنے ہاتھ سے ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے اور آل عمران کی آخری دس آیات آپ ﷺ نے تلاوت فرمائیں پھر اس کے بعد ایک لٹکی ہوئی مشک کی طرف (جا کر) آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور اس سے اچھی طرح وضو کیا پھر نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پھر میں بھی اٹھا اور جس طرح نبی کریم ﷺ نے کیا تھا میں نے (بھی ویسا ہی) کیا اور آپ ﷺ کے بائیں پہلو میں کھڑا ہو گیا تو آپ ﷺ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا کان پکڑ کر اسے مروڑا اور

مجھے داہنی جانب کر لیا۔ پھر آپ ﷺ نے دو رکعتیں نماز پڑھی۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں، پھر وتر پڑھا۔ پھر لیٹے رہے یہاں تک کہ مؤذن آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور دو رکعت ہلکی (سنت فجر) پڑھیں پھر آپ ﷺ (مسجد) تشریف لے گئے اور صبح کی نماز پڑھی۔

(بخاری الوضوء، باب قراءة القرآن بعد الحدیث وغیرہ:۱۸۳)

تذکرہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو اللہ کی تلوار کا لقب ملا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (جنگ مؤتہ) سے) حضرت زید اور جعفر اور عبد اللہ بن رواحہ کی شہادت کی اطلاع آنے سے پہلے آپ ﷺ نے ہمیں (مدینہ منورہ میں) ان کی شہادت کی اطلاع دی تھی آپ ﷺ نے فرمایا پہلے حضرت زید بن حارثہ نے جھنڈا اٹھایا انھیں شہید کر دیا گیا پھر حضرت جعفر نے جھنڈا لے لیے تو وہ بھی شہید ہو گئے پھر حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید ہو گئے اس وقت آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے (پھر فرمایا) کہ پھر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑ لیا پھر ان کے ہاتھوں جنگ فتح ہوگئی۔ بخاری، کتاب المناقب باب، مناقب خالد بن ولید، رقم، ۳۷۵۷

ظہار کا کفارہ اور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت

جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب میاں بیوی میں لڑائی ہوجاتی تو خاوند غصہ کی حالت میں اپنی بیوی کو یوں کہہ دیتا کہ:

«أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي»

’’تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے۔‘‘

تو اسے دائمی طلاق سمجھا جاتا تھا، یہ صرف معمولی طلاق ہی نہ تھی بلکہ شدید قسم کی طلاق سمجھی جاتی تھی، جس کے بعد دونوں میاں بیوی کے مل بیٹھنے کی کوئی صورت باقی نہ رہتی تھی۔ اس بے ہودہ رسم کے متعلق مسلمانوں کو بتایا جا رہا ہے کہ کسی کے ظہار کرنے یعنی اپنی بیوی کو ماں کی پیٹھ کی طرح کہہ دینے سے وہ اس کی ماں نہیں بن جاتی اور نہ اللہ نے کوئی ایسا قانون بنایا ہے۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! میرے اور میرے خاوند اوس بن صامت کے بارے میں اس سورۂ مجادلہ کی شروع کی چار آیتیں اتری ہیں۔ میں ان کے گھر میں تھی، یہ بوڑھے بڑی عمر کے تھے اور کچھ اخلاق کے بھی اچھے نہ تھے۔

ایک دن باتوں ہی باتوں میں...... میں نے اس کی کسی بات کے خلاف کیا اور انھیں کچھ جواب دیا جس پر وہ بڑے غضب ناک ہوئے اور غصے میں کہہ دیا کہ تو مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے، پھر گھر سے چلے گئے اور قومی مجلس میں کچھ دیر بیٹھے رہے، پھر واپس آئے اور مجھ سے خاص بات چیت کرنا چاہی، میں نے کہا اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں خولہ کی جان ہے! تمھارے اس کہنے کے بعد اب یہ بات نا ممکن ہے یہاں تک کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ ہمارے بارے میں نہ ہو۔ لیکن وہ نہ مانے اور زبردستی کرنے لگے مگر چونکہ کمزور اور ضعیف تھے، میں ان پر غالب آ گئی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ میں اپنی پڑوسن کے ہاں گئی، اس سے کپڑا مانگا اور اسے اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جا پہنچی۔ اس واقعہ کو بیان کیا اور بھی اپنی مصیبتیں اور تکلیفیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ آپ یہی فرماتے جاتے تھے:

’’خولہ! اپنے خاوند کے بارے میں اللہ سے ڈرو، وہ بڑے بوڑھے ہیں، نیز

آپ ﷺ نے فرما دیا: ’’میں یہ سمجھتا ہوں کہ تو اس پر حرام ہو گئی۔‘‘ اس پر خولہ آپ ﷺ سے کہنے لگی کہ یارسول اللہ ﷺ! میرے خاوند نے طلاق کا لفظ تو نہیں بولا تھا۔ میں نے جوانی تو اس کے ہاں گزار دی، اب بڑھاپا کس کے پاس گزاروں گی؟ نیز میری اس سے اولاد بھی ہے، اگر میں اس سے دستبردار ہو جاؤں تو اولاد بے توجہی کی نذر ہو جائے گی اور اگر اپنے پاس رکھوں تو ان کے اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ وہ ساتھ ہی ساتھ روتی بھی جاتی تھی اور یہ کہتی بھی جاتی تھی کہ مجھے کوئی بہتر صورت بتائیے۔ اور یہ بھی کہ اللہ میرے حق میں کوئی بہتر فیصلہ نازل فرمائے۔

یہ اسی خستہ حالی میں واپس جا رہی تھیں کہ آپ ﷺ نے اسے واپس بلایا، واپس اس لیے بلایا کہ عرش والے رب نے حضرت خولہ کی بے بسی کو سنا اور خولہ کی بے بسی کو دور کر دیا، مشکل کو حل کر دیا اپنے نبی پر قرآن کا یہ مقام نازل فرمایا:

﴿ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ① اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِيْ وَلَدْنَهُمْ وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ② وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ﴾ (المجادلة : ١۔٤)

''(اے پیغمبر!) جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث و جدال کرتی اور اللہ سے شکایت (رنج و ملال) کر رہی تھی، اللہ نے اس کی التجا سن لی اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا، کچھ شک نہیں کہ اللہ سنتا دیکھتا ہے۔ جو لوگ تم میں سے اپنی عورتوں کو ماں کہہ دیتے ہیں، وہ ان کی مائیں نہیں (ہو جاتیں) ان کی مائیں تو وہی ہیں جن کے بطن سے وہ پیدا ہوئے۔ بے شک وہ نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور اللہ بڑا معاف کرنے والا (اور) بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ بیٹھیں پھر اپنے قول سے رجوع کر لیں تو (انھیں) ہم بستر ہونے سے پہلے ایک غلام آزاد کرنا (ضروری) ہے۔ (مومنو!) اس (حکم) سے تمھیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبر دار ہے۔ جسے غلام نہ ملے وہ مجامعت سے پہلے متواتر دو مہینے کے روزے رکھے جسے اس کا بھی مقدور نہ ہو (اسے) ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا (چاہیے)۔ یہ (حکم) اس لیے (ہے) کہ تم اللہ اور رسول ﷺ کے فرمانبردار ہو جاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کے لیے درد دینے والا عذاب ہے۔''

قارئین کرام! ہم نے مسند احمد اور ابوداؤد کے حوالے سے تفسیر ابن کثیر اور تیسیر القرآن میں مذکور حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ آپ کے سامنے رکھا ...... جناب رسول کریم ﷺ نے اللہ کے احکامات سے حضرت خولہ کو آگاہ کیا اور فرمایا: ''جاؤ، اپنے خاوند سے کہو کہ اس غلطی کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کر دیں۔'' حضرت خولہ کہتی ہیں

میں نے عرض کی: ”حضور! ان کے پاس غلام کہاں؟ وہ تو بڑے مسکین آدمی ہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا، دو مہینے کے لگاتار روزے رکھ لیں۔“ میں نے کہا: ”حضور ﷺ! وہ تو بڑی عمر کے بوڑھے ناتواں اور کمزور ہیں، انھیں دو ماہ روزوں کی بھی طاقت نہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر ساٹھ مسکینوں کو ایک وسق (تقریباً ۴ من) کھجور دے دیں۔“ میں نے کہا: ”اس مسکین کے پاس یہ بھی طاقت نہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اچھا! آدھا وسق میں دے دیتا ہوں۔“ اس پر میں نے کہا: ”ٹھیک ہے آدھا وسق میں دے دیتی ہوں۔“ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ”یہ تو آپ نے بہت اچھا کیا، ٹھیک ہے، جاؤ یہ ادا کرو اور اپنے خاوند کے ساتھ جو تمہارے چچا کا لڑکا ہے۔ اس سے محبت، پیار اور خیر خواہی سے گزارہ کرو۔“

صحابہ کرام کے دلوں میں حضرت خولہ ؓ کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی۔ ایک دفعہ حضرت عمر ؓ اپنے دور خلافت میں کہیں جا رہے تھے کہ حضرت خولہ ؓ نے راستہ ہی میں آپ کو بلایا اور کچھ بات کرنے لگیں، حضرت عمر ؓ کھڑے ہو کر بڑی توجہ اور انہماک سے حضرت خولہ ؓ کی بات سننے لگے۔ کسی نے حضرت عمر ؓ سے پوچھ لیا، جناب والا! سبب کیا ہے کہ آپ اس بڑھیا کی بات بڑی توجہ سے سن کر اسے اتنی اہمیت دے رہے تھے۔ حضرت فاروق اعظم ؓ نے فرمایا: ”یہ وہ عورت ہے جس کی بات اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سن لی تھی، عمر کی کیا مجال ہے کہ اس کی بات کی طرف توجہ نہ دے۔“ (منقول از مؤمن عورتوں کی کرامات)

تذکرہ حضرت عمرو بن عاص ؓ

حضرت عمرو بن عاص ؓ پر خوف الٰہی:

حضرت ابن شماسہ مہری فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو بن عاص ؓ کے پاس

اس وقت گئے تھے جب کہ وہ موت کی کشمکش میں تھے وہ بہت روئے اور روتے ہوئے اپنا چہرہ دیوار کی طرف کر لیا۔ حضرت عمرو کے بیٹے نے کہا ابو جان کہ کیا آپ کو نبی ﷺ نے فلاں فلاں خوشخبری نہیں دی تھی؟ (پھر پریشانی کیوں ہے؟)

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف منہ پھیر کر کہا کہ دیکھو سب سے افضل چیز جسے ہم نے (قیامت کے لیے) تیار کیا ہے وہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ" ہے لیکن میری زندگی تین حصوں پر مشتمل ہے۔

① ایک وقت تھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کا سخت ترین دشمن تھا اور میری سب سے زیادہ پسندیدہ خواہش یہ تھی کہ میں موقع پاؤں اور رسول اللہ ﷺ کو شہید کر ڈالوں اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو میں یقیناً جہنمی ہوتا۔

② پھر جب اللہ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی تو میں سکتا تھا اگر مجھ سے کوئی کہے کہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک بتاؤ تو میں قطعاً بیان نہیں کر سکوں گا کیونکہ آنکھ بھر کر میں نے آپ ﷺ کو دیکھا ہی نہیں تھا اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو مجھے امید تھی کہ میں جنتی بن جاتا۔

③ پھر ہمیں حکومتیں ملیں میں نہیں جانتا کہ ان کے بارے میں میرا کیا بنے گا۔

اب سنو جب میں مر جاؤں تو میرے ساتھ نہ کوئی نوحہ کرنے والی عورت جائے اور نہ ہی آگ لے جاؤ پھر جب مجھے دفن کرو تو مجھ پر آرام سے مٹی ڈالنا پھر میری قبر پر اتنی دیر کھڑے (ہو کر استغفار کرتے) رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے حتیٰ کہ میں تمھارے ساتھ مانوس ہو جاؤں اور میں دیکھ لوں کہ میں اپنے رب کے قاصدوں (یعنی فرشتوں) کو کیا جواب دیتا ہوں؟

مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ......رقم: ۳۲۱

تذکرہ حضرت ابی دجانہ رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار لی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تلوار کون لیتا ہے؟

تمام صحابہ نے اپنے ہاتھ (تلوار لینے کے لیے) بڑھا دیے ہر ایک نے کہا مجھے دے دیں ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: « مَنْ يَّأْخُذُهٗ بِحَقِّهٖ » کہ اس تلوار کا حق ادا کرنے کی شرط پر کون لیتا ہے (یعنی اس تلوار کے ساتھ اتنا جہاد کرے کہ حق ادا ہو جائے) تب صحابہ خاموش ہو گئے۔

حضرت ابودجانہ سماک بن خرشہ نے فرمایا کہ میں اس کا حق ادا کروں گا پھر انھوں نے وہ تلوار لے لی اس کے ساتھ مشرکین کی گردنیں اڑاتے رہے۔

مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل ابی دجانہ، رقم: ٦٣٥٣

تذکرہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

حضرت جابر کے والد عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی لاش چھ ماہ بعد سلامت تھی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جنگ احد ہوئی تو رات کو میرے والد نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ جنگ میں سب سے پہلے شہادت پانے والے صحابہ میں سے پہلے میں شہادت سے سرفراز ہونگا اور میرے نزدیک اللہ کے رسول کے بعد کوئی شخص مجھے تجھ سے زیادہ عزیز نہیں ہے دیکھو مجھ پر قرض ہے اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک اختیار کرتے رہنا جب صبح ہوئی (اور جنگ کا آغاز ہوا) تو سب سے پہلے میرے والد ہی شہید ہوئے (جنگ کے اختتام پر شہداء کو دفن کرتے وقت) میں نے اپنے والد کے ساتھ ایک اور شخص (یعنی اپنے والد کے دوست حضرت عمرو بن جموع) کو دفن کر دیا لیکن مجھے یہ اچھا نہ لگا کہ میرے والد

کسی (اور کے ساتھ قبر میں دفن ہوں چنانچہ چھ ماہ بعد) میں نے (قبر کو اکھیڑ کر) انہیں نکالا (اور ان کو الگ دفن کیا چھ ماہ کے بعد) وہ اسی طرح (نرم اور تازہ جسم والے) تھے جیسے وہ دفن کے وقت تھے ہاں صرف ان کے کان پر کچھ تبدیلی ہوئی تھی۔

بخاری کتاب الجنائز باب هل يخرج الميت من القبر……، رقم: ١٣٥١

حضرت عبداللہ پر فرشتوں کا سایہ:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد میں میرے باپ عبداللہ کی لاش کو لایا گیا جس کا مثلہ کیا گیا تھا میں نے ان کے چہرے سے کپڑا ہٹانا چاہا تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا لیکن آپ ﷺ نے خود کپڑا ہٹا دیا یا پھر آپ کے حکم سے لوگوں نے کپڑا ہٹایا (ایک روایت میں ہے کہ میں رونے لگا) مجھے لوگوں نے رونے سے منع کیا لیکن آپ ﷺ نے مجھے منع نہ کیا) آپ ﷺ نے ایک رونے والی عورت کی آواز سنی تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عمرو کی بیٹی یا (کہا کہ) عمرو کی بہن ہے (یعنی وہ عورت حضرت عبداللہ کی پھوپھی تھی یا بہن)

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« وَلِمَ تَبْكِیْ فَمَازَالَتِ الْمَلَائِكَتُه تُظِلُّهٗ بِاَجْنِحَتِهَا حَتّٰی رَفَعْتُمُوْهُ »

”یہ کیوں رو رہی ہے؟ حالانکہ جب تک تم (ان کی میت کو) نہیں اٹھاؤ گے تب تک فرشتے ان پر سایہ کیے رہیں گے۔“

بخاری الجنائز، باب ما يكره من النياحة: ١٢٩٣

تذکرہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کائنات ﷺ ایک جہادی سفر میں تشریف

لے گئے اور اس میں اللہ نے آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم کس کس کو گم پا رہے ہو؟ (یعنی کون کون شہید ہو گئے ہیں؟) صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ فلاں فلاں شخص نظر نہیں آ رہے ہیں پھر آپ ﷺ نے دوبارہ فرمایا کہ کوئی اور شخص؟ جسے تم گم پاتے ہو؟ صحابہ نے بتایا کہ فلاں فلاں شخص بھی زندہ نہیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کوئی اور شخص بھی گم پاتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا لیکن میں جلبیب کو گم پا رہا ہوں اسے تلاش کرو جب انہیں تلاش کیا گیا تو انہیں شہیدوں میں پایا گیا ان کے پہلو میں سات کفار مرے پڑے تھے۔ جنہیں حضرت جلیبیب نے مارا تھا پھر وہ خود بھی شہید ہوئے تھے۔

نبی ﷺ ان کی لاش پہ آئے اور فرمایا کہ انھوں نے سات افراد کو قتل کر کے شہادت پائی ہے« هٰذَا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ » ”یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں (یعنی ان کا اور ہمارا بہت گہرا تعلق ہے) پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنی کلائیوں پر اٹھا لیا پھر ان کے لئے قبر کھودی گئی اور انہیں بغیر غسل دفن کر دیا۔

مسلم کتاب الفضائل باب فضائل جلیبیب......رقم: ٦٣٥٨

تذکرہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا مفصل واقعہ:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی انیس اور ہماری والدہ اپنی قوم سے نکل کر اپنے ماموں کے گھر میں آئے ہمارے ماموں نے خوب عزت افزائی اور خوب خدمت کی اس پر ان کی قوم کو حسد آیا (کہ ان کی اتنی خاطر تواضع کیوں کی گئی) تو انھوں نے الزام لگا دیا اور ماموں سے کہا کہ جب تو اپنے گھر سے چلا گیا تو انیس نے تیری اہلیہ سے بدکاری کی تھی ہمارے ماموں نے یہ بات واضح لفظوں میں

آ کر کہی تو میں نے کہا کہ ماموں جان آپ نے جو اچھا سلوک ہم سے کیا اور خاطر تواضع کی (اس احسان پر) آپ نے پانی پھیر دیا اب ہم آپ کے پاس نہیں رہ سکتے پھر ہم اپنی سواریوں کے پاس آئے اور سوار ہو گئے اور ہمارے ماموں رو رہے تھے لیکن ہم وہاں سے چلے آئے اور مکہ کے قریب جا کر پڑاؤ ڈالا انیس نے ہمارے پاس موجود سواریوں کی شرط پر (اشعار میں) مقابلہ کیا پھر فیصلے کے لئے کاہن کے پاس گئے اس نے انیس کے حق میں فیصلہ دے دیا (کہ اس مقابلہ میں انعام کا مستحق انیس ہے)۔

پھر انیس ہمارے پاس اپنے اونٹ اور ان کے ساتھ مزید اتنے اونٹ لے کر آ گیا

حضرت عبداللہ بن صامت فرماتے ہیں کہ یہ قصہ بیان کرتے ہوئے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے بھتیجے! میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ملنے سے پہلے (یعنی اسلام قبول کرنے سے) تین برس پہلے میں نماز پڑھا کرتا تھا میں نے عرض کیا کہ نماز کس (کی رضا) کے لئے پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لئے پڑھا کرتا تھا میں نے پوچھا کہ پھر کس طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا جس طرف مجھے اللہ تعالیٰ متوجہ کر دیتا تھا میں اس طرف منہ کر لیتا تھا میں عشاء کی نماز پڑھتا تھا پھر رات کے آخری حصے میں سو جاتا تھا حتی کہ سورج بلند ہو جاتا۔

خیر انیس نے کہا کہ مجھے مکہ میں کوئی کام ہے میں مکہ جا رہا ہوں پھر انیس چلے گے وہ دیر سے آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ مکہ میں کیا کرتے رہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ایک شخص سے مکہ میں ملاقات ہوئی جو آپ کے دین پر ہے وہ دعوی کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔

میں نے انیس سے پوچھا کہ پھر لوگوں کا کیا ردعمل ہے؟ انہوں نے کہا کہ لوگ اسے شاعر، کاہن، اور جادوگر کہتے ہیں جبکہ انیس خود ایک شاعر تھے انیس کہنے لگے کہ

میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہے لیکن اس کا کلام کاہنوں والا نہیں ہے اور اس کے کلام کو شعراء کے کلام سے مقابلہ کر کے دیکھا ہے لیکن کوئی بھی اس کے کلام کو شعر ثابت نہیں کر سکتا اللہ کی قسم وہ شخص سچا ہے اور لوگ جھوٹے ہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے انیس سے کہا کہ تم یہاں معاملہ سنبھالو اور میں مکہ جا کر حالات کا جائزہ لیتا ہوں پھر میں مکہ میں آ گیا اور ایک شخص کے پاس گیا جو کہ معاشرہ میں غریب سمجھا جاتا تھا (کیونکہ عموماً غریب شخص سے نقصان کا خطرہ نہیں ہوتا) میں نے پوچھا کہ جسے تم صابی (بے دین) کہتے ہو وہ کہاں ہے؟ تو اس شخص نے میری طرف اشارہ کر کے کہا (اے لوگو یہ) صابی شخص ہے (اسے پکڑ لو) چنانچہ مکہ والے مجھ پر حملہ آور ہو گئے ہڈی روڑا (جو کسی کو ملا مجھے دے مارا) حتی کہ میں بے ہوش ہو کر گر پڑا جب مجھے ہوش آیا اور میں اٹھا تو اس وقت میں خون میں نہایا ہوا تھا میں زمزم کے کنویں پر پہنچا اور خون صاف کیا اور زمزم کا پانی پیا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اے بھتیجے میں تقریباً تیس دن وہاں رہا میرا کھانا پینا زمزم ہی تھا میں موٹا تازہ ہو گیا اور میرے پیٹ کی سلوٹیں ختم ہو گئیں اور مجھ پر بھوک کے آثار بالکل نہیں رہے تھے ایک دن چاندنی رات میں (کافی وقت گزر چکا تھا اور لوگ سو چکے تھے اتنے میں دو خواتین آئیں جن میں سے ایک کا نام اساف اور دوسری کا نائلہ تھا جب وہ طواف کرتی کرتی میرے پاس سے گزریں تو میں نے انہیں کہا کہ تم (اساف اور نائلہ بتوں) میں سے ایک کا دوسری سے نکاح کر دو

لیکن وہ اپنی بات (اور کام) پر لگی رہیں جب دوبارہ میرے پاس سے گزریں تو میں نے بغیر کسی کنایہ اور اشارہ کے کہا شرمگاہ لکڑی کی طرح ہے اب تو وہ واویلا کرتی ہوئی آگے کو چلی گئیں اور کہہ رہی تھیں کہ اگر یہاں ہمارا کوئی آدمی ہوتا (تو تجھے اس بات کا مزا چکھا دیا جاتا)

اتنے میں اللہ کے نبی ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے سامنے آ گئے جو نیچے اتر رہے تھے آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا ہے؟ وہ بولیں کہ یہ بے دین شخص ہے جو کعبہ اور اس کے غلافوں کے درمیان بیٹھا ہے (وہ غلط باتیں کہہ رہا ہے) آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس نے تمھیں کیا کہا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اس نے ایسی بات کہی ہے جو منہ کو بھر دیتی ہے (یعنی ایسی بات کہی ہے جس کو ہم زبان پر بھی نہیں لا سکتیں)

پھر نبی کریم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ حجر اسود کے پاس تشریف لے گئے اور بوسہ دیا اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر نماز پڑھی جب آپ ﷺ نے نماز مکمل کر لی تو (میں آپ ﷺ کے پاس گیا اور سلام کیا) میں پہلا شخص ہوں جس نے آپ ﷺ کو اسلامی طریقہ پر سلام عرض کیا تھا میں نے جا کر آپ ﷺ سے کہا: « اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! » آپ ﷺ نے فرمایا: « وَعَلَيْكَ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ » پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ میں غفار قبیلے کا آدمی ہوں آپ ﷺ نے یہ سن کر اپنے ہاتھ کی انگلیاں اپنی پیشانی پر رکھیں (جیسے کوئی شخص کسی چیز سے ناراض ہو کر اپنا ہاتھ پیشانی پر رکھتا ہے) میں نے دل میں کہا کہ میں نے اپنی نسبت بنوغفار کی طرف کی ہے یہ چیز آپ ﷺ کو ناگوار گزری ہے میں آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑنے لگا لیکن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایسا کرنے سے منع کر دیا وہ مجھ سے زیادہ بہتر جانتے تھے پھر آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پوچھا کہ تم یہاں کب سے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تقریباً تیس دنوں سے یہاں رہ رہا ہوں۔

آپ ﷺ نے پوچھا کہ آپ کو کھانا کون کھلاتا رہا ہے؟ میں نے کہا کہ میں یہاں زمزم پیتا رہا ہوں اور زمزم پی کر میں موٹا تازہ ہو گیا ہوں مجھ پر بھوک کے کوئی آثار نہیں رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمزم تو بابرکت چیز ہے اور بھوکے کے

لیے کھانے کا کام دیتا ہے۔

حضرت ابوبکر ؓ فرمانے لگے یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں کہ آج رات انھیں میں کھانا کھلا دوں پھر آپ ﷺ اور ابوبکر ؓ وہاں سے گھر کو چل دیے اور میں بھی ان کے ساتھ چل پڑا، حضرت ابوبکر ؓ نے گھر کا دروازہ کھولا اور وہ ہمارے لیے طائف کی کشمش لائے اور یہ میرا پہلا کھانا تھا جو میں نے (مکہ میں آ کر) کھایا تھا پھر میں نے جتنی دیر چاہا قیام کیا، پھر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے (خواب میں ہجرت کرنے کی) جگہ دکھائی گئی ہے جس میں کھجوریں بہت ہیں میرا خیال ہے کہ وہ یثرب کا علاقہ ہے کیا تم میری طرف سے اپنی قوم کو (دین کی) دعوت پہنچا سکتے ہو؟ امید ہے کہ آپ کے ذریعے اللہ تعالیٰ انھیں نفع دے گا اور آپ کو اجر سے نوازے گا۔

جب میں انیس کے پاس (لوٹ کر) آیا تو اس نے پوچھا کہ کیا کر آئے ہو؟ میں نے کہا کہ میں تو مسلمان ہو کر آیا ہوں اور (محمد ﷺ کے نبی ہونے کی) تصدیق کی ہے، (تم بھی مسلمان ہو جاؤ) انیس نے کہا کہ جو دین آپ نے اختیار کر لیا ہے اس سے میں روگردانی نہیں کر سکتا میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اور (آپ ﷺ کی دعوت) پر لبیک کہتا ہوں۔

پھر ہم دونوں اپنی والدہ ماجدہ کے پاس آئے (انھیں دین کی دعوت دی تو) وہ بولیں کہ جس دین کو تم قبول کر چکے ہو اس سے میں کیسے روگردانی کر سکتی ہوں؟ میں نے بھی اسلام قبول کیا اور میں بھی اسلام کی تصدیق کرتی ہوں۔

پھر ہم سوار ہوئے اور اپنی قوم غفار میں آ گئے، آدھی قوم ہماری دعوت پر مسلمان ہو گئی اور ان کی امامت حضرت ایماء بن رحضہ کراتے تھے اور وہ بنو غفار کے سردار تھے۔ آدھی قوم (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئی تھی) نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینے

میں تشریف لائیں گے تب ہم بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ جب آپ ﷺ مدینے میں تشریف لائے تو باقی ماندہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

پھر اسلم قبیلے کے لوگ آئے اور کہنے لگے کہ ہمارے (بنوغفار کے) بھائی مسلمان ہو گئے ہیں ہم بھی مسلمان ہوتے ہیں پھر وہ بھی مسلمان ہو گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« غِفَارٌ غَفَرَ اللّٰهُ لَهَا وَ اَسْلَمُ سَالَمَهَا اللّٰهُ »

”بنوغفار کو اللہ بخش دے اور اسلم کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔“

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر ؓ نے اپنے بھائی سے فرمایا کہ تم یہاں رہو میں حالات کا جائزہ لے کر آتا ہوں بھائی نے کہا ٹھیک ہے جاؤ لیکن خیال رکھنا مکے والے لوگ آپ ﷺ کے دشمن ہیں ان سے بچ کر رہنا۔

مسلم، کتاب الفضائل، فضائل ابی ذر، رقم: ٦٣٥٩

ایک روایت میں ہے حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر کو جب نبی ﷺ کی نبوت کی خبر پہنچی تو انھوں نے اپنے بھائی سے کہا کہ مکہ میں جاؤ اور اس شخص کے متعلق معلومات حاصل کر کے آؤ جو اپنے کو رسول بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور اس کی باتیں سن کر مجھے پوری صورت حال سے آگاہ کرو۔

حضرابوذر ؓ کے بھائی چلے گئے اور وہ آپ ﷺ کے پاس گئے اور آپ ﷺ کی گفتگو سنی اور حضرت ابوذر ؓ کے پاس آئے اور بتایا کہ وہ شخص اچھی عادات اپنانے کا حکم دیتا ہے اور میں نے اس کا کلام سنا ہے (لوگ تو اسے شاعر بتاتے ہیں لیکن اس کا کلام) اشعار ہرگز نہیں ہیں۔

حضرت ابوذر ؓ فرمانے لگے کہ آپ نے مجھے تسلی بخش جوابات نہیں دیے پھر

وہ خود سفر خرچ اور پانی کی مشک اٹھا کر مکہ کی طرف چل دیے اور مسجد (الحرام) میں پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرنے لگے وہ آپ ﷺ کو پہچانتے بھی نہیں تھے اور کسی شخص سے ان کے متعلق پوچھنا بھی مناسب نہ سمجھا رات کا کافی حصہ بیت چکا تھا تو وہ لیٹ گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سویا ہوا دیکھا تو وہ جان گئے کہ یہ کوئی مسافر شخص ہے (پوچھا کہ تم مسافر ہو؟ انھوں نے کہا ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ چل دیے لیکن دونوں میں سے کسی نے بھی دوسرے سے کوئی بات نہ پوچھی حتی کہ صبح ہوگئی اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے اپنی مشک اور سفر خرچ اٹھایا اور کعبے میں چل دیے پھر دوسرا دن بھی اسی طرح گزر گیا اور نبی کریم ﷺ سے ملاقات نہ ہو سکی جب شام پڑی تو ابو ذر رضی اللہ عنہ کل والی جگہ پر لیٹ گئے ، دوسری رات بھی ان پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو (دل میں) کہا کہ مسافر شخص ابھی تک اپنی منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکا پھر انھیں اٹھایا اور اپنے ساتھ لے گئے اب کی بار بھی دونوں میں سے کسی نے دوسرے سے کچھ بھی نہ پوچھا (صبح ہوئی تو ابو ذر رضی اللہ عنہ کعبے میں چلے گئے رات ہوگئی تو) علی رضی اللہ عنہ آئے اور اپنے ساتھ لے گئے پھر علی رضی اللہ عنہ نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ مجھے اپنے یہاں آنے کا مقصد نہیں بتاؤ گے؟ (تاکہ میں آپ کی مدد کروں؟)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ مجھ سے پختہ وعدہ کریں کہ آپ میری رہنمائی کریں گے تو میں آپ کو بتائے دیتا ہوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (راہنمائی کرنے کا پختہ) وعدہ کر لیا تو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ساری بات بتا دی تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (محمد) حق ہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں جب صبح ہو جائے تو آپ میرے پیچھے پیچھے چلے آنا اگر میں آپ کے حق میں کوئی خطرہ محسوس کروں گا تو میں رک جاؤں گا اور میں یہ باور کراؤں گا کہ میں پیشاب کرنے لگا ہوں (لیکن تم نہ رکنا بلکہ آگے کو چلے جانا تاکہ

کوئی یہ محسوس نہ کرے کہ تم میرے ساتھ ہو) اگر میں چلتا جاؤں تو تم بھی میرے پیچھے چلتے آنا حتی کہ میں اپنے گھر داخل ہو جاؤں۔

پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل پڑے اور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے انھوں نے آپ ﷺ کی گفتگو سنی اور فوراً مسلمان ہو گئے۔ نبی ﷺ نے انھیں فرمایا کہ آپ اپنی قوم کے پاس چلے جاؤ اور انھیں (میرے اور اسلام کے متعلق) خبر دو اور تم وہیں رہنا، حتی کہ میرا حکم آ جائے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں کلمہ توحید کا اعلان کھل کر کرنا چاہتا ہوں پھر وہ کعبہ کے صحن میں گئے اور بلند آواز سے کہا:

« اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ »

”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔“

مکے والوں نے یہ سنا تو ان کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے انھیں لٹا دیا اور پٹائی شروع کر دی اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے انھوں نے انھیں آ کر چھڑایا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ یہ قبیلہ غفار کا آدمی ہے اور شام کی طرف تمھارا تجارتی راستہ ان کے قبیلے کے پاس سے گزرتا ہے (اگر تم اسے مارو گے تو اس کی قوم کے لوگ تمھارے تجارتی قافلے کو ہرگز نہیں گزرنے دیں گے)

اب ان کو چھوڑ دیا گیا پھر دوسرے دن بھی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کل کی طرح کلمہ بلند آواز سے پکارا تو لوگوں نے انھیں پھر سے پکڑا اور مارنے لگے اس بار بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آ کر انھیں چھڑایا (پھر ابوذر رضی اللہ عنہ اپنی قوم میں چلے گئے)

بخاری، کتاب المناقب، باب اسلام ابی ذر، رقم، مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل ابی ذر، رقم:٦٣٦٢)

ابوذر رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ سے اختلاف:

حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں کہ میں ربذہ کے مقام پر گیا وہاں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے کہا آپ (مدینہ چھوڑ کر) یہاں کیسے آئے ہو؟ فرمایا کہ میں شام کے ملک میں تھا وہاں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلے میں اختلاف ہو گیا میں کہتا تھا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ (اَلتُّوبَه: ٣٥)

”جو لوگ سونا چاندی اکٹھا کرتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیں۔“

معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ یہ آیت اہل کتاب کے متعلق ہے لیکن میں کہتا تھا کہ یہ آیت اہل کتاب اور ہم (مسلمانوں سب) کے لئے ہے۔

جب ہمارا اختلاف ہو گیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں حضرت عثمان (خلیفہ وقت) کو میری شکایت لکھ بھیجی (کہ ابوذر کے فتوے کے باعث لوگوں میں انتشار و اختلاف کا اندیشہ ہے)

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھ بھیجا کہ تم مدینے میں آ جاؤ جب میں ان کے پاس آیا تو گویا میں ان کے لئے نیا آدمی ہوں (یعنی لوگ کثرت سے ان کے پاس آتے اور) شام سے واپس آ جانے کے متعلق آ کر پوچھتے کہ شام سے مدینے کیوں آئے ہو؟ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اس بات کا تذکرہ کیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں تو میں مدینہ کے قریب کسی مقام پر چلا

جاتا ہوں (عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے اجازت دے دی اور) میں ربذہ کے مقام پر چلا آیا مجھ پر کسی حبشی کو امیر بنا دیا جائے تو میں اس کی بات کو بھی سنوں گا اور مانوں گا۔

بخاری کتاب الزکوۃ باب ما اُدِّیَ زکوتہ فلیس بکنزٍ ……رقم:۱۴۰۶

تذکرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم ﷺ کی دعا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میری امی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے دوپٹے کے ایک حصے کی مجھے چادر بندھوائی اور آدھا دوپٹہ میرے اوپر اڑھا دیا پھر مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لائی اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میرا انس بیٹا ہے میں اسے آپ کے پاس لائی ہوں یہ آپ کی خدمت کرے گا آپ اس کے لیے دعا فرما دیں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

« اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَ وَلَدَهٗ »

”اے اللہ اس کے مال اور اولاد میں برکت فرما دے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم (نبی کریم ﷺ کی دعا کی برکت سے) میرا مال بہت ہے اور اس وقت میرے بچے (بچے پوتے نواسے وغیرہ) ایک سو کے لگ بھگ ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک بار گزر رہے تھے کہ میری ماں نے آپ ﷺ کی آواز سن لی کہنے لگیں، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ انس ہے (اس کے لیے دعا فرما دیں) پھر آپ ﷺ نے میرے لیے تین دعائیں فرمائیں ان میں سے دو (دعاؤں کی قبولیت) میں نے دیکھ لی ہیں اور تیسری (دعا کی قبولیت) کی آخرت میں امید کرتا ہوں۔

(مسلم، كتاب الفضائل باب فضائل انس بن مالك، رقم: ٦٣٧٦، ٦٣٧٧، ٦٣٧٨)

تذکرہ حضرت ابن مکتوم ؓ

حضرت براء ؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾

نبی ﷺ نے فرمایا کہ زید بن ثابت کو بلا کر لاؤ اور وہ اپنے ساتھ تختی اور دوات بھی لائیں جب وہ آگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا لکھو: ﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ...... ﴾ کہ گھر بیٹھنے والے مومنین اور جہاد پر جانے والے برابر نہیں ہوسکتے، نبی ﷺ کے پیچھے سحرت عمرو بن ام مکتوم بیٹھے تھے جو نابینے تھے انھوں نے کہا یا رسول اللہ! میرے بارے میں کیا حکم ہے میں تو نابینا ہوں (جہاد پر نہیں جا سکتا) تو اللہ تعالیٰ نے غیر اولی الضرر کے لفظ کا اضافہ فرما کر آیت یوں نازل فرمادی:

﴿ لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (النساء: ٩٥)

> ''بغیر کسی عذر کے (جہاد سے) بیٹھ جانے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔''

بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کاتب النبی ﷺ، رقم: ٤٩٩٠

تذکرہ حضرت حسان بن ثابت ؓ

حضرت حسان ؓ کو حضرت جبرائیل کی حمایت:

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت ؓ مسجد (نبوی) میں اشعار کہہ رہے تھے اور حضرت عمر ؓ وہاں سے گزرے تو انھوں نے حسان کی

طرف گھور کر دیکھا تو حسان ؓ، عمر ؓ کا غصہ بھانپ گئے تو فرمایا اے عمر میں تو اس شخصیت کی موجودگی میں اشعار کہا کرتا تھا جو کہ تجھ سے بہتر تھی (یعنی رسول اکرم ﷺ)

پھر حضرت حسان ؓ نے ابو ہریرہ ؓ کی طرف پلٹ کر دیکھا اور پوچھا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا؟

« اَجِبْ عَنِّیْ اَللّٰهُمَّ اَیِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ »

"اے حسان! میری طرف سے کفار کو جواب دو پھر دعا فرماتے تھے اے اللہ حسان کی (محمد ﷺ کا دفاع کرنے کے لیے سلجھے اور عمدہ اشعار کہنے میں) حضرت جبریل ؑ کے ذریعے مدد کیجیے۔"

حضرت ابو ہریرہ ؓ نے فرمایا: "میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ واقعی میں نے آپ ﷺ سے یہ کچھ سنا تھا۔"

حضرت براء ؓ فرماتے ہیں: "میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا: اے حسان تم (کفار کی) مذمت کرو (اور نبی ﷺ کی عزت و آبرو کا دفاع کرو) اور جبریل ؑ آپ کے ساتھ ہیں۔"

حضرت عروہ ؒ فرماتے ہیں کہ (میری خالہ) ام المومنین عائشہ ؓ پر تہمت لگا کرنے والوں میں سے ایک حضرت حسان بھی تھے تو ایک بار میں نے انھیں برا بھلا کہا تو حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا اے بھانجے ایسا نہ کہو حسان تو وہ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کا (اشعار کے ذریعے) دفاع کیا کرتے تھے۔

حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت عائشہ ؓ کے پاس گیا اور ان کے پاس حضرت حسان ؓ غزلیہ اشعار کہہ رہے تھے انھوں نے کہا:

حِصَانٌ رَزَانٌ مَا تُزَنُّ بِرِيبَةٍ
وَ تُصْبِحُ غَرْثَى مِنْ لُحُومِ الْغَوَافِلِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا لیکن آپ تو اس غزل کے مصداق نہیں ہو۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ انھیں اپنے پاس آنے کی اجازت کیوں دیتے ہیں حالانکہ اللہ کریم نے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (النور: ١١)

”جس شخص نے (عائشہ پر بہتان لگانے میں) بڑا حصہ لیا اس کے لیے عذاب ہے۔“

عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا (اگر اللہ نے عذاب عظیم کی وعید دی ہے تو) نابینے ہونے سے بڑا عذاب کیا ہو سکتا ہے؟ (حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس وقت نابینا ہو چکے تھے) پھر فرمایا (ان کو اجازت دینی چاہیے) کیونکہ یہ تو نبی ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت حسان نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ابوسفیان (کی مذمت کرنے کی) اجازت دیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر میری رشتہ داری تو ان سے ہے (ان کی مذمت کرو گے تو) میری قرابت داری کا کیا کرو گے؟

حضرت حسان نے فرمایا: یا رسول اللہ! اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو عزت سے نوازا ہے میں (ان کے خاندان کی مذمت کروں گا لیکن) میں آپ ﷺ کو ان سے ایسے نکال باہر کروں گا جیسے آٹے سے بال کو نکال لیا کیا جاتا ہے۔ (پھر انھوں نے اشعار کہے)

(مسلم، کتاب الفضائل ، باب فضائل حسان بن ثابت، رقم: ٦٤٨٤، ٦٣٩١)

تذکرہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہر مومن محبت کرتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ماں مشرکہ تھی میں اسے اسلام کی دعوت دیتا تھا۔ ایک دن میں نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہہ ڈالے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتا ہوا پہنچا میں نے واقعہ سنا دیا کہ میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیا کرتا تھا۔ لیکن وہ انکار کردیا کرتی تھی۔ جب آج میں نے انھیں اسلام کی دعوت دی تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا الفاظ کہہ ڈالے۔

یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت سے نواز دے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ »

”اے اللہ پاک! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت عطا فرما دے۔“

فرماتے ہیں کہ میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے خوش ہو کر گھر کو چلا (دل کا خیال تھا کہ عرش پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پہلے پہنچتی ہے یا میں پہلے اپنے گھر پہنچتا ہوں؟ ہوا یہ کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا عرش پر پہلے پہنچ گئی) چنانچہ جب میں دروازے پر پہنچا تو دروازہ بند تھا۔ امی جان نے میرے قدموں کی آہٹ سنی تو کہنے لگی ابوہریرہ ٹھہر جاؤ۔ پھر میں نے پانی گرنے کی آواز سنی (وہ غسل کر رہی تھیں) غسل سے فارغ ہو کر کپڑے پہنے لیکن جلدی میں وہ دوپٹہ نہ اوڑھ سکیں اور دروازہ کھول دیا اور کہنے لگی ابوہریرہ! « اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ

مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ » (جب امی مسلمان ہو گئی تو) میں آپ ﷺ کے پاس خوشی کے مارے روتا ہوا آیا اور عرض کی یا رسول اللہ! مبارک ہو آپ کی دعا قبولیت پا گئی ہے اللہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ماں کو ہدایت سے سرفراز فرما دیا ہے۔

آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور اچھے کلمات کہے، میں نے دوبارہ عرض کی:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّحَبِّبَنِيْ اَنَا وَ اُمِّيْ اِلٰى عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ يُحَبِّبَهُمْ اِلَيْنَا »

''یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ میری اور میری ماں کی محبت اللہ تعالیٰ مومنین کے دلوں میں ڈال دے اور ان کی محبت ہمارے دلوں میں ڈال دے۔''

اللہ کے نبی محمد عربی ﷺ نے دعا فرمائی:

« اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا وَ اُمَّهٗ اِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ حَبِّبْ اِلَيْهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ »

''اے اللہ! اپنے بندے (ابو ہریرہ) اور اس کی والدہ کی محبت مومنوں کے دلوں میں ڈال دے اور مومنین کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے۔''

اللہ کے ہاں یہ دعا بھی ایسی قبول ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

« فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ يَّسْمَعُ وَ لَا يَرَانِيْ اِلَّا اَحَبَّنِيْ »

''کوئی ایسا مومن ہے ہی نہیں جو مجھے دیکھے یا میرا سنے اور وہ مجھ سے محبت نہ کرے۔'' مسلم، کتاب الفضائل، باب فضائل ابوھریرہ: ٦٣٩٦

جو لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ یا اس طرح کے نازیبا الفاظ کہہ کر ان کی

تنقیص کرتے ہیں انھیں اس حدیث پر غور کرنا چاہیے اور اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہیے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا طلب علمی میں ذوق:

حضرت اعرج فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا تھا کہ اے لوگو! تم کہتے ہو کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کثرت سے احادیث بیان کرتا ہے حالانکہ اس معاملے میں میرا اللہ گواہ ہے کہ میں مسکین شخص تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور میں پیٹ بھر کھانا مل جانے کو کافی سمجھتا تھا۔ جبکہ مہاجرین بازاروں میں جا کر تجارت کیا کرتے تھے اور انصار اپنے تجارتی مالوں کو سنبھالا کرتے تھے۔

ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنا کپڑا بچھا دے گا (اور میں اس پر دعا کردوں گا) تو وہ جو بات بھی مجھ سے سنے گا وہ نہیں بھولے گا میں نے اپنا کپڑا بچھا دیا جب آپ ﷺ نے اپنی بات مکمل کر لی تو میں نے اس کپڑے کو سمیٹ لیا (اور سینے سے لگا لیا تو) پھر میں آپ ﷺ سے سنی ہوئی بات کو کبھی بھی نہ بھولا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہ اتنی حدیثیں بیان کرتا تھا آخر دوسرے مہاجرین و انصار کو کیا ہو گیا وہ اتنی احادیث کیوں نہیں بیان کرتے؟

بات یہ ہے کہ میرے انصاری بھائی تو اپنے رقبہ جات میں کھیتی باڑی میں مصروف رہا کرتے تھے اور مہاجرین بھائی بازاروں میں تجارتی معاملات میں مصروف رہتے تھے جب کہ میں صرف کھانا کھا کر اللہ کے نبی ﷺ کے پاس ہی رہا کرتا تھا ایک دن آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا...... پھر اوپر والا واقعہ ذکر کیا۔

(مسلم، کتاب الفضائل ، باب فضائل ابی هریره، رقم: ٦٣٦٩، ٦٤٠٠)

نبی ﷺ کی سفارش کا مستحق شخص کون؟ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا سوال:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ!

«مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ»

قیامت کے دن سب لوگوں سے زیادہ آپ ﷺ کی شفاعت کی سعادت حاصل کرنے والا کون ہوگا؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بے شک مجھے یقین تھا کہ اے ابو ہریرہ! تم سے پہلے کوئی شخص یہ بات مجھ سے نہیں پوچھے گا۔ اس وجہ سے کہ میں تمہاری حدیث (کے دریافت کرنے) کی حرص جانتا ہوں۔ (تو سن لو!) سب سے زیادہ بہرہ مند میری شفاعت سے قیامت کے دن وہ شخص ہوگا

«مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ اَوْ نَفْسِهٖ»

''جو اپنے خالص دل سے یا اپنے خالص جی سے لا الہ الا اللہ کہہ دے۔''

(بخاری العلم۔ باب الحرص علی الحدیث...... رقم:۹۹)

تکبیر تحریمہ کے بعد کی مسنون دعا کے متعلق ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا سوال:

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر اور قرأت کے درمیان میں کچھ دیر خاموش رہتے تھے۔ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تکبیر اور قرأت کے درمیان خاموشی کے دوران آپ کیا پڑھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں (یہ دعا) پڑھتا ہوں:

''اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ خَطَايَایَ......الخ''

''اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان ایسا فاصلہ کر دے جیسا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان کر دیا ہے، اے اللہ مجھے گناہوں سے پاک کر دے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے،

اے اللہ! میرے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں سے دھو ڈال۔“

(بخاری الاذان۔ باب ما یقول بعد التکبیر...... رقم: ٧٤٤)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک کے باعث بے ہوش ہو گئے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے سخت بھوک لگی تو میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ قرآن کی فلاں آیت مجھ کو پڑھ کر سناؤ۔ اور وہ آیت مجھ کو پڑھ کر سنائی، سمجھائی اور وہ اپنے گھر کو چل دیئے۔ میں وہاں سے (واپس) چلا۔ تھوڑی دور نہیں گیا تھا کہ بھوک کی وجہ منہ کے بل گر پڑا۔ جب ہوش آیا دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سرہانے کھڑے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! میں نے کہا:

« لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! وَ سَعْدَيْكَ »

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اٹھایا پھر میری حالت کو پہچان گئے اور مجھے اپنے گھر پر لے گئے اور ایک دودھ کا پیالہ میرے لئے لانے کا حکم فرمایا۔ میں نے اس میں سے پیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! اور پیو۔ میں نے پھر پیا فرمایا اور پیو۔ میں نے اور پیا حتیٰ کہ میرا مکمل پیٹ بھر گیا پھر میں سیدنا عمرؓ سے ملا اور اپنی بھوک اور ان کے پاس قرآنی آیت پوچھنے کے لیے آنے کا بیان کیا اور میں نے کہا کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے (میری بھوک دور کرنے کے لئے) ایک ایسے شخص کو چنا جو تم سے زیادہ اس بات کے لائق تھا، اللہ کی قسم! جو آیت میں نے تم سے پڑھوانا چاہی تھی، وہ آیت مجھے تم سے زیادہ یاد تھی سیدنا عمر نے یہ سن کر فرمایا (اے ابو ہریرہ!) اللہ کی قسم! اگر میں اس وقت تمہیں اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلاتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ خوشی ہوتی۔

(الاطعمة۔ باب قول اللہ ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ ......﴾ رقم: ٥٣٧٥)

تذکرہ حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں حضرت انس بن نضر جنگ بدر سے پیچھے رہ گئے تھے ایک دن وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشرکین سے پہلی پہلی جنگ میں میں شامل ہونے سے رہ گیا (مجھے اس پر افسوس ہے) اب اگر اللہ نے مجھے مشرکین سے جنگ کرنے کا موقع دیا تو اللہ تعالیٰ دیکھے گا کہ میں کفار کے کس طرح پرخچے اڑاتا ہوں۔

پھر جب جنگ احد کا واقعہ ہوا اور مسلمانوں کو شکست آئی تو کہنے لگا:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعْتَذِرُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ ...... وَاَبْرَأُ اِلَیْكَ مِمَّا صَنَعَ هٰؤُلَاءِ یَعْنِی الْمُشْرِكِیْنَ»

”اے اللہ صحابہ کرام نے (جنگ میں پیٹھ دے کر) جو غلط کام کیا ہے میں اس کی آپ سے معذرت کرتا ہوں اور مشرکین نے مسلمانوں کا نقصان کر کے جو کچھ کیا ہے اس سے میں براءت کا اظہار کرتا ہوں۔“

یہ کہہ کر کفار کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے بڑھتے جا رہے تھے ان سے حضرت سعد بن معاذ کی ملاقات ہوگئی تو ان سے کہنے لگے:

«یَا سَعْدُ بْنَ مُعَاذٍ اَلْجَنَّةَ وَ رَبِّ النَّضْرِ اِنِّیْ اَجِدُ رِیْحَهَا مِنْ دُوْنِ اُحُدٍ»

”اے سعد بن معاذ میں تو جنت کا متلاشی ہوں، نضر کے رب کی قسم، مجھے تو احد پہاڑ کے پاس جنت کی خوشبو آ رہی ہے۔“

حضرت سعد بن معاذ کہنے لگے، یا رسول اللہ! حضرت انس بن نصر نے جو بہادری کے جوہر دکھائے میں ان کو بیان کرنے سے قاصر ہوں، حضرت انس بن

مالک فرماتے ہیں، کہ جب وہ شہید ہو چکے تھے تب ان کے جسم پر تیر تلوار نیزوں کے اسی سے زیادہ زخم تھے اور مشرکین نے ان کا مثلہ (ناک کان، ہونٹ کاٹے) تھے۔ ان کی اس کیفیت کی وجہ سے انھیں کوئی بھی نہ پہچان سکا ان کی ہمشیرہ نے ان کے ہاتھوں کی انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارا خیال ہے کہ درج ذیل آیت ان کے اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی:

﴿ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ﴾ (الاحزاب: ٢٣)

"ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض موقع کے منتظر ہیں اور انھوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن نضر کی ہمشیرہ ربیع بنت نضر نے کسی عورت کا (جھگڑے میں) دانت توڑ ڈالا، رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ قصاص میں اس کا بھی دانت توڑ دو لیکن حضرت انس بن نضر نے کہا:

« يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا تُكْسَرُ ثَنِيَّتُهَا »

"یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میری بہن کا دانت قصاص میں توڑا جائے گا۔"

(بلکہ ہم قصاص نہیں دیت ادا کریں گے، تب اللہ نے مظلومہ کے وارثوں کے دل میں رحم ڈال اور) وہ قصاص کی بجائے دیت پر راضی ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ »

’’ اللہ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کردیتا ہے (پھر کام وہی ہوتا ہے جو وہ چاہتے ہیں)

حضرت عامر ؓ افضل شہید ہوئے:

سیدنا سلمہ بن اکوع ؓ فرماتے ہیں کہ ہم جنگ خیبر میں رات کے وقت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے کسی نے سیدنا عامر ؓ سے کہا: اے عامر! تو ہمیں اپنے شعر کیوں نہیں سناتا؟ سیدنا عامر ؓ شاعر تھے وہ (اپنی سواری سے) اتر کر قوم کو شعر سنانے لگے اور یہ پڑھتے تھے،

اَللّٰهُمَّ لَوْ لَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا
وَ لَا تَصَدَّقْنَا وَ لَا صَلَّيْنَا

اے اللہ! اگر تو نہ ہوتا (یعنی تیری توفیق شامل حال نہ ہوتی) تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ دیتے، اور نہ نماز پڑھتے، معاف کر جو تیری اطاعت میں ہم سے کوتاہی ہو جائے ہم تجھ پر قربان ہوں اور اگر ہم لڑیں تو ہمارے قدم ثابت رکھ اور ہم پر سکینت نازل فرما، جب کوئی ہمیں ناحق کی طرف بلائے گا تو ہم انکار کردیں گے۔ کفار نے شور غل مچا کر ہمارے خلاف مدد طلب کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ کون ہے جو اونٹوں کو چلانے کے لئے شعر پڑھ رہا ہے؟ لوگوں نے کہا یا نبی اللہ! یہ عامر ؓ ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عامر ؓ پر رحم فرمائے تو ایک شخص نے کہا اے اللہ کے نبی! (عامر ؓ کے واسطے جنت یا شہادت) واجب ہوگئی، اس سے آپ ﷺ نے ہمیں فائدہ کیوں نہیں اٹھانے دیا (یعنی آپ ﷺ نے دعا میں جلدی کردی)؟ خیر ہم خیبر پہنچے اور خیبر والوں کا محاصرہ

کر لیا اس وقت ہمیں سخت بھوک لگی تھی بالآخر اللہ نے خیبر پر مسلمانوں کو فتح دی، فتح کے روز مسلمانوں نے شام کو آگ سلگائی (ہر ایک کھانا پکانے لگا) تو آپ ﷺ نے پوچھا: یہ کیسی آگ ہے اور تم کیا پکا رہے ہو؟ لوگوں نے عرض کی، گوشت۔ آپ ﷺ نے پوچھا گوشت کس جانور کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا گدھوں کا تو آپ ﷺ نے فرمایا: گوشت گرادو اور ہانڈیاں توڑ دو۔ کسی نے عرض کی کہ کیا اگر گوشت گرا کر ہانڈیوں کو دھولیں تو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: چلو ایسا ہی کرلو۔ جب دشمنوں کے مقابل صف بندی ہوئی تھی تو سیدنا عامر رضی اللہ عنہ کی تلوار چھوٹی تھی، وہ ایک یہودی کی پنڈلی پر مارنے لگے تو وہ پلٹی اور اس کی نوک سیدنا عامر رضی اللہ عنہ کے ہی گھٹنے پر لگی اور سیدنا عامر رضی اللہ عنہ اسی زخم سے شہید ہوگئے (حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ جب لوگ جنگ سے واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے پریشان دیکھا تو آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں لوگ کہتے ہیں کہ عامر رضی اللہ عنہ کے عمل تباہ ہو گئے (کیونکہ انہوں نے خودکشی کی ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«كَذَبَ مَنْ قَالَهُ وَإِنَّ لَهُ لَأَجْرَيْنِ»

”جس نے یہ کہا ہے اس نے غلط کہا ہے، عامر رضی اللہ عنہ کو تو دوہرا اجر ملے گا۔“

اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں ملا کر اشارہ کیا اور یہ بھی فرمایا:

«إِنَّهُ لَجَاهِدٌ مُجَاهِدٌ قَلَّ عَرَبِيٌّ مِثْلَهُ»

”عامر (رضی اللہ عنہ) کوشش کرنے والا اور لڑنے والا تھا۔ کوئی بھی عربی زمین پر عامر رضی اللہ عنہ کی طرح نہیں چلا، اس جیسے عربی بہت کم ہیں۔“

اور ایک روایت میں یوں ہے: کسی عربی نے مدینہ میں عامر رضی اللہ عنہ کی طرح

نشوونما نہیں پائی۔ (المغازی، باب غزوة خیبر، رقم:٤١٩٦)

حبشہ کی ہجرت کرنے والوں کی دو ہجرتیں ہوئیں:

سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم یمن میں تھے تو ہمیں رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے ہجرت کر کے آنے کی خبر پہنچی تو ہم آپ ﷺ کی طرف ہجرت کر کے روانہ ہوئے، میں اور میرے دو بھائی ابوبردہ رضی اللہ عنہ اور ابورہم تھے، میں ان سے چھوٹا تھا اور ترپن ۵۳ آدمی میری قوم کے ہمارے ساتھ آئے تھے، خیر ہم سب جہاز میں سوار ہوئے، اتفاق سے یہ جہاز حبش کے ملک میں نجاشی بادشاہ کے پاس جا پہنچا وہاں ہمیں سیدنا جعفر بن ابی طالبؓ ملے، ہم نے ان کے پاس قیام کیا، پھر ہم سب اکٹھے روانہ ہوئے اور ہم نبی ﷺ کے پاس اس وقت پہنچے جب آپ ﷺ خیبر فتح کر چکے تھے اور دوسرے لوگ ہم سے کہنے لگے کہ ہجرت میں ہم لوگ تم پر سبقت لے گئے ہیں اور سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ہمارے ساتھ آئی تھیں۔ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں مہمان جا ٹھہریں اور انہوں نے بھی نجاشی کے ملک میں مہاجرین کے ساتھ ہجرت کی تھی، سیدنا عمرؓ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ یہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ جو حبش کے ملک میں گئی تھیں اور سمندر کا سفر کر کے آئی ہیں؟ اسماء رضی اللہ عنہا بولیں جی ہاں میں وہی ہوں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ ہم ہجرت میں تم سے سبقت لے گئے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تم سے زیادہ ہمارا حق ہے۔ یہ سن کر انہیں غصہ آ گیا اور کہنے لگیں: اللہ کی قسم! ہرگز نہیں، تم رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھے، آپ ﷺ تم میں سے بھوکے شخص کو کھانا کھلاتے تھے اور تمہارے جاہل کو نصیحت کرتے تھے جبکہ ہم اجنبیوں اور دشمنوں کی زمین میں رہتے تھے جو حبش میں واقع ہے اور ہماری یہ سب تکالیف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ میں تھیں۔ اللہ کی قسم! مجھ پر کھانا پینا حرام

ہے جب تک رسول اللہ ﷺ سے تمہاری بات کا ذکر نہ کرلوں ہم کو ایذا دی جاتی تھی اور ہمیں ہر وقت خوف رہتا تھا۔

میں نبی کریم ﷺ کو جا کر بتاؤں گی اور ان سے پوچھوں گی:

« وَاللّٰهِ لَا اَكْذِبُ وَلَا اَزِيغُ وَلَا اَزِيدُ عَلَيْهِ »

''اللہ کی قسم! نہ میں جھوٹ بولوں گی نہ میں غلط بیانی کروں گی اور نہ میں مبالغہ آمیزی کروں گی۔''

جب نبی ﷺ تشریف لائے تو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ یا نبی اللہ! عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے ایسے کہا ہے تو آپ ﷺ نے پوچھا پھر تم نے انہیں کیا جواب دیا؟ تو وہ بولیں کہ میں نے انہیں اس طرح اس طرح جواب دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر تم سے زیادہ کسی کا حق نہیں ہے کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی ایک ہجرت ہے اور تم کشتی والوں کی تو دو ہجرتیں ہیں۔

(كتاب المغازى، باب غزوة خيبر، رقم: ٤٢٣٠)

عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ بچپن میں امامت کراتے تھے:

سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک چشمہ پر رہتے تھے جو شارع عام راستہ تھا اور ہمارے پاس سے سوار گزرتے تھے، ہم ان سواروں سے پوچھتے تھے کہ لوگوں نے کیا کیا ہے اور (محمد) کون شخص ہے؟ لوگ جواب دیتے تھے کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور میرے پاس وحی آتی ہے اور اللہ نے یہ یہ وحی نازل کی ہے، میں ان قرآنی آیات کو اچھی طرح یاد کر لیتا اور عرب مسلمان ہونے کے لیے فتح مکہ کا انتظار کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) اور اس کی قوم (یعنی قریش) کو چھوڑ دو، اگر محمد ان پر غالب آ گیا تو وہ سچا نبی ہوگا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قوم اسلام لانے میں جلدی کرنے لگی اور میرے والد محترم نے اپنی قوم سے پہلے اسلام

قبول کر لیا۔ جب میرے والد مسلمان ہو کر آئے تو اپنی قوم سے کہا:

« جِئۡتُكُمۡ وَاللّٰهِ مِنۡ عِنۡدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَ سَلَّمَ حَقًّا »

”اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس سچے نبی کے پاس سے آیا ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: تم فلاں وقت یہ نماز اور فلاں وقت فلاں نماز پڑھا کرو اور جب نماز کا وقت ہو تو کوئی تم میں سے اذان کہے:

« وَلۡيَؤُمَّكُمۡ اَكۡثَرُكُمۡ قُرۡاٰنًا »

”جو تم میں زیادہ قرآن جانتا ہو وہ امامت کرائے۔“

قبیلہ والوں نے غور کیا تو کسی کو مجھ سے زیادہ قرآن جاننے والا نہ پایا کیونکہ میں قافلوں سے مل مل کر بہت زیادہ قرآن یاد کر چکا تھا چنانچہ سب نے مجھے امام بنا لیا حالانکہ میں چھ یا سات سال کا تھا اور میں صرف ایک چادر اوڑھے ہوئے تھا جب میں سجدہ کرتا تو وہ سکڑ جاتی تھی (یعنی میرا ستر کھل جاتا تھا) قبیلہ کی ایک عورت نے کہا کہ تم اپنے قاری کا ننگ ہم سے کیوں نہیں چھپاتے؟ اسی لئے انہوں نے کپڑا خرید کر میرا کرتا بنایا۔

« فَمَا فَرِحۡتُ بِشَيۡءٍ فَرَحِيۡ بِذٰلِكَ الۡقَمِيۡصِ »

”میں جتنا اس کرتے سے خوش ہوا اتنا کسی چیز پر پہلے کبھی خوش نہ ہوا تھا۔“ (المغازی، باب مقام النبی ﷺ بمکه زمن الفتح: ٤٣٠٢)

حضرت ابو عامر ؓ کی شہادت کا واقعہ:

سیدنا ابو موسیٰ ؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے تو سیدنا ابو عامر ؓ کو امیر لشکر بنا کر اوطاس کی طرف روانہ فرمایا (جہاں پر قبیلہ ہوازن جمع تھا) سیدنا ابو عامر ؓ کا درید بن صمہ سے مقابلہ ہوا، درید مارا گیا اور اللہ نے اس کے ساتھیوں کو شکست دی۔

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابو عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مجھے بھی بھیجا تھا۔ اتفاق سے ان کے گھٹنے پر زخم آیا، ایک جشمی شخص نے ان کو تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں اتار دیا تھا۔ میں ان کے پاس گیا اور کہا کہ اے چچا! تمہیں کس نے تیر مارا ہے؟ انہوں نے مجھے اشارے سے بتایا کہ فلاں میرا قاتل ہے جس نے مجھے تیر مارا ہے۔ میں اس کی طرف گیا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو بھاگ کھڑا ہوا۔ میں بھی اس کے پیچھے دوڑا جا رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا (او بے حیا!) تجھے شرم نہیں آتی، تو ٹھہرتا کیوں نہیں پھر وہ ٹھہر گیا۔ میرے اور اس کے درمیان تلوار کے دو وار ہوئے، پھر میں نے اسے مار ڈالا۔ پھر میں نے آکر ابو عامر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ نے تمہارے قاتل کو ہلاک کر دیا۔ وہ بولے کہ گھٹنے میں پیوست یہ تیر تو نکال لے۔ میں نے وہ تیر نکالا تو زخم سے پانی بہنے لگا پھر وہ بولے کہ اے بھتیجے! تو نبی ﷺ کو میری طرف سے سلام کہنا اور کہنا کہ وہ میرے لئے استغفار کریں۔ پھر ابو عامر رضی اللہ عنہ نے مجھے لوگوں پر اپنا قائم مقام بنا دیا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ شہید ہو گئے۔ جب میں جنگ سے لوٹا تو نبی ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ کھجور کی رسی سے بنی ہوئی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور پہلو مبارک میں رسی کے نشان پڑ چکے تھے۔ میں نے آپ سے اپنا اور ابو عامر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ابو عامر رضی اللہ عنہ نے آپ سے مغفرت کی دعا کرنے کی درخواست کی تھی۔ تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر وضو کیا، پھر ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

«اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِعُبَیْدٍ اَبِیْ عَامِرٍ»

"اے اللہ! اپنے بندے ابو عامر رضی اللہ عنہ کو بخش دے۔"

آپ نے اتنے ہاتھ اٹھائے کہ میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

پھر یوں دعا فرمائی:

«اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَوْقَ کَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِكَ وَ مِنَ النَّاسِ»

"اے اللہ! ابو عامر کا قیامت کے روز بہت سی مخلوق نوع انسانی پر درجہ بلند کرنا۔"

میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! آپ میرے لئے بھی دعائے مغفرت کیجیے۔ آپ نے فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَه وَ اَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مُدْخَلًا كَرِيْمًا»

"اے اللہ! عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ) کے گناہ معاف فرمادے اور قیامت کے دن اچھی جگہ (جنت میں) داخل فرمانا۔"

(المغازی، باب غزوۃ اوطاس، رقم:٤٣٢٣)

سمندر کے کنارے پر ایک بڑی مچھلی:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر سمندر کے کنارے روانہ کیا اور سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار مقرر کیا اور یہ تین سو (آدمی) تھے۔ ہم روانہ ہوئے۔ جب تھوڑی دور پہنچ گئے تو سفر خرچ ختم ہوگیا۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سب کے سفر خرچ ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دیا تو وہ جمع کئے گئے۔ وہ دو تھیلے ہوا اس میں سے وہ ہمیں تھوڑا تھوڑا دیتے رہے، پھر وہ بھی ختم ہوگیا تو ہمیں روزانہ صرف ایک ایک کھجور ملا کرتی۔ (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے پوچھا کہ تمہارا ایک کھجور سے کیا پیٹ بھرتا ہوگا؟ تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب وہ بھی ختم ہوچکی تو ہمیں تب اس کی قدر معلوم ہوئی پھر ہم سمندر پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مچھلی ٹیلے کی طرح موجود ہے لوگوں نے اس کو اٹھارہ راتوں تک کھایا پھر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اس کی دو پسلیاں کھڑی کی گئیں۔ وہ اتنی اونچی تھیں کہ اونٹ پر کجاوہ رکھ کر ان کے نیچے سے گزارا گیا تو وہ ان کے نیچے سے صاف نکل گیا۔

سیدنا جریر ؓ دوسری روایت میں فرماتے ہیں کہ سمندر نے اللہ کے حکم سے ایک (مچھلی کا) جانور نکال باہر پھینکا جسے عنبر کہتے ہیں آدھے مہینے تک ہم اس کا گوشت کھاتے رہے اور اس کی چربی بدن پر لگاتے رہے تو ہمارے جسم پہلے جیسے موٹے تازے ہوگئے۔ ایک اور روایت میں کہتے ہیں کہ سیدنا ابوعبیدہ ؓ نے (ہم سے) فرمایا کہ تم اسے کھاؤ۔ جب ہم مدینہ میں آئے تو نبی ﷺ سے واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«كُلُوا رِزْقًا اَخْرَجَهُ اللّٰهُ اَطْعِمُوْنَا اِنْ كَانَ مَعَكُمْ»

''کھالو، یہ اللہ کا بھیجا ہوا رزق تھا، اگر تمہارے پاس اس میں سے کچھ ہوتو اس میں سے ہمیں بھی کھلاؤ۔''

کسی نے آپ ﷺ کو لا کر دیا تو وہ آپ ﷺ نے بھی کھایا۔

(المغازی۔ باب غزوة سيف البحر...... رقم: ٤٣٦٠، ٤٣٦٢)

کعب بن مالک ؓ تبوک میں پیچھے رہ گئے:

سیدنا کعب بن مالک ؓ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ کے ساتھ ان تمام لڑائیوں میں شریک رہا جو آپ ﷺ نے لڑیں، فقط ایک غزوہ تبوک میں نہ تھا۔ ہاں ایک غزوہ بدر میں بھی میں شریک نہیں تھا، لیکن اس میں شریک نہ ہونے والوں میں سے کسی پر بھی ناراضگی کا اظہار نہیں ہوا تھا۔

غزوہ بدر میں نبی ﷺ قریش کا قافلہ لوٹنے کی نیت سے تشریف لے گئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی طے شدہ منصوبے کے، اچانک آمنے سامنے کردیا (اور لڑائی ہوگئی) اور میں لیلۃ العقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ جب ہم نے اسلام پر قائم رہنے کا مضبوط عہد و پیمان کیا تھا اور میں لیلۃ العقبہ پر جنگ بدر کو ہرگز ترجیح نہیں دوں گا اگرچہ لوگوں میں اس کی فضیلت زیادہ مشہور ہے

۔ غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا واقعہ یوں تھا کہ میں ایسا تندرست و طاقتور اور مالدار کبھی نہ تھا (جیسا میں جنگ تبوک کے موقع پر تھا) جب میں میں اس رسول اللہ ﷺ سے پیچھے رہ گیا تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو اونٹنیاں جمع نہیں ہوئی تھیں لیکن اس غزوہ کے وقت میرے پاس دو اونٹنیاں موجود تھیں اور نبی ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب کسی علاقہ پر جنگ کا ارادہ کرتے تو اس کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ توریہ کرتے تاکہ لوگ کوئی دوسرا مقام سمجھیں۔ لیکن جب اس لڑائی کا وقت آیا تو اتفاق سے سخت گرمی تھی اور دور دراز سفر کا سامنا تھا۔ جنگل و بیابان راستے کا سفر تھا اور دشمنوں کی تعداد کثیر تھی۔ اس لئے آپ ﷺ نے مسلمانوں کو صاف صاف بتادیا کہ ہم تبوک جانا چاہتے ہیں تاکہ وہ اچھی طرح لڑائی اور سفر کا سامان تیار کرلیں اور رسول اللہ ﷺ نے صاف صاف اپنا ارادہ مسلمانوں سے بیان کردیا اور رسول اللہ کے ساتھ مسلمان بکثرت تھے اور کوئی رجسٹر وغیرہ نہ تھا کہ جس میں ان کے نام محفوظ ہوسکتے۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی جو اس لڑائی میں غیر حاضر رہنا چاہتا تو وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس کا غیر حاضر رہنا نبی ﷺ کو اس وقت تک معلوم نہ ہوگا جب تک کہ اس کے بارے میں وحی نہ اترے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ لڑائی اس وقت کی، جب درختوں کا پھل پک چکا تھا اور زبردست گرمی تھی۔ خیر رسول اللہ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے مسلمانوں نے اس لڑائی کا سامان تیار کرنا شروع کیا، میں ہر صبح کو ان کے ساتھ جاتا کہ ان کے ساتھ سفر کا سامان تیار کروں لیکن خالی لوٹ آتا اور کوئی تیاری نہ کرپاتا، میں اپنے دل میں کہتا کہ میں تو کسی بھی وقت اپنا سامان تیار کرسکتا ہوں (جلدی کیا کی؟)۔ اسی طرح دن گزرتے چلے گئے اور لوگوں نے محنت مشقت اٹھا کر اپنا اپنا تیاری کرلیا اور نبی ﷺ اور مسلمان ایک صبح کو روانہ ہوگئے لیکن میں نے ابھی تک کوئی سامان تیار نہ کیا تھا تو میں نے کہا کہ میں ان کے بعد ایک دو روز میں سامان تیار کرلوں گا اور ان سے راستہ میں جا ملوں گا۔ جب وہ روانہ ہوگئے تو

دوسری صبح کو میں نے سامان تیار کرنا چاہا لیکن اس روز بھی کوئی تیاری نہ کر سکا پھر تیسری صبح کو بھی ایسا ہی ہوا کہ کوئی تیاری نہ کر سکا۔

میرا مسلسل یہی حال رہا (کہ آج نکلتا ہوں کل نکلتا ہوں) اور ادھر سب لوگ جلدی جلدی سفر کرتے ہوئے دور نکل گئے۔ میرا کئی بار ارادہ ہوا کہ میں بھی کوچ کروں اور ان سے مل جاؤں اور کاش! میں ایسا کرتا مگر تقدیر میں نہ تھا پھر رسول اللہ ﷺ کے کوچ کر جانے کے بعد مدینہ میں جب میں گھر سے نکلتا اور لوگوں سے ملتا تو میں منافقوں، معذور اور ضعیف و ناتواں آدمیوں سے ملتا (کیونکہ تندرست و صاحب ایمان لوگ جہاد کو چلے گئے تھے) اور مجھے اس سے رنج ہوتا تھا اور نبی ﷺ نے مجھے راستے میں کہیں نہ یاد کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ تبوک میں پہنچ گئے۔ پھر تبوک پہنچ کر (ایک مرتبہ) لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے فرمایا: کہ کعب نے کیا کیا؟ جو نہیں آیا۔ بنی سلمہ کے ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ! اس کو اس کے اچھے لباس اور حسن و جمال پر غرور نے روک لیا ہے۔ یہ سن کر سیدنا معاذ بن جبل نے فرمایا اے شخص! تو نے بہت برا کہا ہے، اللہ کی قسم! یارسول اللہ! ہم اس میں بہتری کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔ سیدنا کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب مجھے یہ خبر ملی کہ آپ ﷺ واپس آ رہے ہیں تو میرا غم اور تازہ ہو گیا اور مجھے خیال ہوا کہ کوئی ایسا حیلہ سوچنا چاہیے کہ جس سے آپ ﷺ کے غصے سے بچ نکلوں اور اس بات پر عزیزوں میں سے عقلمند لوگوں سے بھی مشورہ لیا۔ جب یہ اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے قریب آ گئے ہیں تو یہ سارے جھوٹے خیالات میرے دل سے جاتے رہے اور میں نے یقین کر لیا کہ میں جھوٹ بولنے سے آپ ﷺ کے غصہ سے نہیں بچ سکوں گا تو میں نے سچ بولنے کا تہیہ کر لیا۔ صبح کو رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے

تو پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ پھر لوگوں سے ملنے کے لیے بیٹھ جاتے تھے۔ اس سے جب آپ فارغ ہو چکے تو اس وقت جو لوگ (جہاد سے) پیچھے رہ گئے تھے، انہوں نے آنا شروع کیا اور (جھوٹے) عذر (حیلے بہانے) پیش کرنے لگے اور قسمیں اٹھائیں، یہ لوگ تقریباً (۸۰) اَسی سے کچھ زائد تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے حیلوں اور بہانوں کو تسلیم کر لیا اور ان سے بیعت لی اور اللہ سے ان کے لیے استغفار کیا اور ان کے دل کے بھیدوں کو اللہ کے سپرد کر دیا۔ میں بھی حاضر ہوا اور السلام علیکم کہا تو آپ ﷺ مسکرائے مگر جیسے غصہ میں کوئی آدمی مسکراتا ہے پھر فرمایا: اس طرف آؤ۔ میں سامنے جا کر بیٹھا تو فرمایا: تم کیوں پیچھے رہ گئے تھے تم نے تو سواری بھی خرید لی تھی؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میرے پاس سواری موجود تھی، اللہ کی قسم! اس وقت اگر میں کسی دوسرے شخص کے سامنے بیٹھا ہوتا تو باتیں بنا کر اس کے غصے سے بچ جاتا، کیونکہ میں ایک تیز طرار شخص ہوں مگر اللہ کی قسم! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ کو خوش کر لوں گا تو کل اللہ تعالیٰ (اصل حقیقت کھول کر) پھر آپ کو مجھ پر ناراض کر دے گا اسی لیے میں آپ کو سچ بات بتاؤں گا، اگرچہ اس وقت آپ ﷺ سچ بولنے کی وجہ سے مجھ پر غصہ کریں گے مگر آئندہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی مجھ کو امید تو رہے گی۔ اللہ کی قسم! مجھے کوئی مجبوری نہیں تھی، اللہ کی قسم! طاقت، قوت، دولت میں کوئی میرے برابر نہ تھا اور میں یہ سب چیزیں ہوتے ہوئے جنگ سے پیچھے رہ گیا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے بالکل سچ کہا اور مجھے حکم دیا: کہ اب چلے جاؤ حتی کہ تیرے بارے میں اللہ کوئی فیصلہ نہیں فرما دے گا۔ میں اٹھ کر چلا تو میرے ساتھ قبیلہ بنی سلمہ کے چند آدمی بھی اٹھ کر میرے پیچھے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! ہم نے تم سے کوئی گناہ سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا اور دیگر منافقوں کی طرح اگر تم بھی کوئی بہانہ بنا لیتے تو رسول اللہ ﷺ کی دعا تمہارے

گناہ کی بخشش کے لئے کافی ہوتی۔ اللہ کی قسم! وہ مسلسل مجھے لعنت ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی باتوں سے میرے دل میں آیا کہ نبی ﷺ کے پاس لوٹ کر جاؤں اور اپنی پہلی بات کو جھٹلا کر کوئی بہانہ نکالوں، پھر میں نے ان سے پوچھا کہ اور بھی کوئی شخص ہے جس نے میری طرح گناہ کا اقرار کیا ہو؟ انہوں نے کہا ہاں دو آدمی ہیں جنہوں نے تیری طرح اقرار کیا ہے اور ان سے بھی رسول اللہ ﷺ نے یہی فرمایا ہے جو تجھ سے فرمایا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ دو شخص کون کون سے ہیں انہوں نے کہا: مرارہ بن ربیع العمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما انہوں نے ایسے دو نیک شخصوں کا نام لیا جو بدر کی لڑائی میں شریک ہو چکے تھے اور جن میں میرے لئے نمونہ تھا۔ جب انہوں نے ان دو شخصوں کا نام لیا تو (مجھے تسلی ہوگئی اور) میں چل دیا۔ رسول اللہ نے پیچھے رہ جانے والوں میں، خاص کر ہم تینوں سے دوسرے صحابہ کو بولنے سے منع فرمادیا تو ہم سے سب لوگ بچنے لگے (کوئی بات تک نہ کرتا) اور بالکل ناواقف سے ہوگئے۔ ایسا معلوم ہوتا جیسے زمین (آسمان) بدل گئے، وہ زمین ہی نہ رہی (جس پر ہم رہتے تھے) اسی حالت میں پچاس راتیں گزریں۔ مرارہؓ اور ہلالؓ دونوں اپنے اپنے گھروں میں پڑے روتے رہے لیکن میں ایک جوان اور قوی آدمی تھا، میں باہر نکلتا اور مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا اور بازاروں میں آتا جاتا تھا لیکن مجھ سے کوئی شخص بات نہ کرتا اور جب نبی ﷺ نماز سے فارغ ہوکر بیٹھتے تو میں جا کر سلام کرتا اور غور سے دیکھتا کہ آپ ﷺ کے میرے سلام کے جواب میں کچھ لب مبارک ہلے ہیں یا نہیں؟ اور پھر آپ ﷺ کے قریب نماز پڑھنے لگتا اور ترچھی نظروں سے دیکھتا تھا کہ نماز کے وقت آپ ﷺ میری طرف متوجہ ہوتے تھے لیکن (نماز کے بعد) جب میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو منہ پھیر لیتے۔ اسی طرح ایک مدت گزری اور لوگوں کی اجنبیت اور زیادہ بڑھ گئی تو ایک روز میں چلا اور ابوقتادہؓ کے باغ

کی دیوار پھلانگی، وہ میرے چچا زاد بھائی تھے اور ان سے مجھے بہت محبت تھی۔ میں نے انہیں سلام کیا تو اللہ کی قسم! انہوں نے بھی جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابو قتادہ! تجھے اللہ کی قسم! کیا آپ نہیں جانتے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کتنی محبت ہے؟ لیکن وہ خاموش رہے۔ میں نے پھر قسم دے کر دوبارہ یہی کہا لیکن پھر بھی وہ خاموش رہے پھر تیسری بار قسم دے کر یہی کہا تو اس نے بس اتنا ہی کہا:

« اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ »

اللہ اور اس کے رسول خوب جانتے ہیں۔ اس وقت میرے آنسو ٹپک پڑے اور میں پیٹھ موڑ کر دیوار پھلانگ کر وہاں سے واپس چلا آیا۔ ایک مرتبہ جب میں بازار جا رہا تھا تو ملک شام کا ایک عیسائی کسان ملا جو مدینہ میں اناج فروخت کرنے آیا تھا، وہ کہہ رہا تھا کہ لوگو! مجھے کعب بن مالک کا بتلاؤ (وہ کون ہے؟) لوگوں نے اسے بتلانے کے لیے میری طرف اشارہ کیا، جب وہ میرے پاس آیا تو اس نے غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھے دیا، اس میں یہ لکھا تھا: اما بعد! ہم نے سنا ہے کہ تمہارے پیغمبر (محمد ﷺ) نے تم سے بدسلوکی کی ہے اور اللہ نے تمہیں ایسا گھٹیا نہیں بنایا اور نہ ہی بے کار (تم تو کام کے آدمی ہو) تم ہمارے پاس چلے آؤ، ہم بڑی محبت سے پیش آئیں گے، میں نے خط پڑھ کر خیال کیا کہ یہ بھی اللہ کی طرف سے امتحان ہے۔ میں نے اسی وقت اس خط کو آگ کے تنور میں جھونک دیا (اور جلا دیا) ابھی پچاس راتوں میں سے چالیس راتیں گزری تھیں کہ نبی ﷺ کا بھیجا ہوا ایک آدمی آیا اور کہا کہ نبی ﷺ نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے علیحدہ ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا کہ کیا اسے طلاق دے دوں یا کیا کروں؟ اس نے کہا نہیں، اس سے الگ رہو، اور تعلقات زوجیت ادا نہ کرو، میرے دونوں ساتھیوں کو بھی یہی حکم دیا گیا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک کہ اللہ کی طرف سے کوئی حکم

نازل نہ ہو۔ (وہ چلی گئی) سیدنا ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہلال بن امیہ بہت ضعیف بوڑھے ہیں اور اس کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں، اگر میں اس کی خدمت کروں تو کیا آپ اس کو برا سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ تعلقات زوجیت قائم نہ کرنا۔ تو اس نے کہا کہ اللہ کی قسم! جس روز سے یہ معاملہ ہوا ہے۔ سوائے رونے کے اور کچھ کرتا ہی نہیں۔

مجھ سے میرے بعض عزیزوں نے کہا کہ اگر تم بھی اپنی بیوی کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لیتے (کہ وہ تمہاری خدمت کرتی رہے) تو مناسب ہوتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو اجازت دی (تمہیں بھی اجازت دے دیں گے) میں نے کہا کہ اللہ کی قسم! میں تو کبھی رسول اللہ سے اس بات کی اجازت نہیں لوں گا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائیں؟ (اجازت دیں یا نہ دیں) اور میں تو جوان آدمی ہوں۔ اس کے بعد دس راتیں اور گزریں اب پچاس راتیں پوری ہوگئیں، اس وقت سے جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہم سے کلام کرنے کی ممانعت فرمادی تھی، پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ کر اپنے گھر کی چھت پر تھا۔ میں اس حالت میں بیٹھا ہوا تھا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے (سورہ توبہ: ۱۱۷ میں) کیا ہے کہ میں اپنی زندگی سے تنگ آگیا اور زمین بھی اتنی کشادہ ہونے کے باوجود میرے اوپر تنگ ہوگئی تھی۔ اتنے میں ایک پکارنے والے (سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کی آواز سنی جو سلع (نامی) پہاڑ پر چڑھ کر بلند آواز سے پکار رہے تھے کہ کعب بن مالک! خوش ہوجاؤ۔

یہ سنتے ہی میں سجدے میں گر پڑا اور مجھے یقین ہوگیا کہ اب میری مشکل دور ہوگئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد لوگوں کو اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا قصور معاف کردیا ہے تو اب لوگ مبارک دینے کے لئے (جوق در جوق) میرے اور

میرے دونوں ساتھیوں (مرارہ اور ہلال رضی اللہ عنہما) کے پاس جانے لگے۔ ایک شخص (سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ) گھوڑا دوڑاتے ہوئے میرے پاس آئے اور اسلم قبیلے کا ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا اور پہاڑ والے کی آواز مجھے گھوڑے والے کی آواز سے جلد پہنچی، جب یہ شخص جس کی بشارت دینے کی آواز مجھے پہنچی تھی میرے پاس آیا تو میں نے (خوشی میں) اپنے کپڑے اتار کر اسے پہنا دیئے۔ واللہ! اس روز میرے پاس یہی دو کپڑے تھے اور میں نے ابو (قتادہ) سے دو کپڑے مانگ کر پہنے اور رسول اللہ کی طرف چلا۔ راستے میں لوگ جوق در جوق ملتے اور مجھے توبہ قبول ہو جانے کی مبارکباد دیتے اور کہتے کہ اللہ کی بخشش تم کو مبارک ہو، جب میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہیں لوگ آپ ﷺ کے گرد ہیں، مجھے دیکھتے ہی سیدنا طلحہ بن عبیداللہ! جلدی سے اٹھے اور مجھے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔ اللہ کی قسم! ان کے سوا مہاجرین میں سے اور کسی نے اٹھ کر مجھے مبارکباد نہیں دی تھی اور میں ان کا یہ احسان کبھی بھولنے والا نہیں۔

«فَلَمَّا سَلَّمْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ هُوَ یَبْرُقُ وَجْهُهٗ مِنَ السُّرُوْرِ اَبْشِرْ بِخَیْرِ یَوْمٍ مَرَّ عَلَیْكَ مُنْذُ وَلَدَتْكَ اُمُّكَ»

جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو (میں نے دیکھا کہ) آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے جگمگا رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا: کعب تم کو اس دن کی بشارت ہو جو ان سب دنوں میں سب سے بہتر ہے، جب سے تمہاری ماں نے تم کو جنا۔ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ تو فرمایا: ((لَا بَلْ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ)) نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور نبی ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح روشن ہو جاتا اور ہم لوگ اس کو پہچان لیتے

تھے جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ اپنی توبہ کی قبولیت کے شکریہ میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں خیرات کر کے اللہ اور اس کے رسول کو دے دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ مال خیرات کرو اور کچھ اپنے لئے رہنے دو، وہ تمہارے لئے بہتری کا ذریعہ ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں اپنا خیبر کا حصہ اپنے لئے رہنے دیتا ہوں اور باقی خیرات کرتا ہوں۔ پھر عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے سچ کی ہی وجہ سے اللہ نے مجھے نجات دی اس لیے میں اپنی توبہ کی خوشی میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک زندہ ہوں کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔ اور اللہ کی قسم! میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی آزمائش میں سچ بولنے کی وجہ سے کسی مسلمان پر اتنا فضل کیا ہو جتنا مجھ پر کیا تھا۔ جب سے میں نے رسول اللہ سے اس معاملہ میں سچ سچ عرض کر دیا اس وقت سے آج کے دن تک میں نے کبھی قصداً جھوٹ نہیں بولا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں مجھے جھوٹ سے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سورۃ توبہ کی یہ آیات (۱۱۷۔۱۱۸ اور ۱۱۹) نازل کیں:

﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ...... وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

”اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مہاجرین و انصار کے حال پر توجہ فرمائی......

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ رہو۔“

اللہ کی قسم میں تو اسلام لانے کے بعد سے اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اپنے اوپر اس سے بڑھ کر نہیں سمجھتا کہ اس نے مجھے رسول اللہ کے سامنے سچ بولنے کی توفیق دی اور جھوٹ سے بچایا۔ اگر میں جھوٹ بولتا تو دوسرے لوگوں (منافقوں) کی طرح جنہوں نے جھوٹ بولا، میں بھی تباہ ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب وحی نازل کی تو ان جھوٹوں کے لئے ایسا برا لفظ اتارا کہ ویسا برا لفظ کسی کے لئے نہیں اتارا۔ فرمایا:

﴿ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ ...... اِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (سورة التوبه: ٩٥-٩٤)

"اب جب تم لوٹ کر آئے تو یہ لوگ اللہ کی (جھوٹی قسمیں کھائیں گے) ...... بیشک اللہ تعالیٰ فاسقین لوگوں سے راضی نہیں ہوگا۔"

سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم تینوں آدمیوں کا حکم ان لوگوں کے حکم سے ملتوی رکھا گیا جنہوں نے جھوٹی قسمیں کھائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول کرلیا اور ان سے تجدید بیعت کی اور اللہ سے ان کے لئے مغفرت چاہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے بارے میں تاخیر کی یہاں تک کہ اللہ نے حکم کیا۔ اسی لئے اللہ نے (قرآن میں) یہ فرمایا:

﴿ وَ عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ﴾ (سورہ التوبہ: ١١٨)

"اور ان تین شخصوں کو (معاف کیا) جو (جنگ سے) پیچھے رہ گئے۔

اور اس آیت میں پیچھے رہ جانے والوں سے یہی مراد ہے کہ ہمارے بارے میں تاخیر کی گئی اور ہم تاخیر میں ڈال دیئے گئے۔ یہ مراد نہیں کہ جہاد میں پیچھے رہ گئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پیچھے رہے جنہوں نے قسمیں کھا کر عذر بیان کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے عذر قبول کر لئے تھے۔

(المغازی، باب حديث كعب بن مالك، رقم:٤٤١٨)

مسجد میں پیدل چل کر آنے کی فضیلت:

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا اس سے کوئی نماز جماعت سے نہیں چھوٹتی تھی میرے خیال میں اس کا گھر تمام مقتدیوں کے گھر سے دور تھا اسے کسی نے کہا کہ بھائی اندھیرے اور گرمی سے بچنے کے لیے کوئی گدھا ہی خرید لو اس پر سوار ہو کر آیا کرو۔

لیکن اس نے جواب دیا کہ مجھے یہ بات قطعاً پسند نہیں ہے کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میں مسجد میں چل کر آؤں اور مجھے اس کا ثواب ملے اور جب واپس اپنے گھر لوٹ کر جاؤں اس کا بھی اجر ملے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

« قَدْ جَمَعَ اللّٰهُ لَكَ ذٰلِكَ كُلَّه »

”اللہ نے (تیری نیت کے مطابق) تمام درجات عطا فرما دیے۔“

مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الصلوة المکتوبة في جماعة، رقم......

تذکرہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ

روضہ خاخ پر ایک جاسوسی کا خط:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھے اور زبیر اور حضرت مقداد (رضی اللہ عنہم) سے فرمایا:

«اِئْتُوْا رَوْضَةَ خَاخٍ فَاِنَّهَا بِهَا ظَعِيْنَةٌ مَعَهَا كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا»

”تم روضہ خاخ (مقام پر) جاؤ وہاں ایک بڑھیا ہے جس کے پاس خط ہے وہ خط لے آؤ۔“

ہم اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت وہاں موجود ہے ہم نے اسے کہا خط نکال دے اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا یا تو تو خط دے دے یا پھر تو اپنے کپڑے اتار (ان میں خط ضرور مل جائے گا)

اس نے (گھبرا کر) اپنے سر کے بالوں سے خط نکال دیا ہم وہ خط لے کر رسول اکرم ﷺ کے پاس لائے اس میں لکھا تھا:

«مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِیْ بَلْتَعَةَ اِلٰی اُنَاسٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ»

”یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ نے بھیجا ہے اور مکہ کے مشرکین کی طرف لکھا گیا ہے۔“

اس خط میں رسول اللہ ﷺ کے کسی (جنگی) راز کو فاش کیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا حاطب یہ کیا معاملہ ہے؟ حضرت حاطب فرمانے لگے یا رسول اللہ! آپ (سزا دینے میں) جلدی نہ کرنا (میں آپ کو اس کی وجہ بتاتا ہوں بات یہ ہے کہ) میں قریشی نہیں ہوں بلکہ میں قریش کا حلیف بنا ہوا تھا جتنے بھی مہاجرین مکہ سے ہجرت کر آئے ہیں ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں وہ ان کے بیوی بچوں کی حفاظت کرتے ہیں مجھے یہ خیال آیا کہ جب میرا ان سے خاندانی تعلق نہیں ہے میں (آپ ﷺ کا راز فاش کرکے) ان پر ایک احسان کردوں تو وہ لوگ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں گے ورنہ میں نے نہ کفر کیا ہے اور نہ ہی میں مرتد ہوا ہوں اور نہ ہی مجھے کفر سے کوئی لگاؤ اور محبت ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ”حاطب نے سچ کہا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:

«دَعْنِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَضْرِبْ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ»

”یارسول اللہ! مجھے آپ اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دیتا ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَ مَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ اللّٰهَ اطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»

”عمر! یہ بدری صحابی ہیں آپ کو کیا معلوم اللہ تعالیٰ نے بدریوں کی طرف

دیکھا اور فرمایا تم جو بھی عمل کرو میں نے تمھیں بخش دیا۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ......﴾ (الممتحنة)

"اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں (یعنی کافروں) کو دوست نہ بناؤ......" (بخاری التفسیر، باب لَاتَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ ...... ٤٨٩٠)

ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت مرثد غنوی کے جانے کا ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اور ابو مرثد اور زبیر کو بھیجا کہ تم روضہ خاخ پر پہنچو وہاں ایک عورت ہے جس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک خط ہے جو مشرکین مکہ کی طرف بھیجا گیا ہے، وہ لے کر آؤ۔

ہم (چاروں) شاہسوار تھے ہم (اپنے گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے) تو ہم نے وہاں ایک اونٹ پر سوار خاتون کو گزرتے دیکھا ہم نے کہا خط لاؤ لیکن خاتون نے کہا کہ میرے پاس خط کہاں ہے؟ ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھا دیا اور (اس کی اور اس کے سامان کی) تلاشی لی لیکن ہمیں خط نہ ملا ہم نے کہا اللہ کے رسول ﷺ نے جھوٹ نہیں بولا اب خط ہمارے حوالے کر دے ورنہ ہم تیرے کپڑے اتار کر (تلاشی لیں گے) جب اس خاتون نے ہماری سختی دیکھی تو اس نے وہ خط نکال کر ہمارے حوالے کر دیا وہ خط لے کر ہم نبی کریم ﷺ کے پاس لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے رسول! اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی ہے (اس نے جنگی راز کو فاش کر دیا ہے) مجھے اجازت دیجیے میں اس کا سر قلم کر دیتا ہوں۔

لیکن آپ ﷺ نے فرمایا اے حاطب! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت حاطب نے فرمایا اللہ کی قسم میں کافر نہیں ہوا بلکہ بات یہ ہے کہ میرا مقصد تھا کہ مکہ

والوں پر میرا ایک احسان ہو جائیگا جس کی وجہ سے اللہ میرے اہل اور مال کا تحفظ کرائے گا آپ کے جتنے بھی (مہاجر) صحابی ہیں تمام کے عزیز و اقارب موجود ہیں جن کے ذریعے اللہ ان کے اہل اور مال کی حفاظت کرتا ہے۔

نبی ﷺ نے فرمایا حاطب نے سچ سچ کہا ہے ان سے کوئی بری بات نہ کہو لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیانت کی ہے آپ مجھے چھوڑیں میں اس کا سر قلم کر دیتا ہوں لیکن نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کی طرف دیکھا اور فرمایا:

« اِعْمَلُوْا مَاشِئْتُمْ فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الْجَنَّةُ» یا فرمایا« فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»

”تم جو چاہو عمل کرو (دنیا میں سزا مل سکتی ہے لیکن آخرت میں) تمہارے لیے جنت واجب ہو چکی ہے یا (آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا) میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔“

(راوی کہتا ہے کہ یہ فرمان نبوی سن کر) عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمانے لگے:

« اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ»

”اللہ اور اس کے رسول ﷺ خوب جانتے ہیں۔“

بخاری کتاب المغازی باب فضل من شهد بدرًا رقم:۳۹۸۳

حضرت حاطب رضی اللہ عنہ جنتی ہے......!!

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کا غلام آیا اور ان کی شکایت کرتے ہوئے کہنے لگا یا رسول اللہ! حاطب تو جہنم میں داخل ہوگا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَّةَ »

”تو نے غلط کہا ہے وہ جہنم میں داخل نہیں ہوں گے کیونکہ وہ تو بدر اور حدیبیہ میں شریک ہو چکے ہیں۔“

مسلم، كتاب الفضائل ، باب فضائل حاطب بن ابی بلتعه، رقم: ٦٤٠٣

تذکرہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی

حضرت عاصم بن ثابت اور حضرت خبیب رضی اللہ عنہما کی شہادت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس (صحابہ کو) جاسوس بنا کر بھیجا اور ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت انصاری کو بنا دیا جب وہ عسفان اور مکہ کے درمیان ہداۃ کے مقام پر پہنچے تو ہذیل کے قبیلے بنولحیان کو ان کا پتا چل گیا تو انھوں نے ان کو گرفتار کرنے کے لیے تقریباً ایک سو تیر انداز روانہ کر دیے وہ ان کے قدموں کے نشانات کو دیکھتے دیکھتے ایک جگہ پر پہنچے جہاں ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے کھجوریں کھائی تھیں وہ کھجوروں کی گٹھلیاں دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ کھجوریں تو یثرب (مدینے) کی ہیں۔ (اب انھیں یقین ہو گیا کہ یہ لوگ واقعی مسلمان ہیں)

اب انھوں نے ان کا پیچھا شروع کر دیا، جب حضرت عاصم اور ان کے ساتھیوں کو علم ہوا تو انھوں نے ایک (بلند) جگہ پر پناہ لے لی اور کفار نے ان کا محاصرہ کر لیا اور کہنے لگے کہ تم نیچے اتر آؤ اور خود کو ہمارے حوالے کر دو ہم تم سے عہد اور پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ ہم تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

حضرت عاصم نے کہا بھائیو میں تو کسی کافر کے ذمے میں نہیں اتروں گا (کیونکہ کافر پر کوئی اعتماد نہیں ہوتا) پھر دعا فرمائی اے اللہ! ہماری اطلاع اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پہنچا دے۔ اب کفار نے ان پر تیر برسانے شروع کر دیے جس کے نتیجے میں حضرت

عاصم شہید ہو گئے اور تین صحابہ ان کے وعدہ (پر اعتماد کرتے ہوئے) نیچے اتر آئے ان میں سے ایک حضرت خبیب اور زید بن دثنہ اور ایک اور شخص تھا جب وہ ان کے قابو میں آ گئے تو انھوں نے ان صحابہ کے تیروں کی تانتیں کھولیں اور ان سے ان کو باندھ لیا اب یہ منظر دیکھ کر تیسرے شخص نے کہا کہ یہ پہلا دھوکہ ہے (آگے معلوم نہیں کیا کرو گے) اللہ کی قسم! میں تو تمھارے ساتھ نہیں جاؤں گے (اگر تم مجھے قتل کر دیتے ہو تو) میرے لیے شہید ہو جانے والے ساتھیوں میں نمونہ ہے (یعنی میں ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے شہید ہو جانا پسند کروں گا لیکن تمھارے ساتھ نہیں چلوں گا)

اب کفار نے انھیں ساتھ لے چلنے کی پوری کوشش کی اور انھیں گھسیٹا بھی لیکن انھوں نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تو انھوں نے انھیں شہید کر دیا۔ اب حضرت خبیب اور زید بن دثنہ کو لے جایا گیا اور جنگ بدر کے واقعہ کے بعد انھوں نے ان دونوں کو جا کر فروخت کر دیا حضرت خبیب نے کیونکہ جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا اس لیے اس کے بیٹوں نے حضرت خبیب کو (اپنے باپ کے قصاص میں قتل کرنے کے لئے) خرید لیا پھر خبیب کو قیدی بنا لیا گیا وہ ان کے پاس کچھ عرصہ قید رہے پھر جب کفار نے ان کے قتل کو حتمی شکل دے دی تھی (اس وقت کا واقعہ ہے کہ) حضرت خبیب نے حارث کی کسی بیٹی سے عاریۃً استرا مانگا تا کہ وہ اپنی حجامت کر لیں اس نے استرا دے دیا اتفاقاً اس کا کم سن بچہ حضرت خبیب کے پاس چلا گیا اور اسے اپنے بچے کے متعلق کا علم نہیں تھا کہ وہ خبیب کے پاس چلا گیا ہے وہ آئی تو اس نے دیکھا کہ خبیب رضی اللہ عنہ نے اسے اپنی ران پر بٹھا رکھا ہے اور استرا خبیب کے ہاتھ میں تھا اب یہ منظر دیکھ کر وہ عورت گھبرا گئی اور خبیب نے اس کی گھبراہٹ محسوس کر لی تو پوچھا کہ کیا تجھے یہ خطرہ تھا کہ میں تیرے بیٹے کو قتل کر ڈالوں گا میں ایسا ہرگز نہیں کر سکتا (ہمارے اسلام کی یہ تعلیم نہیں ہے) اس عورت کا بیان ہے کہ اللہ لی قسم!

میں نے خبیب سے اچھا کوئی قیدی کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم ایک دن میں نے انھیں انگوروں کا گچھا ہاتھوں میں لیے ہوئے دیکھا وہ انگور کھا رہے تھے حالانکہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور اس وقت مکہ میں پھل نہیں ملتے تھے۔

وہ خاتون کہا کرتی تھی کہ وہ خبیب کا رزق تھا جو اللہ نے انھیں (جنت سے) عطا فرمایا تھا۔ (راوی کہتا ہے کہ) جب حضرت خبیب کو حرم سے باہر قتل کرنے کے لیے لے جائے گئے تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: « دَعُوْنِیْ اُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ » کہ مجھے چھوڑ دو مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو کفار نے انھیں چھوڑ دیا تو انھوں نے دو رکعتیں ادا کیں پھر فرمایا اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم یہ سمجھو گے کہ میں موت سے گھبرا گیا ہوں تو میں اور بھی نماز پڑھتا پھر حضرت خبیب فرمانے لگے:

« اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا وَ لَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا »

”اے اللہ! انھیں گن لے اور انھیں منتشر کر کے مارنا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑنا۔“

پھر حضرت خبیب نے اشعار کہے:

فَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰی اَیِّ جَنْبٍ كَانَ فِی اللّٰهِ مَصْرَعِیْ
وَ ذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَ اِنْ يَّشَاْ
يُبَارِكْ فِیْ اَوْصَالِ شِلْوٍ مُّمَزَّعِ

”جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں شہید کیا جا رہا ہوں تو جس پہلو پر بھی گروں وہ اللہ کی رضا کے لیے ہوگا یہ شہادت تو اللہ کی رضا کے لیے ہے اگر وہ چاہے تو کٹے ہوئے اعضاء میں برکت ڈال دے (یعنی معزز بنا دے)۔“

(راوی کہتا ہے کہ) پھر خبیب رضی اللہ عنہ کو ابو سروعہ عقبہ بن حارث نے اٹھ کر شہید کر ڈالا۔ حضرت خبیب پہلے مسلمان ہیں جنہیں باندھ کر شہید کیا گیا اور انہوں نے (شہادت کے وقت) نماز پڑھی تھی اور آپ ﷺ نے صحابہ کو ان کی شہادت کی اطلاع ان کی شہادت کے دن ہی دی تھی۔

جب قریش کو حضرت عاصم بن ثابت کی شہادت کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے چند افراد کو بھیجا کہ وہ ان کا کوئی ایسا عضو لے کر آئیں جیسی سے تصدیق ہو سکے کہ واقعی وہ شہید ہو چکے ہیں کیونکہ حضرت عاصم نے بھی (بدر کے دن) قریش کے کسی سردار کو قتل کیا تھا (قریش اپنے اس غم و غصے کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتے تھے) لیکن جب قریش ان کی لاش یا عضو کاٹ کر لے جانے کے لیے آگے بڑھے تو اللہ تعالیٰ نے عاصم رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے شہد کی مکھیوں کو یا بھڑیں بادل کی طرح بھیج دیں جو ان پر چھا گئیں جس کی وجہ سے وہ ان کا کوئی عضو کاٹنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(بخاری کتاب المغازی باب فضل من شَهِدَ بَدْرًا کاذیلی باب ......رقم: ۳۹۸۹)

تذکرہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ

حضرت عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں لوگوں کو گمراہ تصور کیا کرتا تھا وہ بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے میں انہیں غلط سمجھا کرتا تھا میں نے ایک شخص کے متعلق سنا کہ وہ مکے میں نبوت کا اعلان کر چکا ہے میں اسے ملنے کے لئے سواری پر سوار ہو گیا اور میں اس کے پاس آیا تو وہ اللہ کے رسول ﷺ تھے آپ خفیہ طریقے سے تبلیغ کر رہے تھے اور آپ کی قوم آپ کو پریشان کئے ہوئے تھی میں نے آپ ﷺ کے پاس جا کر کہا آپ کیا چیز ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں نبی ہوں میں نے کہا نبی کیا چیز ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے میں

نے کہا اللہ نے آپ کو کیا چیز دے کر بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے مجھے رشتہ داری ملانے اور بتوں کو توڑنے کے لئے بھیجا ہے اور لوگوں کو اللہ کی توحید کا سبق دینے کے لئے بھیجا ہے میں نے کہا آپ کا ساتھ کس نے دیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کچھ آزاد اور کچھ غلاموں نے ساتھ دیا ہے اس دن آپ ﷺ کے ساتھ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایمان لا چکے تھے میں نے کہا میں بھی آپ کی پیروی کرنا چاہتا ہوں لیکن آپ ﷺ نے فرمایا آج آپ میں یہ طاقت نہیں ہے آج میرا اور لوگوں کا حال نہیں دیکھ رہے؟ (کہ وہ ہم سے کیا سلوک کر رہے ہیں) تم ابھی اپنے گھر لوٹ جاؤ جب آپ کو میرے غلبے کی خبر ملے تب میرے پاس آجانا۔

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر لوٹ گیا حتی کہ رسول اللہ ﷺ مدینے میں تشریف لائے میں لوگوں سے حالات معلوم کیا کرتا تھا ایک دن میرے پاس مدینے سے کچھ لوگ آئے میں نے پوچھا کہ جو شخص مدینے میں آیا ہے اس کا کیا حال ہے؟

انہوں نے کہا لوگ تیزی سے اس کا دین قبول کر رہے ہیں اس کی قوم کے لوگوں نے تو اسے قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا تھا لیکن وہ اپنے منصوبے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

میں یہ سن کر مدینے میں پہنچا اور آپ ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوا میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے پہچانتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم وہی شخص ہو نا! جو مجھے (فلاں موقع پر) مکے میں ملے تھے؟ میں نے عرض کیا ہاں میں وہی ہوں پھر میں نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ اللہ نے جو آپ کو سکھایا ہے میں اس سے ناواقف ہوں اس میں سے مجھے کچھ چیزیں بتا دیجئے آپ مجھے نماز کے متعلق بتائیے آپ ﷺ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھو پھر سورج طلوع ہونے تک حتی کہ بلند ہو جائے (کوئی نفل) نماز

نہ پڑھو کیونکہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت کفار سورج کی پوجا کرتے ہیں (جب سورج بلند ہو جائے تب) نماز پڑھو جب سورج سر پر سیدھا کھڑا ہو جائے تو نماز سے رک جاؤ کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑکایا جاتا ہے پھر جب سورج ڈھل جائے تب نماز پڑھو کیونکہ نماز پر فرشتے حاضر ہوتے ہیں جب عصر کی نماز پڑھ لو تب سورج غروب ہونے تک کوئی نماز نہ پڑھو کیونکہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان غروب ہوتا ہے اور کافر لوگ اس وقت سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔

میں نے کہا اللہ کے نبی ﷺ وضو کے متعلق مجھے بتایئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص کلی کرتا ہے اور ناک میں پانی چڑھاتا (اور جھاڑتا ہے) تو اس کے ناک اور منہ کے گناہ گر جاتے ہیں پھر جب اللہ کے حکم کے مطابق چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے کے گناہ گر جاتے ہیں جب اپنے ہاتھ کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے گناہ انگلیوں کے پوروں سے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں جب مسح کرتا اس کے سر کے گناہ اس کے بالوں کے اطراف سے پانی کے ساتھ گر جاتے ہیں جب اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوتا ہے تب اس کی انگلیوں کے پوروں سے پانی کے ساتھ اس کے گناہ گر جاتے ہیں۔

جب بندہ وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے اللہ کی تعریف اور بزرگی بیان کرتا ہے جس تعریف و بزرگی کا اللہ تعالیٰ مستحق ہے اور اپنے دل کو (دنیاوی خیالوں سے) خالی کر لیتا ہے تو جب وہ نماز سے سلام پھیرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے وقت گناہوں سے صاف تھا جب یہ حدیث حضرت عبسہ نے حضرت ابوامامہ صحابی کو بیان کی تو انہوں فرمایا اے عمرو دیکھو کیا کہہ رہے ہو؟ کیا ایک ہی جگہ پر اتنی باتیں ایک

شخص کو بتا دی گئیں؟

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امامہ!

«لَقَدْ كَبِرَتْ سِنِّيْ وَرَقَّ عَظْمِيْ وَاقْتَرَبَ اَجَلِيْ وَمَابِيْ حَاجَةٌ اَنْ اَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ وَلَا عَلٰى رَسُوْلِهٖ......»

”میری عمر بہت گزر چکی (میں بوڑھا ہو گیا) اور میری ہڈیاں کمزور پڑ گئی ہیں اور میری موت قریب آ چکی ہے (اس عمر میں) کیا میں اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ کہہ سکتا ہوں؟ میں یہ باتیں نبی ﷺ سے ایک دو بار نہیں بلکہ سات بار سے زیادہ بار سن چکا ہوں۔“

مسلم فضائل القرآن باب اسلام عمرو بن عنبسة"رقم: ۱۹۳۰

تذکرہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ ہم حضرت خباب کی بیمار پرسی کے لیے گئے تو انھوں نے فرمایا کہ ہم نے اللہ کی رضا کے لیے نبی ﷺ کے ساتھ ہجرت کی تھی جس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ثابت ہو گیا۔

ہم میں سے کچھ ایسے صحابہ بھی تھے جن کو ہجرت کے اجر میں سے کچھ بھی نہ ملا (وہ پہلے ہی وفات کر گئے) ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ جنگ احد میں شہید ہوئے ان کے ورثہ میں صرف ایک چادر تھی جو اون سے بنی ہوئی تھی (ان کو کفن دینے لگے تو) جب ہم ان کے سر کو چادر سے ڈھانپ لیتے تو ان کے پاؤں ظاہر ہو جاتے تھے اور جب ان کے پاؤں کو ڈھانپ دیتے تو ان کا سر ظاہر ہو جاتا تھا۔

اس صورت حال میں حضرت ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ان کا سر چادر سے

ڈھانپ دو اور ان کے پاؤں پر اذخر (گھاس) ڈال دو (چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا)۔

اور ہم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کا پھل پک چکا ہے اور وہ اسے چن رہا ہے (یعنی کچھ لوگوں نے ہجرت کے بعد دنیا کی فراوانی بھی دیکھی ہے لیکن کچھ لوگ دنیا سے کچھ حاصل کیے بغیر انتقال کر گئے)

بخاری، کتاب المناقب، باب هجرة النبی ﷺ، رقم: ۳۸۹۷

تذکرہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

حضرت ثابت بن قیس کو جنت کا پروانہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ ......﴾

"اے ایمان والو! اپنی آواز کو رسول ﷺ کی آواز پر بلند نہ کرو (یعنی رسول ﷺ کے سامنے بلند آواز سے گفتگو نہ کرو)

تو حضرت ثابت بن قیس اپنے گھر میں جا کر بیٹھ گئے اور کہا کہ میں تو جہنمی بن گیا اور وہ نبی ﷺ کے پاس نہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ سے فرمایا اے ابو عمرو! ثابت کو کیا ہوا (کہ وہ نظر نہیں آتے؟) سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ثابت میرے ہمسائے ہیں لیکن ان کی بیماری کے متعلق تو میں نے نہیں سنا (پھر معلوم نہیں مسجد نبوی میں کیوں نہیں آ رہے)؟

سعد رضی اللہ عنہ ان کا پتا کرنے ان کے پاس گئے اور نبی ﷺ کا فرمان سنایا تو انہوں نے فرمایا کہ اصل بات یہ ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ﴾ آیت نازل ہوئی ہے اور تم جانتے ہو کہ میں بلند آواز کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے سامنے باتیں کیا کرتا تھا میں تو جہنمی بن گیا ہوں حضرت سعد نے

جا کر آپ ﷺ کو ثابت کی بات سنائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« بَلْ هُوَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ »

”وہ جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہیں۔“

مسلم كتاب الايمان باب مخافة المؤمن ان يحبط عمله“ رقم: ٣١٤

تذکرہ حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے ساتھ رات گزارتا تھا اور میں آپ ﷺ کے لئے وضو کے پانی اور دوسری ضروریات کا خیال رکھا کرتا تھا ایک دن آپ ﷺ نے فرمایا مانگو (کیا مانگتے ہو؟) میں نے کہا:

« اَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ »

”میں آپ ﷺ سے جنت میں آپکا ساتھ مانگتا ہوں۔“

آپ ﷺ نے فرمایا اس کے علاوہ کوئی اور چیز مانگو میں نے کہا بس یہی مطالبہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« فَاَعِنِّي عَلَى كَثْرَةِ السُّجُوْدِ »

” (میں آپ کو جنت میں لے جاؤنگا اس سلسلے میں) آپ نفل نماز زیادہ سے زیادہ پڑھ کر میری مدد کرو۔“

مسلم كتاب الصلوة باب فضل السجود“رقم: ١٠٩٤

حضرت ابراہیم بن محمد ﷺ کی فضیلت:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن نبی ﷺ کا بیٹا حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فوت ہوا آپ ﷺ نے فرمایا:

« اِنَّ لَهُ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ »

"(اس کی دودھ کی (چھ ماہ کی) جو مدت باقی تھی اسے مکمل کرنے کے لیے) جنت میں دودھ پلانے والی عورت کا اللہ نے بندوبست کر دیا ہے۔"

بخاری کتاب الجنائز باب ما قیل فی اولاد المسلمین "رقم: ۱۳۸۲

تذکرہ انصار رضی اللہ عنہم

انصار اللہ کا رکھا ہوا نام ہے:

حضرت غیلان بن جریر ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس ؓ سے پوچھا کہ انصار نام تم نے خود رکھ لیا تھا یا اللہ نے یہ نام تمھارا رکھا تھا؟ تو انھوں نے فرمایا: « بَلْ سَمَّانَا اللّٰه » "نہیں بلکہ یہ نام اللہ تعالیٰ نے رکھا تھا۔"

راوی کہتا ہے کہ ہم حضرت انس ؓ کے پاس جایا کرتے تھے اور وہ ہمیں انصار کے فضائل بیان کیا کرتے تھے۔

(بخاری، مناقب الانصار، باب مناقب الانصار: ۳۷۷۶)

انصار کا نبی ﷺ پر اعتراض اور آپ ﷺ کی ان سے محبت:

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ہجرت کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے بعاث کی جنگ کو مقدر میں کیا تھا جس میں انصار کے سردار مارے گئے اور انصار کو بہت بڑا دھچکا لگا تھا جس سے ان کا شیرازہ بکھر چکا تھا پھر اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو مدینہ میں بھیج دیا اور انصار نے اسی وجہ سے اسلام قبول کرنے میں جلدی کی تھی۔ (بخاری، مناقب الانصار، باب مناقب الانصار،: ۳۷۷۷)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں فتح مکہ کے دن نبی رحمت ﷺ نے قریش کو (مال اور تحائف) دیے تو انصار (کے کچھ لوگوں) نے کہا اللہ کی قسم یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ قریش کے خون سے ہماری تلواریں ابھی تر ہیں اور قریش کو ہمارے غنیمت کے مال

دیے جانے لگے ہیں (حالانکہ ان مالوں کے حقدار ہم تھے) اس بات کا علم نبی ﷺ کو ہوا تو آپ ﷺ نے انصار کو بلا بھیجا (وہ آ گئے تو) آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کیسی باتیں ہیں جو تمھاری طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں؟

(حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ) انصار جھوٹ نہیں بولا کرتے تھے اس لیے انھوں نے عرض کیا اللہ کے رسول! جیسے آپ تک باتیں پہنچی ہیں باتیں تو وہی ہوئی ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمھیں یہ پسند نہیں ہے کہ لوگ تو اپنے گھروں میں مال لے کر لوٹیں اور تم اللہ کے رسول کے ساتھ (خالی) اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ؟

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَوْ سَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ أَوْ شِعْبَهُمْ »

”اگر کسی وادی یا گھاٹی میں انصار چلیں گے تو میں بھی اسی میں چلوں گا۔“

حضرت ابو ہریرہ ؓ کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« وَلَوْ لَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَءًا مِّنَ الْأَنْصَارِ »

”اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصاری (یعنی مہاجرین کا ہمدرد و مددگار) ہوتا۔“

بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب الانصار، باب قول النبی ﷺ لولا الهجرة لكنت رقم: ۳۷۷۸

حضرت براء ؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

« اَلْأَنْصَارُ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَ لَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ فَمَنْ أَحَبَّهُمْ أَحَبَّهُ اللّٰهُ وَ مَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللّٰهُ »

”انصار سے محبت وہی کرتا ہے جو مومن ہوتا ہے اور ان سے بغض وہی رکھتا ہے جو منافق ہوتا ہے جو شخص انصار سے محبت کرے اللہ اس سے

محبت کرے اور جوان سے بغض رکھے اللہ اس سے بغض رکھے۔“

(بخاری ،مناقب الانصار، باب حب الانصار من الایمان:۳۷۸۳)

انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

«آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَ آيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ»

”انصار سے محبت کرنا ایمان کی علامت اور انصار سے بغض رکھنا منافقت کی علامت ہوتی ہے۔“(حوالہ مذکور: ۳۷۸٤)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے (انصار کے) بچوں اور عورتوں کو کسی شادی سے آتا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ کھڑے ہوگئے اور (انصار کے لوگوں کی طرف) متوجہ ہو کر فرمایا:

«اَللّٰهُمَّ اَنْتُمْ مِنْ اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيَّ»

آپ ﷺ نے یہ جملہ تین بار دہرایا۔ ”کہ اللہ گواہ ہے تمام لوگوں میں سے تم مجھے سب سے زیادہ پیارے ہو۔“

(بخاری، مناقب الانصار، باب قول النبی للانصار انتم ...... ۳۷۸۵)

انصار نے کہا پہلے مہاجرین کو رقبہ دو بعد میں ہمیں دینا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے چاہا کہ بحرین میں انصار کو جاگیر الاٹ کر دیں تو انصار نے کہا کہ (ہم وہ جاگیر تب تک نہیں لیں گے) جب تک ہمارے مہاجرین بھائیوں کو بھی ویسے ہی زمینیں نہ ملیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب تم لوگ میرے بعد اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہوئے دیکھو گے۔ لہٰذا تم صبر کرنا حتی کہ تم مجھے آن ملو۔

انصار کے بہترین چار محلے:

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ الْاَنْصَارِ (اَوْ قَالَ) خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنُوالنَّجَّارِ وَ بَنُوْ عَبْدِ الْاَشْهَلِ وَ بَنُو الْحَارِثِ وَ بَنُو السَّاعِدَةِ»

''انصار میں سے بہتر (یا آپ ﷺ نے فرمایا) انصار کے محلوں میں سے بہترین محلے بنونجار، بنوعبدالاشہل، بنوالحارث اور بنوساعدہ ہیں۔''

(بخاری، مناقب الانصار، باب مناقب الانصار: ۳۷۹۰)

حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ دُوْرِ الْاَنْصَارِ بَنِي النَّجَّارِ ......»

''انصار میں سے بہتر گھر بنونجار کے پھر بنوعبدالاشہل پھر بنو حارث بن خزرج پھر بنو ساعدہ کے گھر ہیں ہاں انصار کے تمام گھروں میں بھلائی ضرور ہے۔''

حضرت ابواسید فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں نبی ﷺ پر اس سلسلے میں تہمت لگاتا تو میں پہلے اپنی قوم بنوساعدہ کا نام لگا دیتا جب حضرت سعد بن عبادہ (جو بنوساعدہ کے سردار تھے ان) کو نبی ﷺ کے اس فرمان کا علم ہوا تو انھیں یہ بات ناگوار گزری کہنے لگے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں چار قبیلوں میں سے آخر میں ذکر فرمایا ہے ہم چوتھے نمبر پر چلے گئے؟ پھر انھوں نے کہا کہ میرے گدھے پر زین رکھو (یعنی گدھے کی سواری کے لیے تیار کرو) میں نبی ﷺ کے پاس جاتا ہوں۔

تب میرے بھتیجے سہل نے انھیں فرمایا کہ آپ اللہ کے نبی ﷺ کے فرمان کی تردید کرنے چلے ہیں حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں کیا آپ لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہے کہ تم چار (بہترین قبیلوں) میں سے ایک ہوں۔ حضرت عبادہ نے یہ سن کر آپ کے پاس جانے کا پروگرام ختم کردیا اور فرمانے لگے: «اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ» اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں پھر انھوں نے گدھے کو کھول دینے کا

حکم دیا۔ (مسلم، الفضائل، باب فی خیر دور الانصار: ٦٤٢٥)

انصار حوض کوثر پر:

حضرت اسید بن حضیر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری شخص نے نبی ﷺ سے کہا یا رسول اللہ! جیسے آپ نے فلاں شخص کو گورنر بنا دیا ہے آپ مجھے اس طرح کا عہدہ نہیں عطا فرما دیتے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد تم پر دوسرے کو ترجیح دی جائے گی۔

«فَاصْبِرُوْا حَتّٰی تَلْقَوْنِیْ عَلَی الْحَوْضِ»

”تم صبر سے کام لیتے رہنا بالآخر قیامت کے دن تم مجھ سے حوض کوثر پر ملو گے۔“

(بخاری، مناقب الانصار، باب قول النبی ﷺ للانصار اصبروا حتی…… ٣٧٩٢)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ جنگ خندق کے دن انصار یہ کہہ رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِیْنَ بَایَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَی الْجِهَادِ مَا بَقِیْنَا اَبَدًا

”ہم تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے محمد ﷺ سے بیعت کی ہے کہ جب تک زندہ رہیں گے جہاد کرتے رہیں گے۔“

آپ ﷺ انھیں اس طرح جواب دیتے:

«اَللّٰهُمَّ لَا عَیْشَ اِلَّا عَیْشَ الْاٰخِرَةِ فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ»

”اے اللہ زندگی تو آخرت کی زندگی ہے اے اللہ انصار اور مہاجرین کو عزت سے نواز دے۔“

(بخاری، مناقب الانصار، باب دعا النبی ﷺ اَصْلِحِ الْاَنصار والمهاجِرَةِ، رقم: ٣٧٩٥)

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں میں جریر بن عبد اللہ بجلی کے ساتھ

چلا گیا تو وہ میری خدمت کیا کرتے تھے میں نے ان سے کہا کہ ایسا نہ کرو تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے انصار کو نبی کریم ﷺ کی خدمت کرتے دیکھا تھا اس لیے میں نے قسم اٹھا رکھی ہے کہ میں جس انصاری کے ساتھ رہوں گا اس کی خدمت کروں گا۔ حضرت زید بن ارقم ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تھی:

« اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَلِاَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ وَاَبْنَاءِ اَبْنَاءِ الْاَنْصَارِ»

''اے اللہ! انصار کو اور انصار کی بیٹوں اور انصار کے پوتوں کو بخش دے۔''

مسلم، کتاب الفضائل باب فضائل الانصار رضی اللہ عنہم، رقم: ٦٤١٤

تذکرہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم

حضرت رافع زرقی ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبریل نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور پوچھا

« مَاتَعُدُّوْنَ اَھْلَ بَدْرٍ فِیْکُمْ»

''تم اپنے اندر بدری صحابہ کو کیسا سمجھتے ہو؟''

آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم انہیں مؤمنوں میں سے افضل اور اعلی سمجھتے ہیں تو حضرت جبریل ؑ نے فرمایا:

« وَکَذٰلِكَ مَنْ شَھِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِکَةِ»

''اس طرح جو فرشتے جنگ بدر میں اترے تھے وہ تمام فرشتوں میں سے افضل سمجھے جاتے ہیں۔''

(بخاری کتاب المغازی باب شهدالملائکته بدرًا......رقم: ٣٩٩٢)

* * *

فضائل قرآن

حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو شخص قرآن کا ایک حرف پڑھے گا تو اسے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔

« لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ وَ لٰكِنْ اَلِفٌ حَرْفٌ وَ لَامٌ حَرْفٌ وَ مِيْمٌ حَرْفٌ »

”کہ الف ایک حرف ہے، لام دوسرا اور میم تیسرا حرف ہے۔“ (یعنی الٓمّٓ پڑھنے پر تیس نیکیاں ملیں گی)

ترمذی، ابواب ثواب القرآن، باب ماجاء فیمن قرأ حرفًا، رقم: ۲۹۱۰

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص ؓ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا، قرآن کے قاری کو قیامت کے دن کہا جائے گا:

« اِقْرَأْ وَ ارْتَقِ وَ رَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَاِنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَ آخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا »

”قرآن پڑھتے جاؤ اور (جنت کے درجات پر) چڑھتے جاؤ اور جیسے دنیا میں قرآن آرام سے پڑھتے تھے ویسے آرام سے پڑھو، تمہاری آخری منزل وہاں ہوگی جہاں تمہاری آخری آیت ہوگی۔“

ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب استحباب الترتیل فی القراءۃ، رقم: ۱٤٦٤۔

قرآن سے عزت ملتی ہے:

حضرت نافع بن عبد الحارث فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ نے مجھے مکہ کا گورنر

بنا دیا ایک دفعہ میری ملاقات ان سے عسفان کے مقام پر ہوئی آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اپنی جگہ پر کس کو گورنر بنا کر آئے ہو؟ میں نے کہا کہ ابن ابزی کو پوچھا ابن ابزی کون ہے؟ میں نے کہا وہ ہمارا غلام ہے عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«اِسْتَخْلَفْتَ عَلَيْهِمْ مَوْلًى»

"مکہ والوں کا امیر ایک غلام کو بنا آئے ہو؟"

میں نے کہا:

«اِنَّهُ قَارِئٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ»

"امیرالمؤمنین وہ (عام آدمی نہیں ہے بلکہ) وہ تو قرآن کا حافظ ہے اور علم میراث کا عالم ہے۔"

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے نبی نے فرمایا تھا:

«اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ»

"اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعے کتنے لوگوں کو بلند مقام دے دے گا اور دوسرے کئی لوگوں کو (جو قرآن کا علم اور عمل نہیں رکھتے انہیں) ذلیل کر دے گا۔"

مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضل من یقوم......رقم:۱۸۹۷

قرآن کو سمجھ کر اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیے:

حضرت ابووائل فرماتے ہیں کہ نہیک بن سنان ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ آپ «مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ» پڑھتے ہیں یا «مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ يَاسِنٍ»؟

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تو نے تمام قرآن یاد کر لیا ہے؟ (باقی یہی لفظ رہ گیا ہے) اس نے (فخریہ انداز میں) کہا کہ میں تو (تہجد کی) ایک رکعت میں

مفصل کی سورتیں پڑھتا ہوں (یعنی سورۃ حجرات یا قاف سے آخر قرآن تک)

تو آپ نے فرمایا: کہ پھر تو تو اشعار کی طرح (قراءت جلدی جلدی) کرتا ہوگا ؟ سنو کئی لوگ قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن ان کا قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں جاتا (یعنی ان کا مقصد اللہ کی رضا نہیں ہوتا)

یاد رکھو جب قرآن دل میں بیٹھ جاتا ہے تب ہی وہ نفع مند ہوتا ہے۔

مسلم کتاب فضائل القرآن باب ترتیل القرآءۃ......رقم: ۱۹۰۸

قرآن پڑھنے سے فضیلت ملتی ہے:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

« مَثَلُ الَّذِیْ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ کَالْاُتْرُجَّۃِ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَرِیْحُھَا طَیِّبٌ»

قرآن پڑھنے والے (اور اس پر عمل کرنے والے مؤمن) کی مثال نارنگی کی طرح ہے کہ اس کا ذائقہ بھی اچھا ہوتا ہے اور اس کی خوشبو بھی اچھی ہوتی ہے اور جو (مؤمن) قرآن نہیں پڑھتا وہ کھجور کی طرح ہے جس کا ذائقہ تو اچھا ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ اور جو فاجر قرآن پڑھتا ہے اس کی مثال نازبو کی طرح ہے جس کی خوشبو تو اچھی ہوتی ہے لیکن اس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور جو فاجر قرآن نہیں پڑھتا وہ تمے کی طرح ہے جس کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے اور اس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی۔

بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل القرآن علی سائر الکلام "رقم: ۵۰۲۰

قیامت کے دن قرآن سفارشی ہوگا:

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَاِنَّہٗ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ شَفِیْعًا لِاَصْحَابِہٖ......»

"تم قرآن پڑھا کرو کیونکہ یہ قیامت کے دن پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا تم سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھتے رہا کرو کیونکہ یہ دونوں سورتیں قیامت کے دن بادل (وغیرہ) کی طرح آ کر سایہ کریں گی اور یہ اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے (اللہ کے ہاں) جھگڑا کریں گی۔"

پھر فرمایا:

« اِقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ »

"تم سورۃ بقرہ پڑھتے رہا کرو کیونکہ سورۃ بقرہ کو پڑھنا باعث برکت ہے اور اسے چھوڑ دینا باعث افسوس ہے اور سورۃ بقرہ کا مقابلہ (جادوگر وغیرہ) باطل لوگ نہیں کر سکتے۔"

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

« يُؤْتٰى بِالْقُرْاٰنِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَاَهْلُهُ الَّذِيْنَ كَانُوْ يَعْمَلُوْنَ بِهٖ تَقْدُمُهٗ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ وَاٰلُ عِمْرَانَ ...... »

"قیامت کے دن قرآن اور قرآن پر عمل کرنے والے لوگوں کو لایا جائے گا سورۃ بقرہ اور آل عمران سب سے آگے ہونگی ...... یہ سورتیں اپنے پڑھنے والے کے لئے (رب کے دربار میں) جھگڑیں گی (کہ اے اللہ یہ مجھے پڑھا کرتا تھا اسے بخش دے وغیرہ وغیرہ)

(مسلم کتاب فضائل القرآو باب فضل قراءۃ القرآن"رقم: ١٨٧٦، ١٨٧٤)

قرآن پڑھنے والا قابل رشک شخص ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا رشک کے لائق تو دو قسم کے شخص ہیں ایک وہ شخص جسے اللہ نے قرآن (کا علم) دیا ہو وہ رات کو قرآن کی

قراءت کر کے قیام کرتا ہے دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال عطا کیا ہو وہ رات دن صدقہ کرتا رہتا ہے۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن باب اغتباط صاحب القرآن: ۵۰۲۵)

قرآن پڑھنے پڑھانے والا سب سے بہتر ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ »

بخاری کتاب فضائل القراٰن باب خیر کم من تعلم القراٰن وعلمه" رقم: ۵۰۲۷)

قرآن کا قاری بلند مراتب کو پالیتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

« اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْآنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِیْ يَقْرَاُ الْقُرْآنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ »

" قرآن کا ماہر (یعنی حافظ یا آسانی سے پڑھنے والا) شخص معزز انبیاء (یا فرشتوں) کے ساتھ ہوگا اور جو شخص اٹک اٹک کر قرآن پڑھتا ہے اور اس میں وہ مشقت اٹھاتا ہے تو اسے دو اجر ملیں گے (لیکن قرآن کے ماہر کو بہت سے اجر ملیں گے)"

(مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضیلۃ حافظ القرآن "رقم: ۸۶۲)

قرآن کی ایک آیت بہترین اونٹنی سے بہتر ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (ایک دن صحابہ سے) فرمایا:

« اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اِذَا رَجَعَ اِلٰى اَهْلِهٖ اَنْ يَّجِدَ فِيْهِ ثَلٰثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ »

”کیا تم میں سے کوئی یہ چاہتا ہے کہ جب وہ اپنے گھر جائے تو گھر میں تین بڑی بڑی اور موٹی تازی اونٹنیاں پائے؟“

صحابہ نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ! تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«فَثَلَاثِ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ»

”تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں تین آیتوں کی قراءت کرلے تو یہ تین بڑی بڑی موٹی اونٹیوں سے کہیں بہتر ہیں۔“

ایک روایت میں ہے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صفہ میں تھے آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ وہ وادی بطحان یا (فرمایا) عقیق میں ہر روز صبح سویرے جائے اور وہاں سے بغیر کسی زیادتی اور قطع رحمی کے دو موٹی موٹی اونٹیاں لے کر آجائے؟

ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو ہم میں سے ہر ایک چاہے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم صبح کو مسجد میں چلے جاؤ اور وہاں اللہ کی کتاب کی دو آیتیں سیکھ کریا (فرمایا) پڑھ کر آجائے یہ آیتیں دو اونٹنیوں سے بہتر ہوں گی۔

مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضل قراءة القرآن' رقم: ۱۸۷۳

* * *

قرآن مقدس کی سورتوں کے فضائل

سورہ فاتحہ سے مریض ٹھیک ہو گیا:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر پر گئے ہوئے تھے (ہم ایک عرب قبیلے کے پاس گئے لیکن انہوں نے ہماری میزبانی کرنے سے صاف انکار کر دیا ہم نے ایک طرف جا کر پڑاؤ کیا) ہمارے پاس ایک لونڈی آئی اس نے کہا کہ قبیلے کے سردار کو کسی زہریلی چیز نے ڈس لیا ہے تم میں کوئی دم جھاڑ کر سکتا ہے؟ ایک شخص نے کہا ہاں میں دم جھاڑ کر لیتا ہوں لیکن تم نے ہمیں مہمانی نہیں دی تھی تو ہم دم کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر تم ہمیں دم جھاڑ کے بدلے کچھ دو گے تو دم کر دیں گے ورنہ نہیں چنانچہ وہ تیس بکریاں دینے پر رضا مند ہو گئے اب وہ شخص اس لونڈی کے ساتھ چلا گیا اس نے جا کر سردار کو دم کیا وہ تندرست ہو گیا اس سردار نے (حسب وعدہ) حکم دیا کہ اسے تیس بکریاں دے دو اور دودھ بھی پلایا جب وہ شخص دم کر کے لوٹا تو ہم نے اس سے پوچھا کیا تو دم کرنا پہلے سے جانتا تھا؟ اس نے کہا کہ میں نے تو سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا ہے (وہ اللہ کے فضل سے تندرست ہو گیا ہے)

ہم نے آپس میں کہا کہ ان بکریوں کو اس وقت تک تقسیم نہیں کرنا جب تک ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس جا کر پوچھ نہیں لیتے (معلوم نہیں کہ کیا یہ ہمارے لئے حلال بھی ہیں یا نہیں؟)

پھر جب ہم مدینہ میں آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اس کو کس نے بتایا تھا کہ فاتحہ کے ساتھ دم کیا جاتا ہے؟ اب ایسا کرو کہ یہ بکریاں آپس میں تقسیم کر لو لیکن اس میں میرا حصہ بھی نکالنا ہے (کیونکہ قرآن آپ ﷺ پر نازل ہوا تھا)

بخاری کتاب فضائل قرآن باب فضل فاتحہ الکتاب" رقم......

سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت:

حضرت ابومسعود ؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ قَرَأَ بِالْآيَتَيْنِ مِنْ آخِرِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ فِي لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ »

"جو شخص سورۃ بقرہ کی آخری دو آیتیں (اٰمَنَ الرَّسُوْلُ......الی اخرہ) رات کو پڑھ لے گا تو یہ ایتیں اسے (دنیاوی مصائب سے یا تہجد سے کفایت کریں گی۔" بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل البقرۃ" رقم......

فاتحہ اور سورہ بقرہ کی آخری آیات کی فضیلت:

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت جبریل ؑ نبی ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک زبردست آواز سنی آپ نے اوپر کو دیکھا تو جبریل ؑ نے فرمایا یہ آسمان کے اس دروازے سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں اترا اس فرشتے نے آ کر سلام کیا اور فرمایا:

« أَبْشِرْ بِنُورَيْنِ أُوتِيتَهُمَا لَمْ يُؤْتَهُمَا نَبِيٌّ قَبْلَكَ فَاتِحَةُ الْكِتَابِ وَخَوَاتِيمُ سُورَةِ الْبَقَرَةِ لَنْ تَقْرَأَ بِحَرْفٍ مِنْهُمَا إِلَّا أُعْطِيتَهُ »

"آپ خوش ہو جائیں کہ آپ کو وہ دو نور ملے ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے ایک سورۃ فاتحہ دوسرا (نور) سورۃ بقرۃ کی آخری آیات آپ

ان کے کسی حرف کو پڑھیں گے تو وہ آپ کو مل جائے گا (یعنی ان دعاؤں کے الفاظ میں سے جو پڑھیں گے وہ قبول ہوں گے)“

مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضل الفاتحہ وخواتیم“رقم:٨٠٦

سورہ فتح کی فضیلت:

حضرت اسلم رضی اللہ عنہ (مخضرم صحابی) فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ایک سفر میں تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی چلے جا رہے تھے عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے کوئی بات پوچھی لیکن آپ ﷺ نے جواب نہ دیا عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پوچھا لیکن آپ ﷺ نے جواب نہ دیا تیسری بار بھی سوال کیا تب بھی جواب نہ دیا عمر رضی اللہ عنہ نے (دل دل میں) کہا اے عمر رضی اللہ عنہ تو مر جائے تو نے نبی ﷺ سے تین بار سوال کیا لیکن آپ نے تجھے کوئی جواب نہ دیا (کہیں آپ ﷺ ناراض تو نہیں ہو گئے؟)

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اونٹ کو دوڑایا اور میں لوگوں سے آگے نکل گیا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن نہ نازل ہو جائے تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک شخص نے مجھے زور سے پکارا میں ڈر گیا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن تو نازل نہیں ہو گیا؟ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور سلام کہا آپ ﷺ نے (سلام کے جواب کے بعد) فرمایا:

«لَقَدْ اُنْزِلَتْ عَلَيَّ اللَّيْلَةَ سُوْرَةٌ لَهِيَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ»

”آج رات مجھ پر ایسی سورت نازل ہوئی کہ جو مجھے پوری دنیا کائنات سے زیادہ محبوب ہے پھر آپ ﷺ نے ﴿اِنَّا فَتَحْنَالَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا﴾ کی تلاوت فرمائی۔“بخاری کتاب فضائل القرآن باب سورۃ الفتح“رقم......

سورۂ کہف کی فضیلت:

حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« مَنْ حَفِظَ عَشْرَ آيَاتٍ مِنْ اَوَّلِ سُورَةِ الْكَهْفِ عُصِمَ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ »

’’جو شخص سورۃ کہف کی ابتدائی (اور ایک روایت میں آخری) دس آیات پڑھتا رہے گا تو (اگر اس کی زندگی میں دجال آگیا) تو وہ دجال کے فتنے سے بچالیا جائے گا۔‘‘

مسلم کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ الکھف، رقم: ۸۰۹

سورۃ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کی فضیلت:

حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اے صحابہ) کیا تم رات کو تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا تہائی قرآن کیسے پڑھی جاسکتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

« ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تَعْدِلُ ثُلُثَ الْقُرْآنِ »

’’سورت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ تہائی قرآن کے برابر ہے۔‘‘

بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾، رقم: ۵۰۱۵

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تمہارے سامنے تہائی قرآن پڑھتا ہوں پھر آپ نے سورت ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھی۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھنے والے سے اللہ محبت کرتا ہے:

عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا

وہ نماز میں اپنی قراءت ﴿ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ پر ختم کرتا تھا (یعنی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد قراءت کرنے کے بعد ﴿ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ پڑھ کر رکوع کیا کرتا تھا) ساتھیوں نے اسے اس سے منع کیا لیکن اس نے کہا کہ میں تو نماز اسی طرح ہی پڑھاؤں گا (اب آگے تمہاری مرضی) جب لشکر واپس آ گیا تو ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ کو شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اس سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کیا کرتا تھا؟

ساتھیوں نے جا کر پوچھا اس نے کہا:

« لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا اُحِبُّ اَنْ اَقْرَأَ بِهَا »

میں یہ سورت اس لئے پڑھا کرتا تھا کہ اس میں میرے اللہ کی تعریف ہے اور میرا دل چاہتا ہے کہ میں اللہ کی تعریف پڑھوں ساتھیوں نے یہ بات نبی ﷺ کو بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ »

”(اگر اسے اللہ کی تعریف پسند ہے تو) اسے جا کر بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرتا ہے۔“

مسلم کتاب الفضائل باب فضل القراءة ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴾ رقم......

معوذتین کی فضیلت:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

« اَلَمْ تَرَ اٰيَاتٍ اُنْزِلَتِ اللَّيْلَةَ لَمْ يُرَ مِثْلُهُنَّ قَطُّ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ وَ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ »

”آج رات مجھ پر وہ آیات نازل ہوئیں جن کی مثال کوئی سورت نہیں ہے۔ یعنی ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ وَ ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾“

مسلم کتاب الفضائل القرآن باب فضل قراءة المعوذتين“ رقم.....

معوذتین سے دم:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ کو تکلیف ہوا کرتی تھی تو آپ اپنے اوپر معوذات (آخری تین سورتیں) پڑھ کر دم کیا کرتے تھے پھر جب (مرض الموت میں) آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں آپ پر یہ سورتیں پڑھ کر (آپ ﷺ کے ہاتھوں پر دم کرتی تھی) اور برکت کے حصول کے لئے آپ ﷺ کے ہاتھوں کو ہی آپ ﷺ کے جسم پر پھیر دیتی تھی۔

بخاری کتاب فضائل القرآن باب فضل المعوذات" رقم......

* * *

علم اور علماء کی فضیلت

عمل کرنے سے جنت اور بے عملی سے جہنم ملتی ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ جب کسی کو قرآن وسنت کا علم ہوگا تو وہ عمل کرے گا علم نہیں ہوگا تو وہ یا تو عمل نہیں کرے گا یا پھر تقلید کے ہتھے چڑھ جائے گا اب تقلید کے ساتھ کیا ہوگا عمل صحیح بھی ہوسکتا ہے اور غلط بھی اس لیے احتیاط کے طریق یہی ہے کہ علم حاصل کیا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے اس طرح انسان اعتماد کے ساتھ عمل کرے گا۔ اللہ کریم نے قرآن پاک میں اور ہادی کونین حضرت محمد ﷺ اپنی احادیث مقدسہ میں علم اور علم جاننے والوں کی فضیلت بیان کی ہے:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ ﴾(..........)

”آپ فرما دیں کہ کیا علم والے اور بے علم لوگ ایک جیسے ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو عقل مند حاصل کرتے ہیں۔“

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ وَّ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴾(المجادلۃ:١١)

”اللہ تعالیٰ تم میں سے صاحب ایمان اور اہل علم کو درجات کی بلند عطا فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔“

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ﴾ (الفاطر:۲۸)

''اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ڈرتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ غالب بخشنے والا ہے۔''

﴿وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ﴾ (العنکبوت:۴۳)

''یہ مثالیں ہم لوگوں (کے سمجھنے) کے لیے بیان کرتے ہیں اور انھیں صرف علم والے لوگ سمجھتے ہیں۔''

﴿وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ﴾ (البقرة:۳۱ تا ۳٤)

''اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھلا دیے (یعنی انھیں علم سے نواز دیا) پھر ان چیزوں کو فرشتوں پر پیش کیا، پھر فرمایا ان (چیزوں کے) نام بتاؤ، اگر تم سچے ہو، فرشتوں نے کہا (اے اللہ) تو پاک ہے ہمیں تو صرف اس چیز کا علم ہوتا ہے جو تو نے ہمیں سکھا دی، بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدم

ان (چیزوں کے) ناموں کی انھیں خبر دو پھر جب آدم نے انھیں بتا دیا تو اللہ نے ارشاد فرمایا کیا میں نے تمھیں پہلے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہوں اور جو تم ظاہر کر رہے ہو اور تم چھپا رہے تھے وہ سب کچھ میں جانتا ہوں۔ (جب آدم کو علم سے نواز دیا گیا تو) ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے تکبر کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔“

(یعنی فرشتوں جیسی مقدس مخلوق نے حضرت آدم کی علمی برتری کے پیش نظر سجدہ کیا تھا، نبی ﷺ کا علم بہت تھا لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ اپنے علم کے اضافے کی دعا کرتے رہا کریں۔

﴿ وَ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴾ (طٰہٰ: ۱۱٤)

”اور آپ قرآن کے مکمل طور پر وحی ہونے سے پہلے جلدی سے کام نہ لیں اور آپ دعا کرتے رہیں، اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔“

دینی علم کے حصول کے لیے سفر کرنا:

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے، آپ ﷺ فرماتے ہیں: موسیٰ علیہ السلام (ایک دن) بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ سب سے بڑا عالم تو میں ہی ہوں۔ لہٰذا اللہ ان پر ناراض ہوا کہ انہوں نے علم کی نسبت اللہ کی طرف کیوں نہ کی؟ پھر اللہ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندوں میں سے ایک بندہ مجمع البحرین میں ہے، وہ تم سے بڑا عالم ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اے میرے رب! میری ان سے کس طرح ملاقات ہو گی؟ تو ان سے کہا گیا کہ مچھلی کو

زنبیل میں رکھو (اور مجمع البحرین کی طرف چل پڑو) پھر (جس مقام پر) اس مچھلی کو نہ پاؤ تو سمجھ لینا) وہ بندہ وہیں ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام چل پڑے اور اپنے ہمراہ اپنے خادم یوشع بن نون کو بھی لے لیا۔ اور ان دونوں نے ایک مچھلی زنبیل میں لی۔ یہاں تک کہ جب صخرہ (ایک پتھر) کے پاس پہنچے تو دونوں نے اپنے سر (زمین پر) رکھ لیے اور سو گئے تو (یہیں) مچھلی زنبیل سے نکل گئی اور دریا میں راستہ بنا کر چلی گئی اور (مچھلی کے زندہ ہو جانے پر) موسیٰ علیہ السلام اور ان کے خادم کو تعجب تھا، پھر دونوں بقیہ رات اور ایک دن چلتے رہے۔

جب صبح ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا کہ ہمارا ناشتہ لاؤ (یعنی مچھلی والا کھانا) بے شک ہم نے اپنے اس سفر سے تکلیف اٹھائی اور موسیٰ علیہ السلام جب تک کہ اس جگہ سے آگے نہیں نکل گئے، جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا۔ اس وقت تک انہوں نے کچھ تکلیف محسوس نہیں کی تھی ۔تب خادم نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم ہے کہ جب ہم نے پتھر کے پاس آرام کیا تھا تب (مچھلی نکل گئی تھی) لیکن شیطان نے مجھے بھلوا دیا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہی تو چیز تھی جسے ہم تلاش کر رہے تھے۔ پھر وہ دونوں کھوج لگاتے ہوئے اپنے قدموں کے نشانات پر واپس لوٹ آئے۔ پھر جب اس پتھر تک پہنچ گئے (کیا دیکھتے ہیں کہ) ایک آدمی کپڑا لپیٹے بیٹھا ہوا تھا۔

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا تو خضر علیہ السلام نے کہا کہ تیرے ملک میں سلام کہاں سے آیا؟ تو انہوں نے کہا کہ میں (یہاں کا رہنے والا نہیں ہوں) میں موسیٰ علیہ السلام ہوں۔ خضر علیہ السلام نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ علیہ السلام ، انہوں نے کہا: ہاں! موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں اس امید پر تمہاری پیروی کر سکتا ہوں کہ جو کچھ ہدایت تمہیں سکھائی گئی ہے، مجھے بھی سکھا دو گے؟ انہوں نے کہا کہ تم میرے ساتھ (رہ کر میری باتوں پر) ہر گز صبر نہ کر سکو گے۔ اے موسیٰ علیہ السلام! بیشک میں اللہ کے علم میں سے ایک ایسے علم پر

(مطلع) ہوں کہ جسے خاص کر اس نے مجھے عطا کیا ہے تم اسے نہیں جانتے اور تم ایسے علم پر (مطلع) ہو جو اللہ نے تمہیں تعلیم کیا ہے کہ میں اسے نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ان شاء اللہ تم مجھے صبر کرنے والا پاؤ گے اور میں کسی بات میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا (چنانچہ خضر علیہ السلام راضی ہو گئے) پھر وہ دونوں دریا کے کنارے چلے (اور) ان کے پاس کوئی کشتی نہ تھی۔ اتنے میں ایک کشتی ان کے پاس (سے ہو کر) گزری تو کشتی والوں سے انہوں نے کہا کہ ہمیں بٹھا لو۔ خضر علیہ السلام کو کشتی والوں نے پہچان لیا اور انہیں بغیر کرایہ بٹھا لیا۔ اتنے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے ایک یا دو چونچیں دریا میں ماریں۔ خضر علیہ السلام بولے کہ اے موسیٰ! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم سے صرف اس چڑیا کی چونچ کے بقدر کم کیا ہے۔ پھر خضر علیہ السلام نے کشتی کے تختوں میں سے ایک تختہ کی طرف گئے اور اسے اکھیڑ ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ ان لوگوں نے ہمیں بغیر کرایہ (لیے) بٹھا لیا اور آپ نے ان کی کشتی توڑ ڈالی تاکہ اس پر سوار لوگ غرق ہو جائیں۔ خضر علیہ السلام نے کہا۔ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر میری باتوں پر صبر نہ کر سکو گے موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں بھول گیا تھا اس لیے میرا مواخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملے میں مجھ پر تنگی نہ کیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہو گئی۔ پھر وہ دونوں (کشتی سے اتر کر) چلے تو ایک لڑکا (ملا جو دوسرے) لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس کا سر اوپر سے پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ سے اس کو اکھیڑ ڈالا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ایک بے گناہ جان کو بے وجہ تم نے قتل کر دیا؟ خضر علیہ السلام نے کہا، کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم میرے ساتھ (رہ کر میری باتوں پر) ہرگز صبر نہ کر سکو گے؟

ابن (عیینہ راوی حدیث) نے کہا ہے کہ (پہلے جواب کی نسبت) اس میں زیادہ تاکید تھی۔ پھر وہ دونوں چلے یہاں تک کہ ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس پہنچے۔ وہاں

کے رہنے والوں سے انہوں نے کھانا مانگا لیکن ان لوگوں نے ان کی مہمانی کرنے سے (صاف) انکار کر دیا۔ پھر وہاں ایک دیوار ایسی دیکھی جو کہ گرنے ہی والی تھی تو خضر علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے اس کو سہارا دیا اور اس کو سیدھا کھڑا کر دیا۔ (اب پھر) موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اگر آپ چاہتے تو اس پر کچھ اجرت لے لیتے۔ خضر علیہ السلام بولے کہ (بس اس مرحلے پر) ہمارے اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا (اس قدر بیان فرما کر) فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ پر رحم کرے ہم یہ چاہتے تھے کہ کاش موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو ان کے مزید حالات ہم سے بیان کیے جاتے۔

(بخاری، التفسیر الکھف، باب قولہ: وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی...... ٤٧٢٥)

دینی علم کے لیے باری مقرر کرنا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک انصاری صحابی نے جو مدینے کے بالائی علاقے میں رہتا تھا ہم نے باری مقرر کر رکھی تھی کہ ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس (حصول علم کے لئے) جاتا تھا اور ایک دن میں جایا کرتا تھا وہ مجھے اپنی باری میں پورے دن کی (دینی معلومات) سے آگاہ کیا کرتا تھا تو دوسرے دن میں۔ ایک دن یہ انصاری ساتھی گھر پر آیا تو اس نے میرا دروازہ بہت زور سے کھٹکھٹایا اور کہا کہ عمر یہاں ہیں؟ میں گھبرا کر باہر آیا تو اس نے بتایا کہ بہت بڑا معاملہ ہو چکا ہے (یعنی آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے۔

میں حضرت حفصہ کے پاس گیا تو انہیں روتا پایا میں نے کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے تمہیں طلاق دے دی ہے؟ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے کوئی علم نہیں ہے پھر میں سیدھا نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور بیٹھنے سے پہلے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔

تو میں نے (تعجب سے) کہا «اَللّٰهُ اَکْبَرُ» کہ اللہ ہر چیز سے بڑا ہے؟

بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم ......رقم: ٨٩

دینی علم کے دنیاوی اور اخروی فوائد:

تین شخص مجلس نبوی کی طرف

حضرت معاویہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ میں نے رحمۃ اللعالمین سے سنا تھا:

«مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ»

"اللہ پاک نے جس انسان سے بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں، (یعنی اسے جنت کے لیے منتخب کرتے ہیں) تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتے ہیں۔"

بخاری ، کتاب العلم ، باب من یرد اللہ خیراً...... رقم: ٧١

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

«اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّقِلَّ الْعِلْمُ وَ يَظْهَرُ الْجَهْلُ وَ يَظْهَرُ الزِّنَا وَ تَكْثُرَ النِّسَاءُ وَ يَقِلُّ الرِّجَالُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ امْرَأَةً الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ»

"قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہیں علم کم اور جہالت کی آمد ہوگی اور زنا کاری ہونے لگے گی اور عورت کی کثرت اور مردوں کی قلت ہو جائے گی حتی کہ ایک مرد پچاس عورتوں کا نگران ہوگا۔ (یعنی جب تک علم موجود ہے قیامت نہیں آئے گی)

بخاری، کتاب العلم، باب رفع العلم...... رقم: ٨١

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَّنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَ لٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اِتَّخَذَ

النَّاسُ رُؤُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَ اَضَلُّوا »

’’اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے ایک دم نہیں چھین لے گا بلکہ علم کو علماء کے ختم کر دینے سے قبض کر لے گا حتیٰ کہ جب دنیا میں کوئی عالم نہیں چھوڑے گا تو لوگ جاہلوں کو راہنما بنالیں گے ان راہنماؤں سے مسائل پوچھے جائیں گے وہ علم سے خالی جواب دیں گے پھر وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔‘‘ (یعنی علم کے ساتھ گمراہی کا خاتمہ ہوتا ہے)

بخاری، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، رقم: ١٠٠

(مسلم میں) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« وَ مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ بِهِ طَرِيقًا اِلَى الْجَنَّةِ ...... »

’’کہ جو شخص علم حاصل کرنے کی خاطر کسی راستے پر چل رہا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔‘‘

مسلم، کتاب الذکر، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، رقم: ٢٦٩٩

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

« اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ »

’’جب انسان کا انتقال ہو جاتا ہے تو اس کے عملوں کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں (کا ثواب اسے ملتا رہتا) (١) صدقہ جاریہ، (٢) علم (چھوڑ جائے) جس سے استفادہ کیا جاتا ہو (٣) نیک اولاد چھوڑ جائے جو اس کے لیے دعائیں کرے۔‘‘

مسلم، کتاب الوصیۃ، باب ما یلحق الانسان، رقم ١٦٣١

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ دَعَا اِلٰی هُدًی کَانَ لَهٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰالِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَیْئًا»

”جو شخص ہدایت کی دعوت دیتا ہے تو اسے اس ہدایت کے پیروکاروں کے اجر کے برابر اجر ملے گا لیکن ان کے اجر سے کوئی کمی نہیں ہوگی (بلکہ انھیں اللہ پورا اجر دے گا اور اسے اپنی طرف سے اجر عطا فرمائے گا۔) اگر کسی کے پاس علم ہوگا تو لوگوں کو ہدایت کی طرف دعوت دے گا)

مسلم، کتاب العلم، باب من سن سنة حسنة، رقم٢٦٧٤

دینی علم اصل میں دو چیزوں پر مبنی ہے: (۱) قرآن (۲) حدیث۔ جہاں حدیث کو قرآن کی ضرورت ہے وہاں قرآن کو حدیث کی ضرورت ہے اگر قرآن نہ ہوتو حدیث کی سمجھ نہیں آتی اگر حدیث نہ ہوتو قرآن کی سمجھ نہیں آتی یہ دونوں ایک دوسرے کی تشریح کرتے ہیں۔

ہاں ان دونوں میں سے قرآن افضل ہے کیونکہ وہ اللہ کا کلام ہے لیکن حدیث کی فضیلت کا بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن جہاں آجاتا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہوتی ہے۔

قرآن کی وجہ سے لیلۃ القدر کو فضیلت

سال کی تین سو ساٹھ راتیں ہوتی ہیں تمام راتوں میں سے جو فضیلت لیلۃ القدر کی رات کو حاصل ہے وہ کسی دوسری رات کو حاصل نہیں ہے اور وہ فضیلت قرآن کے ازل ہونے کی وجہ سے حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَ مَا اَدْرٰكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝﴾ (القدر: ۱-۳)

"بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر کی رات میں نازل کیا ہے آپ کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر (کی عظمت) کیا ہے؟ لیلۃ القدر ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔"

قرآن کی وجہ سے رمضان کا مہینہ افضل ہے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ﴾ (البقرۃ: ۱۸۵)

"رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے، قرآن لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت اور حق و باطل میں فرق کرنے والے واضح دلائل ہیں۔"

رمضان میں اللہ پاک کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

صاحب قرآن رسول تمام رسولوں سے افضل ہے:

حضرت ابو ہریرہ ؓ فرماتے ہیں، کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَوَّلُ مَنْ يَّنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ»

"قیامت کے دن میں حضرت آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور قیامت کے دن سب سے پہلے سفارش میں ہی کروں گا اور سب سے پہلے میری ہی سفارش قبول کی جائے گی۔"

مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ……رقم……

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ محمد کریم ﷺ نے فرمایا:

« اَنَا اَكْثَرُ الْاَنْبِيَاءِ تَبَعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ يَّقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ » (مسلم، کتاب............)

”قیامت کے دن سب سے زیادہ پیروکار میرے ہوں گے اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ میں کھٹکھٹاؤں گا۔“

ایک روایت میں ہے کہ رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا:

« اٰتِيْ بَابَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَسْتَفْتِحُ فَيَقُوْلُ الْخَازِنُ مَنْ اَنْتَ فَاَقُوْلُ مُحَمَّدٌ فَيَقُوْلُ بِكَ اُمِرْتُ اَنْ لَّا اَفْتَحَ لِاَحَدٍ قَبْلَكَ »

”قیامت کے دن میں جنت کے گیٹ پر آؤں گا اور دروازہ کھولنے کا کہوں گا، جنت کا نگران (فرشتہ) کہے گا تو کون ہے؟ میں کہوں گا کہ میں محمد (ﷺ) ہوں تو وہ کہے گا مجھے آپ کا ہی حکم دیا گیا تھا، کہ آپ سے پہلے جنت کا دروازہ کسی کے لیے نہ کھولوں۔“

مسلم، کتاب الایمان، باب فی قول النبی ﷺ انا اول الناس......٤٨٦

اوّلین قرآن کے حامل صحابہ افضل ہیں:

حضرت عمران بن حصین ؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

« خَيْرُكُمْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ »

”کہ بہترین زمانہ میرا ہے (جو قرآن کا زمانہ ہے) پھر میرے بعد کا (صحابہ کرام کا) زمانہ ہے پھر اس کے بعد کا زمانہ ہے (یعنی کوئی زمانہ جتنا قرآن کے زمانہ کے قریب ہوگا اتنا مبارک ہوگا۔“

(مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل الصحابة ثم الذين يلونهم، رقم: ٦٤٨٥)

حامل قرآن امت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام افضل امت ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ (البقرة:١٤٣)

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں افضل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ اور رسول تم پر گواہ بن جائے۔''

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (آل عمران:١١٠)

''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔''

حامل قرآن فرشتہ تمام فرشتوں سے افضل:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ اللہ کریم جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو حضرت جبریل کو آواز دیتے ہیں:

« اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَبَّ فَلَانًا فَاحِبَّهٗ.........»

''بے شک اللہ فلاں شخص سے محبت کرتا تو بھی اس سے محبت کر، پھر جبریل بھی اس سے محبت کرتے ہیں پھر حضرت جبریل آسمانوں میں آواز لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں پھر اس کی قبولیت زمین میں بھی رکھ دی جاتی ہے۔''

بخاری، كتاب الرد على الجهمية، باب كلام الرب تعالى مع جبريل......٧٤٨٥

قرآن پڑھنے والا شخص سب سے بہتر:

حضرت عثمان بن عفان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهٗ ﴾

''تم میں سے بہترین وہ شخص ہے جو قرآن کو سیکھتا اور سکھاتا ہے۔''

بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب خیرکم من تعلم القرآن، رقم: ۵۰۲۷

علم اور اہل علم کی فضیلت اور نکتہ چین لوگ:

پچھلی تحریر سے واضح ہوا کہ قرآن کریم اور حدیث رسول کا علم پڑھنے پڑھانے والے لوگ افضل ترین لوگ ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس ماڈرن دور میں حقائق الٹ گئے۔ اچھائی برائی اور برائی اچھا تصور کی جانے لگی ہے۔ اہل علم لوگ گھٹیا سمجھے جانے لگے، آج رنگ روغن ڈیکوریشن کو دیکھا جاتا ہے لیکن چیز کی اصل خوبی اور بنیاد کو غیر اہم سمجھ لیا گیا ہے۔ دیکھیے ایک دین کا علم رکھنے والا کسی جگہ خطابت امامت اور دینی تعلیم کے لیے آجاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا واسطہ عموماً مسجد کے ان متولیات سے پڑتا ہے جو جاہل متعصب دنیا دار اور مفاد پرست ہوتے ہیں ان کے پاس تو مال ہوتا ہے ان کے پاس نہ دین کی تعلیم ہوتی ہے اور نہ ہی دین کی قدر۔ وہ جاہل ایک عالم سے انٹرویو لینا شروع کر دیتے ہیں ان سے قرآن سنتے ہیں وہ قرآن سن کر صرف یہ دیکھنا چاہ رہے ہوتے ہیں کہ یہ شخص خوش الحان ہے یا نہیں اگر خوش الحان ہے تو ٹھیک ورنہ اسے جواب دے دیا جاتا ہے۔

یا پوچھتے ہیں کہ تم جمعہ پڑھا لیتے ہو وہ ہاں میں جواب دیتا ہے تو پوچھتے ہیں کہ راگ لگاتے ہو یا سادہ تقریر کرتے ہو؟ اگر وہ راگ لگا لیتا ہے اور اس کی توتی ٹھیک ہے پو پوں خوب کر سکتا ہے تو اسے قبول کر لیا جاتا ہے ورنہ اسے رد کر دیا جاتا ہے۔

جب نماز کا وقت ہوتا ہے امام صاحب نماز پڑھاتا ہے تو کوئی کہتا ہے کہ نماز لمبی کر دی۔ اور کوئی کہتا ہے نماز مختصر ہو گئی کسی کی کمر میں درد ہوتا ہے وہ امام کے ساتھ اٹھ بیٹھ نہیں سکتا تو نماز کے بعد امام صاحب پر اعتراض کرتا ہے کہ تم نے نماز جلدی پڑھا دی۔

شریعت نے تو یہ حکم دیا ہے:

«اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤتَمَّ بِهٖ»

''امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جاتی ہے۔''

لیکن آج مقتدی کا ذہن ہے کہ امام ہماری پیروی کرے۔ مقتدی اگر مسجد میں آٹھ آٹھ دن نہ آئے تو کوئی بات نہیں، لیکن اگر امام ایک منٹ لیٹ ہو گیا تو امام کو ذلیل کیا جاتا ہے۔

جس مقتدی اپنے گھر میں عزت نہیں ہوتی اس کی بیوی اس کی بات نہیں مانتی اس کی اولاد اس کی نہیں مانتی لیکن وہ اپنے ارمان امام مسجد پر آ کر نکالتا ہے۔

جس مقتدی کو گھر کے کسی فرد پر غصہ آ جاتا ہے تو وہ اپنے سینے کی بھڑاس امام صاحب پر آ کر نکالتا ہے۔ فلم وغیرہ بے حیائیوں کی مجالس میں تو گھنٹوں گھنٹوں بیٹھا رہے گا لیکن جب مسجد میں آتا ہے تو وہ گھڑی کی سوئی کے سوئی پر چڑھنے کا انتظار کرتا رہتا ہے جیسے سوئی نمبر پر آ گئی تو اچھل کر کھڑا ہو گیا جی! ٹائم ہو گیا۔

خطیب نے اپنی بات کو پورا کرنے کے لیے دو منٹ خطبے میں اوپر لگا دیے تو قیامت برپا ہو گئی۔

خطیب نے قرآن وسنت کی روشنی میں خطبہ دینا ہوتا ہے اگر مسجد کے متولی میں معاشرتی برائیاں ہوتی ہیں تو وہ خطیب سے اپنے مقصد کی تقریر کرانا چاہتا ہے بعض اوقات خطیب پریشان ہو کر کہتا ہے کہ میں کیا تقریر کروں۔

ایک خطیب کا کہنا ہے کہ سکھر شہر میں ایک مسجد میں بحیثیت خطیب رہنے کا موقع ملا مسجد کا متولی ایک بدترین انسان تھا، سننے کو تو وہ قرآن کا حافظ تھا لیکن اس کے گھر میں ٹی وی، وی سی آر، گھر میں بے دینی کا ماحول تھا اور وہ نماز وقت پر نہیں پڑھتا۔ اللہ کی مار اس پر ایسی کہ وہ رات کو نشے کی گولیاں کھا کر سوتا تھا اور سورج نکلنے کے بعد آ کر نماز صبح ادا کرتا تھا اور وہ، اخلاق کا اتنا گندا کہ اس کے بھائی بہن اس سے تنگ۔ الغرض کہاں تک اس کی خوبیاں بیان کروں۔

لیکن اس نے مجھے آ کر کہا کہ آپ خطبے میں کسی فرقے کے خلاف بات نہ کریں اور سیاست پر بات نہ کرنا اور معاشرے کی برائیوں پر بات نہ کریں۔ الغرض اس نے کئی چیزیں گنوادیں کہ آپ فلاں فلاں موضوع پر بات نہ کیا کریں۔ میں پریشان ہوا کہ آخر میں کیا بیان کروں؟

خیر جب بچوں کی تعلیم کی باری آتی ہے تو وہاں بھی کئی قسم کے گل کھلائے جاتے ہیں۔ مقتدی آتا ہے کہتا ہے کہ میرے بچے کو کیوں مارا ہے؟ حالانکہ سکولوں میں بھی بچوں کو مار پڑتی ہے وہاں بولنے کی ہمت نہیں ہوتی گھر میں بچوں کو دین قرآن اور استاد کی قدر کے متعلق بتایا نہیں جاتا۔ اب استاد کرے تو کیا کرے اسے پیار سے پڑھائے تو اس کا دل نہیں مانتا اگر استاد غصہ کرے تو اس کا نوٹس لیا جاتا ہے حالانکہ سکولوں کی تعلیم پر سرمایہ لگاتے ہیں اور مسجد میں تعلیم مفت ہوتی ہے بچہ اگر سکول میں نہ جائے تو اس کا نوٹس لیا جاتا ہے اگر مسجد میں آٹھ دن نہ جائے تو ماں باپ کو کوئی فکر نہیں ہوتی۔ ایسے حالات میں مساجد کے متولی اور دوسرے عوام یہ جان لیں کہ ان کی ایسی حرکات سے اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ قیامت میں ان کو اس کی سزا لینی ہوگی۔ کیونکہ ان کے اس طریقے سے علماء دین سے بددل ہوتے چلے جا رہے ہیں اور وہ دینی علم پڑھانے کی بجائے سرکاری ملازمتوں اور اپنے دنیاوی کاروبار کی طرف مائل

ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کو جمع کر کے امت پر احسان کیا:

حضرت زید ؓ بن ثابت فرماتے ہیں کہ یمامہ کی جنگ کے زمانہ میں مجھے حضرت ابوبکر ؓ نے بلایا میں گیا تو حضرت عمر ؓ وہاں بیٹھے تھے۔

حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا کہ میرے پاس عمر ؓ آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سے قرآن کے قاری اور حافظ شہید کر دیے گئے ہیں اگر اس طرح قاری اور حافظ لوگ شہید ہوتے رہے تو مجھے خوف ہے کہ قرآن کا کافی حصہ ضائع ہو جائے گا (یمامہ کی جنگ جو مسیلمہ کذاب اور اس کی قوم کے ساتھ تھی اس میں تقریباً سات سو قاری شہید ہو گئے تھے) عمر ؓ نے کا کہنا ہے اس لئے میرا خیال ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا حکم فرمائیں لیکن میں نے کہا اے عمر جو کام نبی ﷺ نے نہیں کیا وہ آپ کیوں کرتے ہیں لیکن عمر ؓ نے کہتے ہیں اللہ کی قسم! یہ اقدام بہت اچھا ہے پھر عمر ؓ مجھ سے بار بار یہی بات دہراتے رہے حتی کہ اللہ نے میرے دل میں (قرآن جمع کرنے کا) خیال ڈال دیا اور مجھے خیر کا وہ پہلو نظر آ گیا جو عمر ؓ کو نظر آیا تھا۔

حضرت زید ؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکر ؓ نے مجھ سے ارشاد فرمایا اے زید! آپ صاحب عقل جوان ہیں اور ہمیں آپ پر کوئی اعتراض نہیں ہے اور آپ نبی ﷺ کی وحی بھی لکھا کرتے تھے اس لئے قرآن کی تلاش اور جستجو میں لگ جائیں اور قرآن کو جمع کریں۔

زید بن ثابت ؓ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! اگر ابوبکر ؓ اور ان (سے موافقت کرنے والے) لوگ مجھے ایک پہاڑ کو اٹھا کر دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیتے تو میرے لئے یہ اتنا مشکل نہ ہوتا جتنا کہ قرآن کو جمع کرنا اس لیے میں نے کہا جو کام

اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں کیا آپ اسے کیوں کرتے ہو؟ تو حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ اقدام بہت اچھا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر مجھ سے اصرار کرتے رہے حتی کہ اللہ نے اس بات کے لیے میرا سینہ بھی کھول دیا جس کے لیے ابوبکر و عمر کا سینہ کھول دیا پھر میں نے قرآن (کی آیات) کی تلاش شروع کر دی، کہیں مجھے کھجور کی چھڑیوں پر اور کہیں پتھروں پر کہیں لوگوں کے سینوں میں سے مل گیا حتی کہ سورۂ توبہ کی آخری آیات حضرت ابوخزیمہ انصاری کے پاس سے ملیں جو کسی اور کے پاس نہیں تھیں (وہ آیات یہ تھیں:

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ......الخ﴾

پھر قرآن کے یہ (جمع شدہ) صحیفے ابوبکر ؓ کے پاس رہے جب ان کا انتقال ہوا تو پھر حضرت عمر ؓ کے پاس رہے جب ان کی شہادت ہوئی تو حضرت ام المؤمنین حفصہ ؓ کے پاس تھے (حضرت عثمان ؓ نے اپنے دور خلافت میں حضرت حفصہ ؓ سے وہ قرآن منگوا کر اس کے کئی نسخے بنا کر مختلف ملکوں میں بھجوا دیے تھے۔)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ اہل عراق کے ساتھ ملکر اہل شام کو آرمینیہ اور آذربائیجان کو فتح کرنے کے لئے تیار کر رہے تھے وہاں کے لوگوں کے قرآن پڑھنے پر گھبرا گئے وہ حضرت عثمان ؓ کے پاس آئے اور عرض کیا امیر المؤمنین! یہود و نصاری کی طرح امت محمدیہ کے درمیان قرآن میں اختلاف پیدا ہو جانے سے پہلے ان کا ضروری کوئی بندوبست کرو۔

حضرت عثمان ؓ نے حذیفہ ؓ کے (مشورہ دینے پر) حضرت حفصہ ؓ کو

پیغام بھیجا کہ قرآن کا نسخہ جو تمہارے پاس ہے وہ ہمارے پاس بھیج دو ہم اس کی کئی کاپیاں بنا کر آپ کا نسخہ آپ کو واپس بھیج دیں گے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجموعہ قرآن بھیج دیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن عاص، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کی ڈیوٹی لگائی انہوں نے اس نسخے کی کئی کاپیاں بنا دیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم جو تینوں قریشی تھے انہیں فرمایا کہ جب کسی لفظ میں تمہارا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے اختلاف ہو جائے تو اس لفظ کو قریش کی زبان میں لکھ دینا کیونکہ (اصل میں) قرآن قریش کی زبان میں ہی نازل ہوا تھا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب کئی نسخے تیار ہو گئے تو عثمان رضی اللہ عنہ نے اصل مسودہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو روانہ کر دیا اور اس کی کاپیاں دنیا کے اطراف میں بھیج دیں اور حکم دیا کہ ان نسخوں کے علاوہ جتنے بھی نسخے موجود ہوں انہیں جلا دیا جائے (صرف ان نسخوں کو رائج کیا جائے، جو ہم نے بھیجے ہیں۔)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ احزاب کی ایک آیت قرآن جمع کرتے وقت کسی کے پاس نہ ملی حالانکہ میں وہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا آخر ہم نے وہ آیت خزیمہ بن ثابت انصاری کے پاس پالی وہ آیت یہ تھی ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (کیونکہ ان کی گواہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مردوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا اس لیے) ہم نے اس آیت کو قرآن میں سورۃ احزاب کے اندر درج کر دیا۔

بخاری کتاب فضائل باب جمع القرآن ”رقم......

قرآن سن کر جنات مسلمان ہو گئے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت

اپنے ساتھ لی اور عکاظ کے بازار کی طرف چلے گئے یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ شیطانوں پر آسمان کی طرف جانے کی پابندی لگا دی گئی تھی اور ان پر آگ کے شعلے داغے جانے لگے تھے شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹ کر آئے تو قوم نے ان سے پوچھا کہ تمھیں کیا ہوا (تم پریشان ہو؟) تو انھوں نے کہا کہ ہم آسمان پر جانے سے روک دیے گئے ہیں اور ہم پر آسمان سے شعلے برسنے لگے ہیں۔

قوم نے کہا کہ یہ کسی عظیم واقعے کے رونما ہونے کی وجہ سے ہوا ہے اس لیے تم مشرق و مغرب میں چلو پھرو اور معلوم کرو کہ وہ کیا معاملہ ہے؟

اب وہ (ٹولیوں میں بٹ کر) زمین میں چل پڑے جو گروہ تہامہ کے علاقے میں گیا تھا اس کا گزر عکاظ کے بازار سے ہوا آپ ﷺ وہاں اپنے صحابہ کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جب جنوں نے قرآن کی آواز سنی تو غور سے سننے لگے پھر وہ کہہ اٹھے کہ یہ وہی چیز ہے جو ہمارے آسمان پر جانے سے رکاوٹ کا باعث بن چکی ہے پھر وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ گئے اور کہنے لگے اے ہماری قوم ہم نے عجیب قرآن سنا ہے وہ ہدایت کی طرف راہنمائی کرتا ہے ہم اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ہم اپنے رب کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کرتے۔

تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (الجن، ۱)

مسلم، کتاب الصلوۃ باب الجھر بالقرآن فی الصبح رقم......

* * *

فتنۂ قادیانیت

اور

مولانا ثنا اللہ امرتسری رحمہ اللہ

حالات و سوانح ◉ سلسلۂ کشاکش
اثرات و نتائج

تالیف: صفی الرحمٰن الأعظمی

ناشر
مکتبہ محمدیہ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اردو بازار لاہور
Mob.: 0300-4826023

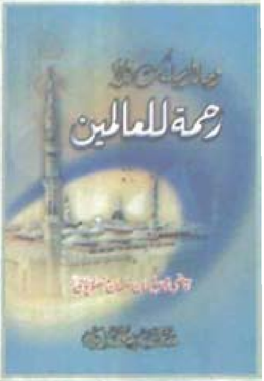
رحمۃ للعالمین

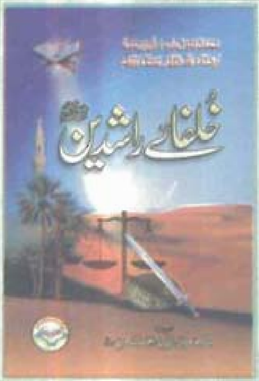
خلفائے راشدین

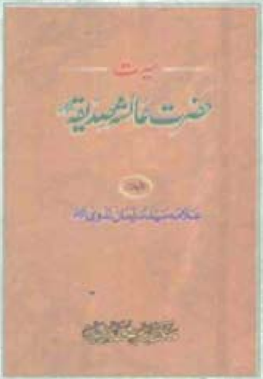
سیرت
حضرت عائشہ صدیقہ

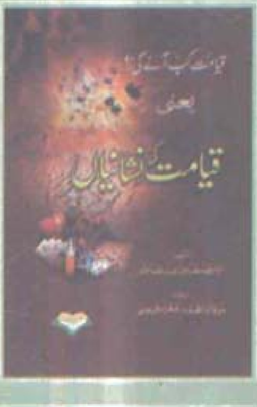
قیامت کی نشانیاں

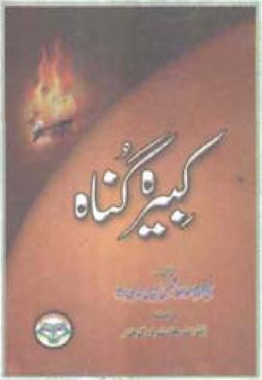

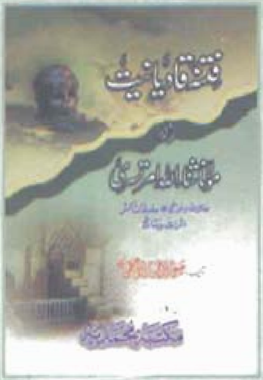
فتنہ قادیانیت

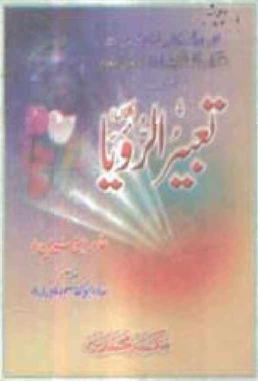
تعبیر الرؤیا

مکتبہ محمدیہ ○ قذافی سٹریٹ الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور
Mob. 0300-4823023